گلدستہ
سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم
مصنفہ
عطائے حضور مفتی اعظم ہند
مولانا محمد شاکر علی نوری
(امیر سنی دعوت اسلامی)
شائع کردہ
مکتبہ طیبہ
۱۲۶ کامبیکر اسٹریٹ ممبئی

اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ
وَ عَلٰی اٰلِکَ وَ اَصْحَابِکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ ﷺ

گلدستۂ سیرت النبی ﷺ

ناشر:
مکتبہ طیبہ
مرکز اسمٰعیل حبیب مسجد، ۱۲۶/کامبیکر اسٹریٹ، ممبئی۔۳

نام کتاب	:	گلدستۂ سیرت النبی ﷺ
تصنیف	:	مولانا محمد شاکر علی نوری (امیر سُنّی دعوتِ اسلامی)
پروف ریڈنگ	:	محمد توفیق احسن برکاتی، مولانا مظہر حسین علیمی
صفحات	:	۱۶۰
قیمت	:	

ناشر:
مکتبہ طیبہ
مرکز اسمٰعیل حبیب مسجد، ۱۲۶/کامبیکر اسٹریٹ، ممبئی۔۳
Phone: +91 22 23434366 E-mail: info@sunnidawateislami.com
http: www.sunnidawateislami.net

فہرست مضامین

قصیدة فی الحمد و مدح النبی ﷺ

نبیرۂ اعلیٰ حضرت علامہ الشاہ اختر رضا خان ازہری مدظلہ العالی

اَللّٰہ اَللّٰہ اَللّٰہْ　　مَا لِیْ رَبٌّ اِلَّا ھُوْ
یَفْنَی الْکُلُّ وَ یَبْقٰی ھُوْ　　لَیْسَ الْبَاقِیْ اِلَّا ھُوْ
مَنْ کَانَ دُعَاہُ اَنْ یَّا ھُوْ　　ذَاکَ حَمِیْدٌ عُقْبَاہْ
مَنْ کَانَ لِرَبِّیْ دُنْیَاہْ　　عَاشَ سَعِیْدًا اُخْرَاہْ
مَنْ کُنْتَ اِلٰھِیْ مَوْلَاہْ　　کُلُّ النَّاسِ تَوَلَّاہْ
مَنْ مَّاتَ یَقُوْلُ اَللّٰہْ　　ذَاکَ الْخَالِدُ مَحْیَاہْ
رُسُلُ اللّٰہِ تَلَقَّاہْ　　اَبْشِرْ عَبْدُ بِحُسْنَاہْ
اَلرِّضْوَانُ لَہٗ نُزُلٌ　　جَنَّةُ خُلْدٍ مَّاْوَاہْ
تَخْشَی النَّاسُ بِلَا جَدْوٰی　　ھَلَّا رَبَّکَ تَخْشَاہْ
اِبْغِ الْاَمْنَ لَدٰی رَبِّیْ　　اِنَّ الْاَمْنَ بِتَقْوَاہْ
تَنْسٰی رَبَّکَ یَا فَانٰی　　دُمْ اِنْ شِئْتَ بِذِکْرَاہْ
تَرْجُوا النَّاسَ لِجَدْوَاھُمْ　　اِنَّ الْجَدْوٰی جَدْوَاہْ
ھَلْ غَیْرَکَ یَخْشٰی رِبِّیْ　　غَیْرُکَ رَبِّیْ یَخْشَاہْ
رَبِّیْ رَبُّ الْاَرْبَابِ　　لَیْسَ یُضَاھٰی حَاشَاہْ
فَسِوَاہُ رَبٌّ بِالْاِسْمِ　　وَ اِلٰہُ الْحَقِّ یَرْعَاہْ
اَلْوَاحِدُ لَیْسَ بِذِیْ جُزْءٍ　　لَا وَاحِدَ حَقًّا اِلَّا ھُوْ
اَلْخَلْقُ مَرَایَا مَوْجُوْدٍ　　لَا مَوْجُوْدَ اِلَّا ھُوْ
وَ الْکُلُّ مَظَاھِرُ مَشْھُوْدٍ　　لَا مَشْھُوْدَ اِلَّا ھُوْ
ھٰذَا اَخْتَرُ اَدْنَاکُمْ　　رَبِّیْ اَحْسَنُ مَثْوَاہْ

شرح والشّمس وضحیٰ کرتے ہیں

از: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

وصف رخ ان کا کیا کرتے ہیں شرح والشّمس وضحے کرتے ہیں
ان کی ہم مدح وثنا کرتے ہیں جن کو محمود کہا کرتے ہیں

تو ہے خورشید رسالت پیارے چھپ گئے تیری ضیا میں تارے
انبیا اور ہیں سب مہ پارے تجھ سے ہی نور لیا کرتے ہیں

اپنے مولیٰ کی ہے بس شان عظیم جانور بھی کریں جن کی تعظیم
سنگ کرتے ہیں ادب سے تسلیم پیڑ سجدے میں گرا کرتے ہیں

انگلیاں پائیں وہ پیاری پیاری جن سے دریائے کرم ہیں جاری
جوش پر آتی ہے جب غم خواری تشنے سیراب ہوا کرتے ہیں

ٹوٹ پڑتی ہیں بلائیں جن پر جن کو ملتا نہیں کوئی یاور
ہر طرف سے وہ پُر ارماں پھر کر اُن کے دامن میں چھپا کرتے ہیں

لب پر آتا ہے جب نام جناب منہ میں گھل جاتا ہے شہد نایاب
وجد میں ہو کے ہم اے جاں بیتاب اپنے لب چوم لیا کرتے ہیں

لب پہ کس منہ سے غم الفت لائیں کیا بلا دل ہے الم جس کا سنائیں
ہم تو ان کے کف پا پر مٹ جائیں ان کے در پر جو مٹا کرتے ہیں

اپنے دل کا ہے انہیں سے آرام سونپے ہیں اپنے انہیں کو سب کام
لو لگی ہے کہ اب اس در کے غلام چارۂ دردِ رضا کرتے ہیں

نعت شریف

از:......حضرت سید آلِ رسول حسنین میاں نظمی مارہروی

جیسے ہی نظر آیا سنگِ درِ جانانہ
ویسے ہی لگا اٹھا میں نعرۂ مستانہ

رحمت ہیں دوعالم کی، بے کس کے وہ یاور ہیں
برسے ہے کرم ان کا ، اپنا ہو یا بیگانہ

خالق کی عطا سے وہ مالک ہیں خدائی کے
محبوب کی کرسی پر بیٹھے ہیں وہ شاہانہ

خرمے کی چٹائی نے تن پر ہیں نشاں چھوڑے
سرکارِ دو عالم ہیں ، انداز فقیرانہ

خطبہ پڑھا نبیوں نے اس ذات گرامی کا
جبریل ملیں ماتھا قدموں سے غلامانہ

کوثر دیا کثرت دی اللہ نے رِفعت دی
خود اپنی زیارت دی باوصفِ کریمانہ

ہم عاصیٔ عادی ہیں، بدبختی ہماری ہے
وہ عفو وکرم والے، یہ شانِ رحیمانہ

مارہرہ میں ملتی ہے بغدادی و اجمیری
دو آتشہ چھنتی ہے ایسا ہے یہ میخانہ

میزان پہ محشر میں سرکار یہ فرمادیں
نظمی مِرا مستانہ،نظمی مِرا مستانہ

نعت پاک

از:مولانا محمد شاکر علی نوری (امیر سُنّی دعوتِ اسلامی)

ظلم دنیا سے مٹانے آئے
راہ سیدھی وہ چلانے آئے

وحدت حق کے ہیں داعی آقا
رب سے سب کو وہ ملانے آئے

جہل سے سارا جہاں تھا تاریک
علم کی شمع جلانے آئے

بے کسوں کی وہی سنتے فریاد
بے کسی کو بھی مٹانے آئے

صبح صادق تیری ساعت پہ نثار
تجھ میں رحمت کے خزانے آئے

ان کے آنے کا تصدق مانگو
رب سے رحمت وہ دلانے آئے

آج جھوما ہے خوشی سے کعبہ
سارے اصنام جھکانے آئے

عید میلاد مناؤ دل سے
دلِ ویراں وہ بسانے آئے

واہ کیا تجھ پہ کرم ہے شاکر
حشر میں وہ تو بچانے آئے

تقریظ جلیل

از: حضرت علامہ مفتی محمد زبیر برکاتی مصباحی
خطیب وامام غوثیہ مسجد، عبدالغفور خان اسٹیٹ، کرلا ممبئی۔

عالمی سطح پر انسانوں کے کربناک حالات کو دیکھ کر ایک باشعور، دردمند انسان خون کے آنسو رونے لگتا ہے۔ظاہری اسباب ووسائل اور دولت کی فراوانی تو ہے مگر قلبی وروحانی سکون تو یکسر ختم ہو چکا ہے۔خصوصاً مغربی ممالک سائنس اور ٹیکنالوجی میں بڑی ترقیاں تو کر چکے ہیں مگر وہاں کے اکثر وبیشتر باشندے سخت بے چینی وبے اطمینانی کی زندگی گزار رہے ہیں۔اکثر لوگوں کا تو یہ حال ہے کہ قلبی سکون نہ میسر آنے کے سبب خودکشی کرنے پر مجبور ہیں اور خودکشی کے لئے نئے نئے انداز اختیار کئے جارہے ہیں۔ اہل مغرب مادی ترقیات کی انتہا کو پہنچنے کے باوجود بے شمار پریشانیوں میں مبتلا ہیں۔

سائنسی ترقی نے اہل مغرب کو اتنا مصروف کر دیا کہ روح کی تسکین کی طرف ان کی کوئی توجہ نہ رہی، آج وہ خود بھی بے چین ہیں اور دنیا کو بھی بے چین کر رکھا ہے۔

اسی طرح باہمی الفت و رفاقت کا فقدان جو تنہائی کرب اور خود بیزاری کا سبب ہے، ان پریشانیوں کے سبب سامانِ تعیش کی کثرت کے باوجود وہ قلبی سکون سے محروم ہیں۔ان کے قریب جاکر ان کے دلوں کو ٹٹول کر دیکھیں تو یقیناً پنچانوے فیصد (۹۵%) افراد اندر سے دکھی نظر آئیں گے، ان کے دل پژمردہ ہو چکے ہیں اور وہ انتہائی مایوسیوں کے سایے میں گھرے ہوئے ہیں، اس وقت باشعور دردمند مفکرین کو تجربات کی روشنی میں یہ پتہ چل گیا ہے کہ سائنس جوان کی ترقی کا سب سے بڑا زینہ ہے اس کے پاس بھی قلب انسانی کے دکھوں کا علاج بالکل نہیں ہے۔

اس ہنگامۂ دار وگیر میں کہیں امید کی کرن نظر آتی ہے تو وہ سرور کائنات فخر موجودات محمد رسول اللہ ﷺ کی حیات پاک وسیرت طیبہ ہے، جو سسکتی ہوئی انسانیت کے لئے مسیحا اور فطری وشافی علاج ہے اور انسانی زندگی کو متوازن ،خوشحال، پاکیزہ اور بابرکت بنانے کے لئے ایک وسیلۂ عظیمہ بھی ہے، آج بھی اگر دنیا کو معاشی ومعاشرتی امن اگر حاصل ہوسکتا ہے تو وہ سیرت طیبہ ہی سے۔

کاش عصر حاضر میں جملہ اقوام خصوصاً اہل مغرب حضور اقدس ﷺ کی سیرت طیبہ کا تعصب و تنگ نظری کی عینک نکال کر سنجیدگی ومتانت سے مطالعہ کریں تو یقیناً وہ مایوسیوں کے دلدل سے نکل کر قلبی راحت وسکون کی جنت میں پہنچ سکتے ہیں، ان کے معاشرے کا سکون بحال ہو جائے گا۔

سرور کائنات روحی فداہ ﷺ کی سیرت پاک کا فطرت انسانی کے جس پہلو سے بھی مطالعہ کیا جائے وہ اتنی جامع اور مکمل نظر آئے گی کہ ہر دور کے انسانوں کے لئے اس سے بہتر اور کوئی نمونہ عمل ہے ہی نہیں۔

حیرت انگیز بات تو یہ ہے کہ چودہ سو سال کا طویل عرصہ گزر جانے کے بعد بھی سیرت طیبہ آج بھی اپنی اصل حالت میں محفوظ ہے۔ حالانکہ انقلابات زمانہ نے ہزار کروٹیں بدلیں گونا گوں طبیعتیں رونما ہوئیں، اہل زمیں پر مختلف تہذیبوں اور انداز معاشرت کی چھاپ پڑتی رہی، اکثر مذہبی پیشواؤں کی زندگیاں ان کے انتقال کے چند سال بعد بدل دی گئیں، مگر سرکار دو عالم ﷺ کی سیرت طیبہ جوں کا توں آج بھی محفوظ و مامون ہے، وہ خود نہیں بدلی بلکہ بگڑے ہوئے انسانوں کے ظاہر و باطن کو بدل دیا۔ سیرت طیبہ کا گہری نظر سے مطالعہ کرنے کے بعد یہ محسوس ہوتا ہے کہ بادشاہ ہو یا رعایا، سالار ہو یا سپاہی، امیر ہو یا غریب، مرد ہو یا عورت، بوڑھا ہو یا جوان، شہری ہو یا دیہاتی ہر ایک کی عمدہ اور بہترین زندگی کے لئے یہی پیمانہ تراشا گیا ہے۔

دین اور دنیا کی تفریق کا تصور مغرب کا سب سے بڑا المیہ ہے، اسی تفریق کے تصور سے قومی عصبیت کا شعور پیدا ہوا جس نے آج پوری نسل انسانی کو پارہ پارہ کر کے رکھ دیا ہے، اسی کا نتیجہ جو سرمایہ داری اور اشتراکی استبداد کی صورت میں نظر آ رہا ہے، اس ظالمانہ نظام کی تباہی سے بچنے کا واحد ذریعہ سیرت طیبہ ہی ہے۔ کیوں کہ حضور ﷺ کی پاکیزہ تعلیمات نے شعوب و قبائل کی عصبیت کو تباہی و بربادی کا سب سے بڑا راستہ قرار دے کر اخوت و محبت اور باہمی الفت و رفاقت کو ایک نعمت عظمیٰ قرار دیا، جس کی بنیاد پر عرب والوں کے درمیان ہونے والی قدیم قبائلی جنگوں کا خاتمہ ہو گیا، ساری دنیا نے راحت اور اطمینان کی سانس لی، اسی کی واضح ترجمانی قرآن مقدس کی اس آیہ کریمہ سے ہوتی ہے:

”وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖ اِخْوَانًا وَّ كُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا“ اور اللہ کے اس احسان کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، پھر اللہ نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی، بس تم اس کی مہربانی سے آپس میں بھائی بھائی ہو گئے اور تم جہنم کے کنارے پر پہنچ چکے تھے پھر اس نے تم کو اس سے بچا لیا۔

آج بھی دنیا کو حضور اقدس ﷺ کی عطا کردہ اس نعمت عظمیٰ کی اشد ضرورت ہے، جس کے سبب انسانی مساوات، اخوت و محبت کی فضا قائم ہوئی۔

میں پورے چیلنج کے ساتھ کہہ رہا ہوں کہ جس دن مغرب اس نعمت عظمیٰ کو پالے اسی دن سے عالمی سطح پر ہونے والی دہشت گردی کا خاتمہ ہو جائے گا اور ساتھ ہی ساتھ وہ جس بھیانک خوف و اضطراب میں مبتلا ہے اس سے اس کو نجات مل جائے گی۔

عصر حاضر میں عالمی سطح پر چند ممالک اور چند افراد اسلام اور مسلمانوں کے خلاف پروپیگنڈہ

کرنے میں مصروف ہیں اور اس کے لئے اپنی تمام تر توانائیاں صرف کر رہے ہیں۔ مگر اسلام ہے کہ فروغ پا رہا ہے، امنڈتے ہوئے سیلاب کی طرح بڑی تیزی سے بڑھتا چلا جا رہا ہے، جب کہ مسلمانوں کے پاس ان کے مقابلہ میں مادی اسباب و وسائل ہیں اور نہ ہی عالمی سطح پر ایسا کوئی مشن ہے جو اشاعت اسلام کے لئے سرگرم عمل ہو۔

اس سلسلہ میں ہم تو یہی کہیں گے کہ تعلیمات رسول ﷺ اور آپ کی سیرت طیبہ کا تقدس ہی ہے جو سنجیدہ اذہان کو جھنجھوڑ کر ان کے دل و دماغ میں گھر کرتا جا رہا ہے۔ آپ کی سیرت طیبہ ہی نے بگڑے ہوئے انسانوں کے ذہن و مزاج کو بدل ڈالا، سخت دلوں کو نرم کر کے ظالموں کو رحم و کرم کا خوگر بنا دیا۔

اور ہمارا تو یہ دعویٰ ہے کہ آج جو پوری دنیا میں اسلام پھیل رہا ہے، لاکھوں کروڑوں انسان اسلام کے دامن سے وابستہ ہو رہے ہیں وہ کسی اور لالچ میں نہیں بلکہ صرف اور صرف حضور اقدس ﷺ کی سیرت طیبہ کو دیکھ کر، کیوں کہ سیرت طیبہ کا جب انہوں نے گہرائی سے مطالعہ کیا تو وہ اتنے متاثر ہوئے کہ دامن اسلام میں آ کر سکون کی دولت حاصل کر لی۔

حضور سرور کائنات ﷺ کی سیرت طیبہ پر ہر دور میں علمائے کرام نے کتابیں تصنیف کیں اور عالم انسانیت کے سامنے ایک مؤثر ضابطۂ حیات کی شکل میں پیش کیا، جن میں کچھ کتابیں تو اس قدر تفصیلی اور ضخیم ہیں کہ عام مسلمان ان کے مطالعہ کی ہمت جٹا نہیں پاتا اور کچھ اس قدر اجمالی ہیں کہ ذہن کی رسائی حیات نبوی کے اہم گوشوں تک نہیں ہو پاتی۔ اس لئے ایک ایسی کتاب کی شدت سے ضرورت محسوس کی جا رہی تھی جو مختصر اور جامع ہونے کے ساتھ ساتھ علما اور عوام دونوں کے لئے یکساں قابل استفادہ ہو اور حیات نبوی کے ان اہم گوشوں پر روشنی ڈالی گئی ہو کہ اس کا مطالعہ دارین کی سعادتوں، برکتوں اور نجاح و کامرانی کی ضمانت فراہم کر رہا ہو۔

امیر سنّی دعوتِ اسلامی مولانا محمد شاکر علی نوری مدظلہٗ نے اسی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے زیر نظر کتاب **”گلدستۂ سیرت النبی ﷺ“** ترتیب دی۔ اس کتاب میں مصنف نے قبل ولادت دنیا کے حالات، مقاصد بعثت، سراپائے رسول، اخلاق و عاداتِ رسول اور آئینۂ سیرت النبی وغیرہ پر مختصر مگر جامع گفتگو کی ہے۔ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا گو ہوں کہ اس کتاب کو مقبول خاص و عام فرمائے اور امت مسلمہ کو اس کے ذریعہ دنیا و آخرت میں اعلیٰ قدر و منزلت عطا فرمائے۔ آمین

فقیر برکاتی

محمد زبیر مصباحی عفی عنہ

یکم ربیع الاول ۱۴۲۸ھ

عرض مصنف

ایک طویل عرصہ سے یہ خیال دامن گیر تھا کہ رحمت عالم نورِ مجسّم ﷺ کی بعثت مبارکہ کے مقاصد اور آپ کی حیاتِ پاک کے اہم گوشے جو قرآن واحادیث میں بیان کیے گئے ہیں انہیں جمع کر کے کتابی شکل میں شائع کیا جائے تاکہ تاجدارِ کائنات ﷺ کے عظیم کارناموں سے لوگ باخبر ہوں اور آپ کی عظمت ورفعت ان کے دلوں میں بیٹھ جائے اور ان کی الفت ومحبت میں زندگی کی ساعتیں گزارنے کا سلیقہ میسرّ ہو۔

الحمدللہ! دورۂ افریقہ کے موقع پر ملاوی سے جب ہم لُساکا (زامبیہ، افریقہ) پہنچے، بروز جمعہ ۲۰؍محرم الحرام ۱۴۲۸ھ کو بعد نمازِ فجر الحاج عبداللہ میم صاحب کے دولت خانہ پر نبیٔ اکرم تاجدارِ عرب وعجم ﷺ کے موئے مبارک کو قلب ونگاہ میں بسائے اس کتاب کو لکھنا شروع کیا۔ اس امید پر کہ قلم میرا ہے اور ذکر خالقِ لوح وقلم کے محبوب کا تو انشاءاللہ موئے مبارک اور یومِ جمعہ کی برکتیں نیز رحمت عالم ﷺ کی بے پایاں عنایتیں ضرور شاملِ حال رہیں گی۔

اس کتاب کی تالیف کا مقصد اس کے سوا کچھ نہیں کہ ذکرِ رحمت عالم ﷺ کر کے خدا کی سنت پر عمل ہو اور رحمت عالم ﷺ کے ایثار وقربانی کے واقعات قوم کے سامنے پیش کر کے جذبۂ ایثار مومنوں کے دل میں پیدا کیا جائے اور اس حقیر وفقیر کو رسول اعظم ﷺ کی رضا وخوشنودی حاصل ہو جائے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ زندگی بھر میں کوئی ایک کام اللہ عزوجل ایسا لے لے جس سے اس کے پیارے محبوب ﷺ راضی ہو جائیں تو دنیا وآخرت دونوں سنور جائیں۔ سچ کہا ہے امامِ اہلِ سنن، فخرِ زمن، سیدی سرکار اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں علیہ الرحمہ نے ؎

کام وہ لے لیجئے تم کو جو راضی کرے ٹھیک ہو نامِ رضا تم پہ کروڑوں درود

اور اس کتاب کی ترتیب میں یہ مقصد بھی پیشِ نظر تھا کہ ذکر رسول علیہ التحیۃ والثنا کے ذریعہ تصور کی دنیا میں مدینہ منوّرہ کی گلیوں کو چومنے پہنچ جائیں اور اپنی قسمت پر ناز کرتے ہوئے یوں گنگنائیں ؎

اس گلی کا گدا ہوں میں جس میں مانگتے تاجدار پھرتے ہیں

اخیر میں عرض ہے کہ اس حقیر وفقیر سے کتاب کی ترتیب میں کوئی لغزش رہ گئی ہو تو آگاہ فرمائیں اور ایمان پر خاتمہ کی دعا فرمائیں اور رفقائے دعوت اور ہمارے والدین کے لئے مغفرت کی دعا فرمائیں اور دعا کریں کہ تاجدارِ کائنات ﷺ کی محبت واطاعت میں زندگی کے لمحات گزر جائیں۔

کرمِ نبی کا متمنی

محمد شاکر علی نوری

(امیر سُنّی دعوتِ اسلامی)

مُقَدِّمَہ

باسمہ تعالیٰ و بعون المصطفی ﷺ

سب چمک والے اجلوں میں چمکا کئے
اندھے شیشوں میں چمکا ہمارا نبی

حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر حضور رحمت عالم ﷺ تک کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار یا دو لاکھ چوبیس ہزار انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے، سب نے انسانوں کو ایک ہی پیغام دیا۔ جیسا کہ قرآن مقدس میں موجود ہے ''وَ لَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ'' اور بے شک ہر امت میں ہم نے ایک رسول بھیجا کہ اللہ کو پوجو اور شیطان سے بچو۔ (سورۂ نحل: ۳۵)

دنیا میں جتنے بھی انبیائے کرام تشریف لائے سب نے ایک خدا کی عبادت کی دعوت دی اور صراطِ مستقیم پر چلنے کا حکم دیا۔ خوش نصیبوں نے ان حضرات کی دعوت پر لبیک کہہ کر آغوشِ اسلام میں پناہ لی اور جو شقی و بد بخت تھے اس دعوت کو قبول کرنے سے محروم رہے۔

انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی مقدس جماعت کو دعوت وتبلیغ کی راہ میں جن تکالیف اور مصائب کا سامنا کرنا پڑا اس کے قرآن واحادیث گواہ ہیں۔ بھلائی کی دعوت دینے والے، برائی سے روکنے والے، کامیابی کی شاہراہ پر گامزن کرنے والے اور معبود برحق کی بارگاہ میں جبین نیاز جھکانے کی تعلیم دینے والے اس مقدس گروہ کو انسانوں سے کوئی لالچ وحرص نہ تھی بلکہ وہ علی الاعلان یہی کہتے تھے ''اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ'' میرا اجر تو نہیں مگر اللہ پر۔

پھر بھی غرور اور اَنا میں ڈوبے ہوئے لوگ سرکش وبغاوت کے علم کو اٹھائے ہوئے ہر قسم کی اذیت رسانی میں مصروف رہتے اور انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی ذمہ داریوں کو بحسن وخوبی صبر ورضا کے ساتھ نبھاتے چلے جاتے اور راہِ خدا میں آنے والی ہر مصیبت کا خندہ پیشانی سے استقبال کرتے ہوئے دعوت وارشاد کے فرائض انجام دیتے رہے، چونکہ رحمت عالم ﷺ کو اللہ عزوجل نے ہر نبی کا کمال عطا فرمایا تھا یعنی جو کمالات علیٰحدہ علیٰحدہ طور پر اور نبیوں میں تھے اللہ نے ان تمام کمالات کو رحمت عالم ﷺ کی ذات میں جمع فرما دیا۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری — آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

ہر نبی کا دائرۂ دعوت وتبلیغ خاص قوم یا پھر خاص قبیلہ تک محدود رہا لیکن رحمتِ عالم ﷺ کسی خاص قوم اور کسی خاص قبیلہ کے لئے نبی بن کر نہ آئے بلکہ جملہ بنی نوع انسان آپ کی دعوت کے مخاطب تھے۔

جیسا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا ''قُلْ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا'' تم فرماؤ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔ (الاعراف: ۱۵۷)

پیغمبر اعظم ﷺ کل بنی نوع انسانی کے لئے نبی بنا کر بھیجے گئے لہٰذا ہر انسان کے لئے حضور ﷺ پر ایمان لانا فرض ہے، اس لئے کہ حضور ﷺ صرف نبی بن کر تشریف نہیں لائے بلکہ آخری نبی بن کر تشریف لائے، اب حضور ﷺ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آئے گا۔

تاریخ شاہد ہے کہ اس دور میں بھی لوگوں کی ترقی وعروج حضور ﷺ کے فرمان کی اتباع ہی میں پنہاں ہے، جن لوگوں نے حضور ﷺ کی رسالت ونبوت کا اقرار کیا اور تعلیم رسول ﷺ پر عمل پیرا رہے وہ دنیا کے نقشہ پر کامیاب وکامران کی حیثیت سے چھا گئے۔ حضور ﷺ نے غلاموں کو تاجدار بنا دیا اور جن لوگوں نے انکار کیا وہ رشتہ دار ہو کر بھی مستحق عذابِ نار ہوئے۔

محسن انسانیت رحمت عالم ﷺ جملہ بنی نوع انسان کو دولت ہدایت سے مالا مال کرنے کے لئے تشریف لائے۔ جیسا کہ قرآن پاک میں ہے: وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ

بَشِیۡرًا وَّ نَذِیۡرًا وَّ لٰکِنَّ اَکۡثَرَ النَّاسِ لَا یَعۡلَمُوۡنَ o اور اے محبوب! ہم نے تم کو نہ بھیجا مگر (ایسی رسالت سے جو تمام آدمیوں کو گھیرنے والی ہے) خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا، لیکن بہت لوگ نہیں جانتے۔ (سورۂ سبا:۲۸)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضور سید عالم ﷺ کی رسالت، رسالت عامہ ہے کہ تمام انسان اس کے احاطہ میں ہیں، گورے ہوں یا کالے، عربی ہوں یا عجمی، اگلے ہوں یا پچھلے سب کے لئے آپ رسول ہیں اور وہ سب آپ کے امتی ہیں۔

حضور سید کونین ﷺ ارشاد فرماتے ہیں " مجھے پانچ چیزیں ایسی عطا فرمائی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہ دی گئیں (۱) ایک ماہ کی مسافت کے رعب سے میری مدد کی گئی۔ (۲) تمام روئے زمین میرے لئے مسجد اور پاک کی گئی کہ جہاں میرے امتی کو نماز کا وقت ہو نماز پڑھے۔ (۳) میرے لئے غنیمتیں حلال کی گئیں جو مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال نہ تھیں۔ (۴) مجھے مرتبۂ شفاعت عطا کیا گیا۔ (۵) اور انبیا خاص اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوتے تھے اور میں سب کی طرف مبعوث فرمایا گیا ہوں۔ (مسلم، ترمذی، ابن ماجہ)

میرے پیارے آقا ﷺ کے پیارے دیوانو! اس حدیث پاک میں رسول کائنات ﷺ کے فضائل مخصوصہ کا بیان ہے جن میں ایک اہم فضیلت آپ کی رسالت عامہ ہے جو تمام جن و انس کو شامل ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے "تَبٰرَکَ الَّذِیۡ نَزَّلَ الۡفُرۡقَانَ عَلٰی عَبۡدِہٖ لِیَکُوۡنَ لِلۡعٰلَمِیۡنَ نَذِیۡرًا o" بڑی برکت والا ہے وہ جس نے اتارا قرآن اپنے بندہ پر جو سارے عالم کو ڈر سنانے والا ہو۔ (الفرقان:۱)

مذکورہ آیت کریمہ میں حضور سید عالم ﷺ کی رسالت عامہ کا بیان ہے کہ آپ ساری کائنات کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے، جن ہوں یا بشر یا فرشتے یا دیگر مخلوقات سب آپ کے امتی ہیں کیوں کہ "عَالَم" ماسوا اللہ کو کہتے ہیں اور "عَالَم" میں سب داخل ہیں ملائکہ کو اس سے خارج کرنا بلا دلیل ہے۔

اور نبیٔ اکرم نورِ مجسم ﷺ نے خود ارشاد فرمایا: اُرۡسِلۡتُ اِلَی الۡخَلۡقِ کَآفَّۃً یعنی میں تمام خلق کی طرف رسول بنا کر مبعوث کیا گیا ہوں۔ حضرت علامہ ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری نے مرقات میں اس حدیث کی شرح میں فرمایا: یعنی تمام موجودات کی طرف، جن ہوں یا انس، فرشتے یا حیوانات یا جمادات حضور ساری مخلوق کے نبی ہیں۔ اس مسئلہ کی کامل تحقیق حضرت امام قسطلانی علیہ رحمۃ الباری کی مواہب لدنیہ میں ہے۔ جسے تفصیل درکار ہو وہ اس کی طرف رجوع کرسکتا ہے۔

ارشادِ خداوندی ہے "وَمَآ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ" اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہاں کے لئے۔ (الانبیاء:۱۰۷)

اس آیت کریمہ میں خود رب العلمین اپنے محبوب کی شان ظاہر فرما رہا ہے کہ اگر میں ساری کائنات کا پالنے والا ہوں تو میرا محبوب ساری کائنات کے لئے رحمت ہی رحمت ہے اس لقب سے کسی نبی کو اللہ نے نہیں نوازا۔ یہ لقب صرف اور صرف حضور خاتم پیغمبراں ﷺ کو اللہ نے عطا فرمایا ہے پورا قرآن اس پر شاہد ہے لہٰذا رسالت عامہ کے ساتھ رحمت عامہ بھی موجود ہے اور خود رحمت عالم ﷺ نے اپنی دعاؤں سے لے کر اپنی فکر میں کبھی قوم کو شامل نہیں کیا اور نہ قبیلے کو اور نہ ہم وطن کو بلکہ جب بھی دعا فرمائی تو ساری امت کے لئے دعا فرمائی اور وقت ولادت و وقت وصال دعا فرمائی تو بھی ساری امت کے لئے دعا فرمائی۔ لہٰذا ایسے عظمت والے رسول کی امت میں ہونے پر ہم جتنا فخر کریں کم ہے، وہ لوگ کتنے کم نصیب ہیں جو اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے حوالے سے دریدہ ذہنی کا مظاہرہ کرتے ہیں اور اسلام کو فساد پھیلانے والا مذہب کہتے ہیں۔

کاش ایسے لوگ اپنی نگاہوں سے تعصب کی عینک ہٹا کر رحمت عالم ﷺ کی سیرت پاک کا مطالعہ کرتے تو انہیں پتہ چل جاتا کہ پوری دنیا کو امن و سلامتی کا گہوارہ اور فساد زدہ قوم کو امن کا علمبردار کس نے بنایا؟

آج دہشت گردی کے نام پر مسلم دنیا پر چڑھائی کرنے والی مغربی اور صیہونی طاقتوں کو کون سمجھائے کہ جس مذہب کے ماننے والوں کو تم دہشت گرد کہتے ہو انصاف پسند عوام اسی مذہب کو قبول کرنے کے لئے بے چین و بے قرار ہے اور دہشت گردی کے ڈھونگ رچنے والی یہ

ظالم اور استعماری قوتیں اسلام کو دہشت گرد کہہ رہی ہیں، دہشت گردی کو مٹانے کے نام پر خود دہشت گردی اور بے قصور مسلمانوں پر ظلم و زیادتی کر کے انصاف پسند عوام کی آنکھ میں دھول نہیں جھونکی جاسکتی۔

آئیے دیکھئے کہ رحمت عالم ﷺ نے کس طرح دہشت گردی کا خاتمہ کیا اور دنیا کو امن کا گہوارہ بنایا۔

اولاً آج کی دہشت گردی اور رحمت عالم ﷺ کے زمانے کی دہشت گردی میں بہت فرق ہے، آج کا دہشت گرد دوسروں کی بستیاں اور گھروں کو اجاڑتا ہے، بچے، بچیوں کو یتیم کرتا ہے اور ان کو موت کے گھاٹ اتار کر ماں باپ کی آنکھوں کا نور چھین لیتا ہے، ایسے دہشت گرد معاشرے میں چند ہی ہوتے ہیں لیکن رحمت عالم ﷺ کے دور پاک کے دہشت گرد زیادہ سخت دل تھے اور چند نہیں بلکہ ہر گھر میں دہشت گرد موجود تھے۔

تاریخ شاہد ہے کہ دور جاہلیت میں اگر کسی گھر میں بچی کی ولادت ہوتی تو باپ اسے اپنے لئے شرم کی بات سمجھتا اور اپنے ہی ہاتھوں سے اپنی ہی بیٹی کو زندہ دفن کر دیتا، کیسے دہشت گرد تھے اس زمانے کے لوگ جو اپنے ہی جگر کے ٹکڑے کو اپنے ہی ہاتھوں سے زندہ دفن کرنے میں کوئی جھجھک تک محسوس نہیں کرتے تھے لیکن رحمت عالم ﷺ نے ان دہشت گردوں کے پتھر جیسے دل کو اپنی تعلیم و تربیت کے ذریعہ ایسا موم کیا کہ دختر کشی کی رسم کو ختم کر کے رکھ دیا اور دنیا نے اپنے ماتھے کی آنکھوں سے دیکھا کہ اپنی بچیوں کو زندہ دفن کر دینے والے اب صرف اپنی ہی بچیوں کی پرورش نہیں کر رہے ہیں بلکہ دوسروں کی بچیوں کا ذمہ لے کر دہشت گردی کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کی کوشش میں مصروف ہو گئے۔

بتاؤ! ان دہشت گردوں کو امن پسند کس نے بنایا؟ تسلیم کرنا پڑے گا کہ رحمت عالم ﷺ ہی نے ان کی زندگی میں یہ انقلاب آفریں تبدیلی پیدا فرمائی۔ آج بھی اگر دنیا دہشت گردی سے نجات حاصل کرنا چاہتی ہے تو دامن رسول میں آجائے اور تعلیمات مصطفےٰ ﷺ کو عام کرے اور تعصب کی عینک توڑ کر تسلیم کرے کہ اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ ہی دہشت گردی کے خاتمہ کا

ذریعہ ہیں، خیر بات آگے نکل گئی، بات چل رہی تھی کہ حضور رحمت عالم ﷺ کی شان رحمت سارے عالم پر محیط ہے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت جہاں جہاں ہے حضور ﷺ کی رحمت وہاں وہاں ہے اور یہ شرف انبیا میں صرف میرے پیارے آقا محمد عربی ﷺ کو میسر ہوا۔

اب آپ دیکھئے کہ دائرۂ کار جتنا وسیع ہوگا تکالیف بھی اتنی ہی زیادہ ہوں گی۔ یہی وجہ ہے کہ دوسرے انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تکالیف اور مصائب کا تقابل اگر ہم رحمت عالم ﷺ کے مصائب و آلام سے کرتے ہیں تو آپ کی تکالیف و مصائب سب سے زیادہ نظر آتے ہیں، جیسا کہ زبانِ نبوت خود اس حقیقت سے پردہ اٹھاتی ہے ”راہِ خدا میں سارے نبیوں سے زیادہ میں ستایا گیا ہوں“ (البدایہ والنہایہ جلد ثالث)

انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مقابلے میں زمین دعوت بھی سرکار رحمت عالم ﷺ کو بہت سخت دی گئی۔ ہر نبی گل و لالہ کی زمین پر تشریف لائے، لیکن تاجدارِ کائنات ﷺ ریگستان میں بھیجے گئے جہاں نہ سبزہ و شادابی نہ پانی بلکہ قدم قدم پر زمین و آسمان کی گرمی کی تپش انسانوں کی جلد و دماغ کو جھلساتی تھی۔ زمین تو پتھر کی تھی ہی، انسان پتھروں کی عبادت کرتے کرتے پتھروں جیسے سخت ترین ہو چکے تھے۔ ایسے میں رسولِ اعظم ﷺ کو پتھر دل انسانوں کے دلوں میں شمع توحید جلانے کی ذمہ داری سونپی گئی۔ دنیا نے دیکھا کہ پتھر دل انسانوں کو ۲۳/سالہ دور نبوت میں اپنی محبت اور اپنے دلنشیں اخلاق و کمالات سے ایسا سنوارا کہ انبیا کے علاوہ تاریخ انسانی میں ایسے انسان نہیں ملتے۔ کسی کو صدیق اکبر، کسی کو فاروقِ اعظم اور کسی کو عثمان غنی اور کسی کو حیدر کرار جیسا عدیم المثال انسان بنا کر دنیا کے ہر قائد و رہنما کے لئے ایک نشان چھوڑ دیا کہ تم سے ہو سکے تو لاؤ ان شاگردانِ رسول جیسے تارے۔

یاد رکھیں! ہر نبی کے کمالات کا اعتراف ہمارا ایمان ہے۔ ہم نہ کسی نبی کے کمالات کا انکار کر کے ایمان سے ہاتھ دھو سکتے ہیں اور نہ ان کے مراتب میں کمی کے مرتکب ہو کر غضب الٰہی کو دعوت دے سکتے ہیں۔ ہم تو قرآن مقدس کے اس قانون کے عامل ہیں اور رہیں گے۔

”قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَ مَآ اُنْزِلَ اِلٰٓی اِبْرٰہٖمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِسْحٰقَ

وَیَعْقُوْبَ وَ الْاَسْبَاطِ وَمَا اُوْتِیَ مُوْسٰی وَ عِیْسٰی وَمَا اُوْتِیَ النَّبِیُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ" یوں کہو کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس پر جو ہماری طرف اترا اور جو اتارا گیا ابراہیم و اسماعیل و اسحٰق و یعقوب اور ان کی اولاد پر اور جو عطا کئے گئے موسیٰ و عیسیٰ اور جو عطا کئے گئے باقی انبیا اپنے رب کے پاس سے، ہم ان میں کسی پر ایمان میں فرق نہیں کرتے اور ہم اللہ کے حضور گردن رکھے ہیں۔ (سورۂ بقرہ:۱۳۶)

لہٰذا ہم ہر نبی پر ایمان رکھتے ہیں اور ہر نبی کے کمالات و معجزات کے قائل ہیں۔ اس لئے کہ ایک نبی کا بھی انکار دراصل سارے انبیا کا انکار ہے۔

جیسا کہ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا "وَ قَوْمَ نُوْحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ اَغْرَقْنٰهُمْ وَ جَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ اٰيَةً" اور نوح (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی قوم کو جب انہوں نے رسولوں کو جھٹلایا ہم نے ان کو ڈبو دیا اور انہیں لوگوں کے لئے نشانی کر دیا۔ (سورۂ فرقان:۳۷)

قومِ نوح کا رسولوں کو جھٹلانے سے مراد واقعہ کی رو سے سارے رسولوں کا نہیں صرف حضرت نوح علیہ السلام کا جھٹلانا تھا لیکن قرآن نے ایک رسول کی تکذیب کو سارے رسولوں کی تکذیب قرار دیا کیوں کہ ہر نبی کی دعوت ایک ہی رہی کہ اللہ کی بندگی کرو اور طاغوت سے بچو۔ اس لئے کسی ایک کا انکار درحقیقت اس دعوتِ توحید کا انکار ہے جس کے لئے اللہ عزوجل نے ان کو مبعوث فرمایا۔

قرآن پاک میں ہے: وَقَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا ؕ قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ مَآ اُنْزِلَ اِلٰى اِبْرٰهِيْمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ وَ الْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَ عِيْسٰى وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۝ فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ ۚ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ اور کتابی بولے یہودی یا نصرانی ہو جاؤ راہ پاؤ گے تم فرماؤ بلکہ ہم تو ابراہیم کا دین لیتے ہیں جو ہر باطل سے جدا تھے اور مشرکوں سے نہ تھے۔ یوں کہو کہ ہم ایمان لائے اللہ پر

اور اس پر جو ہماری طرف اترا اور جو اتارا گیا ابراہیم و اسماعیل و اسحٰق و یعقوب اور ان کی اولاد پر اور جو عطا کئے گئے باقی انبیا اپنے رب کے پاس سے ہم ان میں کسی پر ایمان میں فرق نہیں کرتے اور ہم اللہ کے حضور گردن رکھے ہیں پھر اگر وہ بھی یوں ہی ایمان لائیں جیسا تم لائے جب تو وہ ہدایت پا گئے اور اگر منہ پھیریں تو وہ نری ضد میں ہیں، تو اے محبوب عنقریب اللہ ان کی طرف سے تمہیں کفایت کرے گا اور وہی ہے سنتا جانتا۔ (سورۂ بقرہ:۱۳۵،۱۳۶،۱۳۷)

میرے پیارے آقا ﷺ کے پیارے دیوانو! یہود و نصاریٰ نے اپنے اپنے دین میں تحریف و تبدیل کر کے دین کی اصل صورت کو مٹا دیا تھا، ان میں سے ہر ایک اپنے خود ساختہ دین کو دینِ الٰہی بتاتا تھا اور اس کو ذریعۂ نجات سمجھ کر لوگوں سے کہتا تھا کہ اگر نجات چاہتے ہو تو ہمارے دین میں داخل ہو جاؤ۔ یہودی کہتے تھے کہ ہمارا دین حق ہے، نصاریٰ دعویٰ کرتے تھے کہ نصرانیت حق ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ دونوں کی مذمت فرماتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے کہ دینِ ابراہیمی میں تحریف و تبدیل کر کے تم نے نئے دین بنا لئے۔ تمہارے ان خود ساختہ باطل عقائد سے حضرتِ ابراہیم علیہ السلام کا دور کا بھی کوئی واسطہ نہیں، نہ وہ یہودی تھے نہ نصرانی، وہ تو اسلام کے داعی تھے، ان کا دین دینِ اسلام ہی تھا۔

ایک مقام پر پروردگارِ عالم ارشاد فرماتا ہے۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ الْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَ الْكِتٰبِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَ مَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓئِكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا ۝ اے ایمان والو! ایمان رکھو اللہ اور اللہ کے رسول پر اور اس کتاب پر جو اپنے ان رسول پر اتاری اور اس کتاب پر جو پہلے اتاری اور جو نہ مانے اللہ اور اس کے فرشتوں اور کتابوں اور رسولوں اور قیامت کو تو وہ ضرور دور کی گمراہی میں پڑا۔ (النساء:۱۳۶)

اس آیت کے تحت حضرت علامہ مفتی احمد یار خان صاحب قبلہ نعیمی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: اے وہ لوگو! جو ایمان لا چکے ابھی اپنے پر مطمئن نہ ہو ابھی منزل دور ہے۔ راہ مار بہت ہیں، ایمان پر مرتے دم تک قائم رہو کہ اللہ پر اس کے رسول محمد مصطفیٰ ﷺ پر اور اس کتاب

پر جو اُن پر آہستگی سے اتری اور تمام ان کتابوں پر جو اگلے نبیوں پر اتریں ایمان قبول کئے رہو، ان میں سے کسی چیز کا انکار اپنے دل میں نہ آنے دو، خیال رکھو کہ بڑا پرانا مسلمان بھی اگر اللہ تعالیٰ یا اس کے فرشتوں یا اس کی کسی کتاب یا اس کے کسی رسول کا یا قیامت کا انکار کر بیٹھے تو وہ ایسا پرے درجے کا گمراہ ہوگا جسے ایمان سے کوئی تعلق نہ رہے گا۔

فرمان باری تعالیٰ ہے: اِنَّ الَّذِیۡنَ یَکۡفُرُوۡنَ بِاللّٰہِ وَ رُسُلِہٖ وَ یُرِیۡدُوۡنَ اَنۡ یُّفَرِّقُوۡا بَیۡنَ اللّٰہِ وَ رُسُلِہٖ وَیَقُوۡلُوۡنَ نُؤۡمِنُ بِبَعۡضٍ وَّ نَکۡفُرُ بِبَعۡضٍ ۙ وَّ یُرِیۡدُوۡنَ اَنۡ یَّتَّخِذُوۡا بَیۡنَ ذٰلِکَ سَبِیۡلًا ۙ۝ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡکٰفِرُوۡنَ حَقًّا ۚ وَّ اَعۡتَدۡنَا لِلۡکٰفِرِیۡنَ عَذَابًا مُّہِیۡنًا ۝ وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا بِاللّٰہِ وَ رُسُلِہٖ وَ لَمۡ یُفَرِّقُوۡا بَیۡنَ اَحَدٍ مِّنۡہُمۡ اُولٰٓئِکَ سَوۡفَ یُؤۡتِیۡہِمۡ اُجُوۡرَہُمۡ ؕ وَ کَانَ اللّٰہُ غَفُوۡرًا رَّحِیۡمًا ۝

وہ جو اللہ اور رسولوں کو نہیں مانتے اور چاہتے ہیں کہ اللہ سے اس کے رسولوں کو جدا کر دیں اور کہتے ہیں کہ ہم کسی پر ایمان لائے اور کسی کے منکر ہوئے اور چاہتے ہیں کہ ایمان و کفر کے بیچ میں کوئی راہ نکال لیں۔ یہی ہیں ٹھیک ٹھیک کافر اور ہم نے کافروں کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے اور وہ جو اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائے اور ان میں سے کسی پر ایمان میں فرق نہ کیا انہیں عنقریب اللہ ان کے ثواب دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (النساء:۱۵۰۔۱۵۲)

میرے پیارے آقا ﷺ کے پیارے دیوانو! اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ امت مصطفیٰ ﷺ کی ہدایت کے لئے کبھی ان کے سامنے اچھے لوگوں کے اعمال اور کارناموں کا ذکر فرماتا ہے تاکہ یہ امت اعمالِ حسنہ کی جانب مائل ہو اور کبھی برے لوگوں کے اعمال بد کا تذکرہ بھی فرماتا ہے تاکہ ان برے اعمال سے امت مصطفیٰ ﷺ بچے اور دور رہنے کی کوشش کرے۔ اس آیۂ کریمہ میں بھی یہودیوں، نصرانیوں کے کرتوتوں، بدکاریوں اور بدعقیدگیوں سے متنبہ فرما کر ان کے انجام بد سے آگاہ فرمایا جارہا ہے تاکہ ہم ان سے سبق حاصل کریں۔ چنانچہ ارشاد ہوا اے مسلمانو! یقین کر لو کہ یہ یہود و نصاریٰ وغیرہ جو درحقیقت اللہ کی ذات وصفات کے بھی منکر ہیں اور سارے نبیوں کے بھی منکر کیوں کہ وہ محمد رسول اللہ ﷺ کا انکار کر کے اللہ تعالیٰ اور اس کے

سارے نبیوں کا انکار کرتے ہیں۔ وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں میں جدائی کر دیں کہ اللہ تعالیٰ کو تو ماننے جاننے، اطاعت کرنے کا مستحق جانیں مگر اس کے رسولوں کو مستحق نہ جانیں۔ وہ اس کے مدعی ہیں کہ ہم بعض رسولوں پر تو ایمان اختیار کرتے ہیں اور بعض کے مراتب و درجات ونبوت کا انکار کرتے ہیں ان کا ارادہ ہے کہ نہ تو مومنوں کی طرح اللہ تعالیٰ اور سب رسولوں پر ایمان ہی لائیں اور نہ مشرکین و دہریوں وغیرہم کفار کی طرح سب کا انکار ہی کریں۔ وہ ایمان وکفر کے درمیان ایک اور راہ نکالنا چاہتے ہیں حالانکہ ایمان وکفر کے درمیان کوئی اور راہ نہیں ہے، دو ہی راستے ہیں ایمان یا کفر۔

جان رکھو ایسے لوگ پکے کافر ہیں جن میں ایمان کا شائبہ بھی نہیں۔ ہم نے ایسے تمام کافروں کے لئے آخرت میں وہ عذاب تیار کر رکھا ہے جو دائمی بھی ہوگا اور سخت تکلیف دہ بھی اور ساتھ ہی ان کے لئے بہت ذلت وخواری کا عذاب بھی لہٰذا تم ان چیزوں میں کچھ بھی تردد نہ کرو۔

مذکورہ آیات کی تشریح کے بعد آپ اچھی طرح سمجھ گئے ہوں گے کہ ہم جس طرح حضور رحمت عالم ﷺ کو نبی و رسول مانتے ہیں ویسے ہی اللہ کے جتنے بھی انبیا و رسل تشریف لائے ان سب پر بھی ہم ایمان رکھتے ہیں، ان میں سے کسی کی بھی تکذیب نہیں کرتے۔ البتہ ہمارے آقا جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ کے آخری نبی بن کر تشریف لائے اب حضور رحمت عالم ﷺ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آئے گا۔

☆☆☆☆

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: **مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ عَشَرَ صَلَوٰتٍ وَحَطَّ عَنْہُ عَشَرَ خَطِیْئَاتٍ"**. یعنی جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود پاک پڑھا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے اور دس گناہ محو فرمادیتا ہے۔ (ترمذی شریف)

الفاظِ درود مع فضائل

"اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْکَامِلِ وَعَلٰی اٰلِہٖ کَمَا لَانِھَایَۃَ لِکَمَالِکَ وَعَدَدَ کَمَالِہٖ"

☆ ایک بار پڑھنے سے ستر ہزار مرتبہ درود شریف پڑھنے کا ثواب ملتا ہے۔

☆ اگر کسی کو نسیان کی بیماری ہو تو نماز مغرب اور عشاء کے درمیان بلا تعداد اس درود شریف کو پڑھا کرے ان شاء اللہ یہ بیماری دور ہوجائے گی اور حافظہ بڑھ جائے گا۔

"اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ مَافِیْ عِلْمِ اللّٰہِ صَلٰوۃً دَائِمَۃً بِدَوَامِ مُلْکِ اللّٰہِ"

"یا اللہ! درود بھیج ہمارے سردار محمد ﷺ پر اس تعداد کے مطابق جو اللہ کے علم میں ہے، ایسا درود جو اللہ تعالیٰ کے دائمی ملک کے ساتھ دوامی ہو۔"

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اس درود شریف کو ایک بار پڑھا جائے تو چھ لاکھ بار درود شریف پڑھنے کا ثواب ملتا ہے۔

ہم غریبوں کے آقا پہ بے حد درود — ہم فقیروں کی ثروت پہ لاکھوں سلام

پروردگارِ عالم مذکورہ درود کا ثواب الحاج غلام احمد صالح مرحوم کی روح کو عطا فرما اور ان کی مغفرت فرما۔

آمدِ خیر الانام سے پہلے دنیا ظلمت کدہ تھی

حضور رحمت عالم ﷺ کی بعثت سے قبل دنیا کے حالات کیسے تھے اور مذہب کے نام پر لوگ کن کن بُرائیوں اور گمراہیوں میں مبتلا تھے؟ ویسے تو دنیا میں بہت ساری قومیں آباد تھیں لیکن وہ قومیں جو اپنی اپنی جداگانہ تہذیب رکھتی تھیں، جن کا اپنا ایک طرزِ حیات تھا وہ یہود، نصاریٰ، مجوس، ہنود اور قومِ عرب ہیں۔ بعثتِ نبوی ﷺ سے پہلے ان اقوام کے حالات کیا تھے ملاحظہ فرمائیں۔

قومِ یہود (اسرائیلیوں) کے حالات: حضرت یعقوب علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے صاحبزادے یہودا کی اولاد ہی دراصل یہود ہے، لیکن اب جو یہود بولا جاتا ہے تو اس سے مراد بنی اسرائیل کے تمام بارہ قبیلے ہیں۔ حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دورِ نبوت ہی میں یہودی بت پرستی اور بے دینی میں ملوث ہوگئے تھے۔ چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے بخت نصر کو ان پر مسلط فرمایا، اس نے ان کو ختم کرنا اور طرح طرح کی ایذائیں دینا شروع کردیا۔ اس کے بعد سے یہ مسلسل قید وبند، جلاوطنی، غلامی اور مظلومی کی زندگی گزارنے پر مجبور ہوگئے۔ جب قسطنطین اول نے عیسائی مذہب کو اختیار کیا اس کے بعد سے ان کی حالت بد سے بدتر ہوگئی۔ دنیا کے کسی بھی ملک میں نام کو بھی ان کی سلطنت باقی نہ رہ گئی تھی اور انہیں بحیثیت قوم کہیں تسلیم نہیں کیا جاتا تھا، کسی بھی ملک میں انہیں آزاد شہریوں کی طرح زندہ رہنے کا حق حاصل نہیں تھا "مَلْعُوْنِیْنَ اَیْنَمَا ثُقِفُوْآ" کے مطابق دنیا میں ہر جگہ وہ ذلت ورسوائی کی زندگی گزار رہے تھے، دینی ابتری کا یہ عالم تھا کہ کئی فرقوں میں بٹ چکے تھے۔

حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہد پاک سے لے کر حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام کے دورِ نبوت تک جتنے انبیائے کرام اور رسولانِ عظام تشریف لائے یہ ان سب کی تکذیب اور ان کی ایذارسانی میں ہمیشہ مصروف رہے۔ انہوں نے اللہ کی نازل کردہ کتابوں کا نہ صرف انکار کیا بلکہ ان میں تبدیلی وتحریف کے جرم عظیم کے مرتکب ہوئے۔ ان

کے درمیان رہنمائی کے لئے حقیقتاً اللہ کی کوئی کتاب تو نہ رہ گئی تھی اس لئے وہ اپنے احبار (پیشواؤں) کی من گھڑت خبروں اوران کے خودساختہ فتووں ہی پر اعتبار کرتے تھے۔وہ جو حرام کہتے اسے حرام سمجھتے اور جسے حلال بتاتے اسے حلال سمجھتے۔مُردار خوری، سودی لین دین اور دیگر محرماتِ الٰہیہ کاعلانیہ ارتکاب کرتے۔اسے قرآنِ مقدس نے اس طرح بیان فرمایا ہے۔

وَ اَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَ قَدْ نُهُوْا عَنْهُ وَ اَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ ؕ وَ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِیْنَ مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ۝ اور (ان پر لعنت کی) اس لئے کہ وہ سود لیتے حالانکہ وہ اس سے منع کئے گئے تھے اورلوگوں کا مال ناحق کھاجاتے اوران میں جو کافر ہوئے ہم نے ان کے لئے دردناک عذاب تیار کررکھا ہے۔ (سورۂ نسا،آیت:۱۶۱)

ان کے انہیں تمام اعمالِ قبیحہ اور گناہائے کبیرہ کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ نے انہیں ذلت و خواری کے دردناک عذاب میں مبتلا فرمادیا۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس قوم کی ہدایت کے لئے پے درپے انبیاورسل بھیجے لیکن ان اسرائیلیوں نے نہ کبھی ان کی تعظیم کی نہ ہی ان کی امداد وتعاون کیا بلکہ کئی انبیائے کرام مثلاً حضرت زکریا، حضرت یحییٰ وحضرت شعیا وغیرہم علیہم السلام کو ناحق قتل بھی کیا۔اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی اس بدترین تاریخ کو یوں بیان فرماتا ہے: وَ ضُرِبَتْ عَلَیْهِمُ الذِّلَّةُ وَ الْمَسْكَنَةُ وَ بَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا یَكْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَ یَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ بِغَیْرِ الْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّ كَانُوْا یَعْتَدُوْنَ ۝ اور ان پر مقرر کردی گئی خواری اور ناداری اور خدا کے غضب میں لوٹے۔یہ بدلہ تھا اس کا کہ وہ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے اور انبیا کو ناحق شہید کرتے۔یہ بدلہ تھا ان کی نافرمانیوں اور حد سے بڑھنے کا۔ (سورۂ بقرہ،آیت:۶۱)

حضور رحمتِ عالم ﷺ کی بعثت تک وہ انہیں تمام بداعمالیوں اور گمراہیوں میں مبتلا تھے۔پھر حضور محسنِ انسانیت ﷺ نے اس گمراہ اور بداعمال قوم کی اصلاح کا ارادہ فرمایا اور یہ چاہا کہ یہ قوم بھی دیگر اقوام کی طرح باعزت ہو جائے۔اسی خیال سے حضور رحمتِ عالم ﷺ نے مدینہ پہنچتے ہی ان سے معاہدہ فرماکر مساویانہ معاشرتی حقوق سے انہیں سرفراز فرمایا اور شریعتِ

مطہرہ کے احکام کو پیش کرکے ان کے عقیدوں کی اصلاح فرمائی اور افراطِ دینی کا بوجھ ان کے کاندھوں سے دور فرمایا۔

قومِ نصاریٰ (عیسائیوں) کے حالات: حضرتِ عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام نے بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں کے سامنے رُشد وہدایت کی تعلیم کے لئے اپنے بارہ شاگرد (حواری) منتخب فرمائے تھے۔آپ نے کماحقہٗ انہیں علم وحکمت سے نوازا لیکن آپ کے آسمان پر تشریف لے جانے کے بعد ان کے درمیان سخت اختلافات پیدا ہو گئے جس سے کئی فرقے پھوٹ پڑے۔اس فرقہ بندی میں بولص نام کے یہودی نے خاص کر اہم رول ادا کیا، یہ حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام اوران کے حواریوں کو تکلیفیں دیتا تھا لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب آسمان پر اٹھا لئے گئے تو یہ عیسائی بن کر گمراہ کرنے میں مصروف ہوگیا جس کی وجہ سے حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکار کئی فرقوں میں منقسم ہوگئے اور ہر فرقہ نے آپ کے متعلق الگ الگ عقیدہ بنالیا۔

نسطوری آپ کو خدا کا بیٹا کہتے تھے مرقوسی کہتے کہ خدا تین ہیں اور حضرتِ عیسیٰ ان میں سے ایک ہیں۔تین خدا کون ہیں؟ اس کی توجیہ میں بھی بڑے اختلافات تھے۔

حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمہ چھٹے پارے کی ایک آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ نسطوری آپ کو خدا کا بیٹا کہتے تھے، مرقوسی کہتے کہ وہ تین میں کے تیسرے ہیں اوراس کلمہ کی توجیہات میں بھی اختلاف تھا، بعض تین اقنوم مانتے تھے اور کہتے تھے کہ باپ، بیٹا، روح القدس، باپ سے ذات، بیٹے سے عیسیٰ، روح القدس سے ان میں حلول کرنے والی حیات مراد لیتے تھے تو ان کے نزدیک الٰہ تین تھے اوراس تین کو ایک بتاتے تھے "تَوحِید فِی التَّثلِیث" اور "تَثلِیث فِی التَّوحِید" کے چکر میں گرفتار تھے۔بعض کہتے تھے کہ عیسیٰ ناسوتیت اور الوہیت کے جامع ہیں، ماں کی طرف سے ان میں ناسوتیت آئی اور باپ کی طرف سے الوہیت آئی۔ **العیاذ باللہ تعالیٰ!**

قرآن مقدس ان کی ان بدعقیدگیوں کو بیان کرکے یوں مذمت فرماتا ہے "لَقَدْ كَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ" بے شک کافر ہیں وہ جو کہتے ہیں کہ اللہ وہی

مسیح مریم کا بیٹا ہے۔ (سورۂ مائدہ، آیت: ۷۲)

"لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ" بے شک کافر ہیں وہ جو کہتے ہیں اللہ تین خداؤں میں کا تیسرا ہے۔ (سورۂ مائدہ، آیت: ۷۳)

ان تمام بدعقیدگیوں کے ساتھ ساتھ کفارہ کا مسئلہ عیسائیت کی جڑوں کو کھوکھلی کررہا تھا، اس کی وجہ سے اعمالِ صالحہ سے بے رغبتی پیدا ہوگئی تھی، حضرتِ عیسیٰ کے نجات دہندہ ہونے کے عقیدہ کی آڑ میں ہر فرقہ اپنی نفسانی خواہشات کی مکمل طور پر پیروی کرتا تھا، اخلاق کا پورے معاشرہ میں کہیں نام ونشان بھی نہ تھا، ہر کوئی خودساختہ عقائد واحکام کے ذریعہ اپنی خواہشات کی تکمیل میں آزاد تھا۔ ان میں سے بعض کا یہ خیال تھا کہ حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہما الصلوٰۃ والسلام کے صدقے سرے سے انہیں عذاب میں گرفتار ہی نہیں کیا جائے گا اور بعض یہودیوں کے مثل یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ صرف چند دنوں کے لئے وہ گرفتارِ عذاب ہوں گے اس کے بعد انہیں ہمیشہ کے لئے جنت میں داخل کردیا جائے گا۔

ان کی ذلت ورسوائی اور بدعقیدگی کی یہی حالت تھی کہ اللہ کے آخری پیغمبر رحمۃ للعالمین ﷺ دنیا میں جلوہ گر ہوئے پھر آپ کی پیش کردہ تعلیمات اور ارشادات کے نتیجہ میں شام، مصر اور عراق وغیرہ کے عیسائیوں کو امن وامان کی زندگی میسر آئی اور اپنے غلط وخودساختہ معتقدات کو سدھارنے کا موقع ملا۔

قوم مجوس کے حالات: یافث بن نوح علیہ السلام کی اولاد میں ایک شخص پیدا ہوا جس کے کان پیدائشی طور پر بہت چھوٹے اور بال بہت لمبے تھے، اس وجہ سے اس کا نام میغ گوش رکھا گیا جو عربی میں لفظ مجوس سے متعارف ہوا، اس مذہب کا اصل بانی یہی ہے۔ اس نے اپنے آپ کو اوتار (آسمانی پیغمبر) کہنا شروع کیا اور لوگوں کو بتایا کہ آگ مظہرِ الٰہی ہے۔ لوگوں سے آگ منگوایا کرتا جس سے وہ لوگوں میں آگ والا نبی مشہور ہوا۔ اس نے لوگوں کو بتایا کہ آگ ہی روشنی کی خالق ہے اور اندھیرا ظلمت کا خالق ہے، اس طرح آگ اور اندھیرا یہ دونوں اس دین کے خالق کی حیثیت قرار پائے۔ آگ کو لوگ طاقت اور نیکی کا سرچشمہ اور ظلمت کو بدی کا خالق

سمجھنے لگے۔ آگ کے جب شعلے بلند ہوتے تو لوگ یہ اعتقاد کرتے کہ خالق جاگ رہا ہے اور انگاروں کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے کہ خالق سورہا ہے، رات ودن آتش کدہ میں لکڑیاں جلائی جاتیں، دن میں خوشبودار لکڑیاں اور رات میں صندل سے ابتدا کرتے اور پھر عام لکڑیاں جلاتے۔ مجوس بابل کا رہنے والا تھا پھر یہ مذہب ایران میں آیا، پہلے تو اسے عوامی مذہب کی حیثیت حاصل رہی پھر بعد میں ایرانی بادشاہ گستاشپ نے اسے قانونی حیثیت دے کر حکومت کا مذہب بنادیا۔ اس بادشاہ کا ایک بڑا وزیر زرتشت تھا، اس نے اس مذہب کے پیغمبر ہونے کا دعویٰ کیا اور ایک بہت بڑا آتش کدہ بنوایا اور سارے لوگوں سے اس کی پوجا کرواتا تھا۔ عبادت کے لئے بدھ کا دن مقرر تھا۔ یہ لوگوں سے صفیں بنوا کر آگ کی عبادت کرواتا اور خود امام بنا رہتا۔ لوگ اس کے حکم سے اس آتش کدہ کے آگے سجدے کرتے، اس کے سامنے کھڑے ہوکر ہاتھ باندھے دعائیں کرتے۔

اس نے ایک مذہبی کتاب بھی بنائی جس کا نام آرتھا رکھا۔ پہلے سے جو مجوسی مذہب چلا آرہا تھا اس میں کچھ اضافے کئے اور کچھ پابندیاں بڑھائی، اسی وجہ سے اسے مجوسی مذہب کے بانی دوم کی حیثیت حاصل ہے۔ یہ سو سال تک زندہ رہا۔ اس کے بعد اس مذہب کو خوب تقویت اور شہرت ملتی رہی، یہ مذہب روما اور امریکہ تک جا پہونچا۔ اس کا تیسرا بانی ہیراک لیٹس ہے۔

اس مذہب کے پیروکار داڑھی منڈانا مذہب کی پیروی سمجھتے، مونچھیں بڑی رکھتے، سر کے بال کانوں تک لمبے کرتے اور ننگے سر رہتے۔ لمبا، گون اور کمر پر زُنّار لٹکاتے۔

بعثتِ نبوی ﷺ تک اس قوم کی یہی حالت رہی پھر جب سرورِ کائنات ﷺ کی تعلیمات سے یہ قوم روشناس ہوئی تب اس کے سامنے دینِ حق کا حقیقی چہرہ نمایاں ہوا اور حضور رحمتِ عالم ﷺ کی تعلیماتِ رحمت نے دوسری اقوام کی طرح اس قوم کو بھی جبر واستبداد اور دینی بے راہ روی اور مذہبی آوارگی سے نجات عطا فرمائی۔

اہل ہند کے حالات: ملک ہندوستان پر یہاں کی بسنے والی قوموں کی قدیم تاریخ بالکل تاریک ہے۔ مہابھارت (جیسا کہ ہندوؤں کا خیال ہے) جنگ کے بعد یہ قوم اور یہ ملک مسلسل

زوال پذیر رہا، سارے ہندوستانی دو فریق میں بٹ گئے تھے اور دونوں برسوں تک ایک دوسرے سے برسر پیکار رہے حتیٰ کہ ایک وقت ایسا آیا کہ اس قوم کے چند افراد رہ گئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد سے تقریباً چھ سو سال پیشتر اس ملک میں بدھ مذہب ظہور پذیر ہوا اور برسوں تک یہ مذہب اپنے پیروکاروں میں اضافہ کرتا رہا پھر ایک وقت ایسا بھی آیا کہ یہ مذہب بھی زوال پذیر ہو گیا، اس کے بعد ملک ہندوستان کی حالت بد سے بدتر ہوگئی اور ہندو قوم فسق و فجور، فواحش اور معاصی میں مبتلا ہو کر رہ گئی۔ بدھ مذہب کے ختم ہونے کے بعد ہندوستانی کئی فرقوں میں بٹ گئے اور ملک بھر میں سیکڑوں دیوتاؤں کی پرستش ہونے لگی۔ کوئی بجلی پانی کو پوجتا، کوئی درخت، سانپ، بندر، گائے وغیرہ کی پرستش کرتا، کوئی اینٹوں اور پتھروں کو اپنا خدا مانتا۔ اس ملک میں انسانیت چار طبقوں میں منقسم تھی، برہمن، چھتری، ویش اور شودر۔ شودروں کے ساتھ نہایت ہی غیر انسانی سلوک برتا جاتا، کسی شودر کو برہمن کے گھاٹ سے پانی پینے کا حق حاصل نہیں تھا، شراب، جوا، بد کاری کو مذہب کا لباس پہنا دیا گیا تھا۔

پھر جب سندھ اور دیگر سمندری راستوں سے رسول اللہ ﷺ کی تعلیم رحمت کے فیض یافتہ مبلغین نے اس ملک کا رخ کیا تو یہاں کے باشندے حق سے روشناس ہونے لگے اور انہیں اپنی بدتہذیبی اور باطل پرستی کا احساس ہوا جس کے نتیجہ میں ہزاروں بلکہ لاکھوں نے دامنِ اسلام سے وابستہ ہونے میں ہی عافیت سمجھی اور اسی کو نجات کا بہترین راستہ سمجھ کر حلقہ بگوش اسلام ہونے لگے۔

اہلِ عرب کے حالات: عرب کی حالت دنیا کے تمام ممالک سے بدترین تھی، اہل حجاز مذہبی اعتبار سے اپنے رشتے کو حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے فخریہ منسلک کرتے، ویسے تو حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے مذہب کی کچھ رسمیں عربوں میں رائج تھیں، یہ اور بات ہے کہ ان رسموں کی شکلیں مسخ ہو چکی تھیں، ان کے انداز تبدیل ہو گئے تھے۔ مثلاً ملتِ ابراہیمی کی طرح یہ لوگ بھی حج کرتے لیکن ننگے ہو کر، ان کی طرح یہ لوگ بھی قربانی دیتے، مہمان نوازی اور وعدہ وفا کرنے میں اپنی مثال آپ تھے۔ ان کے علاوہ کچھ اور

اچھائیاں بھی عربوں میں تھیں، لیکن اگر ان میں موجود بُرائیوں پر نظر کی جائے تو اچھائیاں بالکل ہی معدوم نظر آتی ہیں۔

بدکاری اور زناکاری اور دوسرے قبیح افعال پر نادم ہونے کے بجائے فخر کیا کرتے تھے اور اشعار کے ذریعہ انہیں مشہور کرتے۔ شراب نوشی اور اسی طرح دیگر نشیلی چیزیں ان میں عام تھیں، انہیں کوئی عیب کی نگاہ سے نہیں دیکھتا تھا۔ باندیاں اور لونڈیاں رقص و سرود کے لئے پالی جاتی تھیں، ان سے زنا کا کاروبار چلتا تھا اور آمدنی ان کے مالک لے لیتے تھے۔ کسی عورت کو مالِ وراثت میں سے کچھ نہ ملتا، عورتیں اور بچے اپنے والدین اور دیگر رشتہ داروں کی وراثت سے قطعاً محروم تھے، صرف بالغ مردوں ہی کو وارث سمجھا جاتا تھا۔ اگر کسی کا شوہر مر جاتا تو اس پر اس کا کوئی بھی قریبی رشتہ دار حتیٰ کہ خود اس کا سوتیلا بیٹا اس پر حق جما کر اپنی زوجیت میں شامل کر لیتا۔ عورت کی رضامندی کو ہرگز ملحوظ نہ رکھا جاتا، بے پردگی اور جسم کی نمائش سارے معاشرے میں عام تھی، بڑی ہی بے حیائی کے ساتھ عورتیں اپنے جسم کی نمائش کرتیں۔ شریف خاندانوں کا حال یہ تھا کہ اپنی لڑکیوں کو زندہ زمین میں دفن کر دیتے یا گہرے کنوؤں میں ڈھکیل کر ہلاک کر دیتے، اس پر فخر بھی کیا جاتا اور اسے شرافت بھی سمجھا جاتا تھا۔ جوا بازی محبوب کھیل تھا اور جگہ جگہ جوا خانے موجود تھے۔ توہم پرستی اور خبیث روحوں کا اعتقاد عام تھا۔ کئی خیالی دیوتا اور دیویاں بنا لی گئی تھیں، ان کی عجیب عجیب صورتیں اور شکلیں متعین کی جاتیں اور انہیں کے مطابق بُت بنائے جاتے۔ ہر قبیلے کا تقریباً اپنا اپنا الگ بُت تھا۔ تقریباً سارا عرب بُت پرستی کا شکار تھا، بتوں کو سجدہ کیا جاتا، ان سے منتیں مانی جاتیں، اونٹ، گائے بکری وغیرہ کی قربانیاں پیش کی جاتیں۔ ہُبل، وُد، سُواع، یغوث، یعوق، نسر، لات، منات، عُزیٰ، دوار، اساف، نائلہ، عبعب اور ان جیسے سیکڑوں بُتوں کو عرب خُدا مانتے تھے۔

معمولی معمولی باتوں پر جنگیں چھڑ جاتیں اور برسوں تک ایک دوسرے کا خون بہایا جاتا اور کئی نسلوں تک ان جنگوں کا اثر باقی رہتا۔ حسب و نسب پر بہت فخر کیا جاتا اور ہر قبیلہ دوسرے قبیلے کو حقیر و ذلیل سمجھتا اور ایک دوسرے کو رسوا کرنے کی کوشش میں لگا رہتا۔

خیبر میں آباد یہود و نصاریٰ اگرچہ اپنے آپ کو اہل کتاب کہتے تھے لیکن ان کی حالت دیگر عربوں سے زیادہ مختلف نہ تھی۔

میرے پیارے آقا ﷺ کے پیارے دیوانو! دیگر ممالک کے باشندوں کی طرح بلکہ ان سے بھی بڑھ کر عرب کے باشندے اللہ کی نافرمانی اور معصیت میں مبتلا تھے۔ تقریباً تین سو ساٹھ بتوں کو پوجنے والے ان عربوں کی تقدیر اس وقت جگمگا اٹھی جب اللہ کے پیارے محبوب دانائے خفایا وغیوب رحمۃ للعالمین ﷺ ۵۷۱ءِ میں رشد و ہدایت اور حق و صداقت کا پیکر بن کر جلوہ گر ہوئے اور آپ نے وہ عظیم انقلاب برپا کیا کہ جس کے نورانی اثرات سے ساری دنیا خصوصاً عرب سے بُرائی اور بد عملی کا دور اپنے انجام کو پہنچا، جس کی برکتوں سے گمراہی اور بے دینی کا سد باب ہوگیا۔ سابقہ کتب الٰہیہ میں جو بشارت دی گئی تھی کہ خاتم النبیین جب مبعوث ہوں گے تو ساری دنیا سے کفر وشرک کی گھٹاٹوپ تاریکیوں کو دور فرما کر آفتابِ اسلام کی نورانی شعاعوں سے ساری دنیا کو منور کر دیں گے۔ پوری ہو چکی تھی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کا ذکر اس طرح فرمایا۔

"اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِیْلِ٘ یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ یَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ یُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَ یُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓىٕثَ وَ یَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَ الْاَغْلٰلَ الَّتِیْ كَانَتْ عَلَیْهِمْ"

وہ جو غلامی کریں گے اس رسول بے پڑھے غیب کی خبریں دینے والے کی جسے لکھا ہوا پائیں گے اپنے پاس توریت اور انجیل میں وہ انہیں بھلائی کا حکم دے گا اور بُرائی سے منع فرمائے گا اور ستھری چیزیں ان کے لئے حلال فرمائے گا اور گندی چیزیں ان پر حرام کرے گا اور ان پر سے وہ بوجھ اور گلے کے پھندے جو ان پر تھے اتارے گا۔ (سورۂ اعراف، آیت: ۱۵۷)

آمدِ مصطفیٰ ﷺ

نورِ مصطفیٰ ﷺ کی منتقلی: حضور رحمتِ عالم ﷺ کے والد گرامی حضرتِ عبداللہ بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس قدر حسین وجمیل تھے اور ان کے حسن و جمال کی شہرت اتنی زیادہ تھی کہ قریش کی عورتیں ان کی زوجیت میں آنے کی تمنا کرتی تھیں، حتی کہ کچھ عورتیں راستوں میں کھڑی ہو کر ان کو اپنی جانب متوجہ کرنے کی کوشش کرتیں۔

اہل کتاب کو بھی کچھ علامتوں اور نشانیوں سے پتہ چل گیا تھا کہ حضور رحمت عالم ﷺ کا وجود مبارک حضرت عبداللہ کی صلب میں ہے، چنانچہ کتابی ان سے دشمنی کرنے لگے اور انہیں ہلاک کرنے کے منصوبے بنانے لگے۔

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ حضرت عبداللہ شکار کے لئے تشریف لے گئے تھے کہ اہل کتاب کی ایک بہت بڑی جماعت شام کی جانب سے تلوار تان کر حضرت عبداللہ کے قتل کے ارادہ سے نمودار ہوئی، حضور اکرم ﷺ کے نانا حضرت وہب بن مناف بھی اسی جنگل میں موجود تھے، انہوں نے دیکھا کہ چند سوار جن کی شکل وصورت دنیا کے لوگوں سے مشابہ نہیں ہے، غیب سے ظاہر ہوئے اور حضرت عبداللہ کے پاس سے انہیں دور کرنے لگے، حضرت وہب بن مناف نے گھر آکر اپنے گھر والوں سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ اپنی بیٹی سیدہ آمنہ کا نکاح حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب سے کر دوں اور پھر یہ بات اپنے دوستوں کے ذریعہ حضرت عبدالمطلب کی خدمت میں پہنچائی، حضرتِ عبدالمطلب بھی یہی چاہتے تھے کہ حضرتِ عبداللہ کی شادی ہو جائے۔ اس سلسلے میں وہ کسی ایسی عورت کی جستجو میں تھے جو شرفِ حسب ونسب اور عفت میں ممتاز ہو، حضرت آمنہ بنت وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں یہ صفات موجود تھیں۔ حضرت عبدالمطلب نے اس رشتہ کو پسند کیا اور حضرت عبداللہ کا ان کے ساتھ نکاح کر دیا۔

روایات میں ملتا ہے کہ حضرت عبداللہ بنی اسد کی ایک عورت کے سامنے سے گزرے، یہ خانۂ کعبہ کے پاس کھڑی تھی اور اس کا نام رقیصہ یا قتیلہ بنت نوفل تھا۔ جب اس عورت کی نظر

حضرت عبداللہ پر پڑی تو وہ آپ کے حسن و جمال پر فریفتہ ہوگئی اور کہنے لگی وہ سو اونٹ جو تم پر فدا کئے گئے ہیں میرے ذمہ ہیں، میں پیش کروں گی۔ حضرت عبداللہ اس کی اس بات پر شرما گئے، اور انکار کر کے آگے نکل گئے۔

دوسرے دن ایک خثعمی عورت نے جو علم کہانت میں ماہر اور خوب مالدار تھی اس نے بھی اپنے مال کے ذریعہ حضرت عبداللہ کو ورغلانا چاہا۔ اسی طرح بہت سی عورتوں نے پیش کش کی، مگر حضرت عبداللہ کسی کے فریب میں نہ آئے، جب گھر تشریف لائے تو حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے زفاف ہوا اور نورِ محمدی ﷺ ان کی پشت مبارک سے منتقل ہو کر رحم آمنہ میں جلوہ فگن ہوا اور وہ حاملہ ہوگئیں۔ یہ منیٰ کے ایام تھے۔ پھر جب دوسری مرتبہ اس عورت کے سامنے سے حضرت عبداللہ گزرے تو اس عورت نے حضرت عبداللہ کی پیشانی میں وہ نور مبارک نہ پایا تو وہ ان سے کہنے لگی کیا اول مرتبہ میرے پاس سے جانے کے بعد تم نے کسی عورت سے صحبت کی ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں میں نے اپنی منکوحہ بی بی آمنہ بنت وہب سے زفاف کیا ہے۔ اس خثعمی عورت نے کہا اب مجھے تم سے کوئی سروکار نہیں، میں تو اس نورِ مبارک کی طلبگار تھی جو تمہاری پیشانی میں جلوہ افروز تھا، اب وہ دوسرے کے نصیب میں چلا گیا۔

جس رات نورِ مصطفےٰ ﷺ بطنِ سیدہ آمنہ میں منتقل ہوا، اس رات عالم ملکوت میں ندا کی گئی کہ سارے جہان کو انوارِ قدس سے منور کر دیا جائے اور زمین و آسمان کے تمام فرشتے خوشی و مسرت میں جھوم اُٹھیں اور داروغۂ جنت کو حکم ہوا کہ وہ فردوسِ اعلیٰ کو کھول دے اور سارے جہان کو خوشبوؤں سے معطر کر دے اور زمین و آسمان کے ہر طبقہ اور ہر مقام میں مژدہ سُنا دے کہ نورِ محمدی ﷺ آج کی رات رحم آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں منتقل ہو چکا ہے۔

حضرت علامہ شیخ عبدالحق محدثِ دہلوی یہ بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں ''ایسا کیوں نہ ہوتا کہ تمام خیرات و برکات، کرامات وسعادت اور انوار واسرار کا مصدر، اصل اصول بنی آدم، اس عالم میں تشریف لانے والا ہے اور اس کے ظہور کا وقت قریب آپہنچا ہے۔ یقیناً تمام جہاں والوں کو منور و مشرف اور مسرور ہونا چاہیے۔

قبلِ ولادت برکاتِ مصطفیٰ ﷺ کا ظہور: اس رات کی صبح روئے زمین کے تمام بت اوندھے پائے گئے، شیاطین کا آسمان پر چڑھنا ممنوع قرار دیا گیا اور دنیا کے تمام بادشاہوں کے تخت الٹ دئے گئے اور اس رات ہر گھر روشن و منور ہوا اور کوئی جگہ ایسی نہ تھی جو انوار قدس سے جگمگا نہ رہی ہو اور کوئی جانور ایسا نہ تھا جس کو قوتِ گویائی نہ دی گئی ہو اور اس نے بشارت نہ دی ہو، مشرق کے پرندوں نے مغرب کے پرندوں کو خوشخبریاں دیں۔

قریش کا یہ حال تھا کہ وہ شدید قحط اور عظیم تنگی میں مبتلا تھے، چنانچہ تمام درخت خشک ہو گئے تھے اور تمام جانور نحیف و لاغر ہو گئے تھے۔ پھر حق تعالیٰ نے بارش بھیجی، جہان بھر کو سرسبز و شاداب کیا، درختوں میں تروتازگی آئی، خوشی و مسرت کی ایسی لہر دوڑی کہ قریش نے اس سال کا نام ''سنۃُ الفتحِ و الابتهاجِ''، رکھا۔

سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ میرے شکم میں تھے کہ ایک دفعہ مجھ سے ایک ایسا نور نکلا جس سے سارا جہاں منور ہو گیا اور میں نے بصرہ کے محلات دیکھے۔ بصرہ شام کی جانب ایک شہر کا نام ہے۔

ندائے غیبی: حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں خواب و بیداری کی درمیانی حالت میں تھی کہ کسی نے ندا دی: اے آمنہ تم حمل سے ہو گویا کہ میں نہیں جانتی تھی کہ میں حمل سے ہوں۔ اس کے بعد بتایا کہ افضل الخلق سے حاملہ ہو (یعنی تمہارے بطن میں افضل الخلق ﷺ کا نور جلوہ گر ہے)۔ اس وقت مجھے معلوم ہوا کہ میں حمل سے ہوں اور فرماتی ہیں کہ حمل کے ہر مہینہ میں آسمان و زمین کے درمیان میں یہ آواز سنا کرتی کہ تمہیں مبارک ہو وہ وقت قریب آپہنچا ہے کہ ابوالقاسم ﷺ دنیا میں جلوہ افروز ہونے والے ہیں جو صاحبِ خیر و برکت ہیں۔

حضرتِ عبداللہ کی وفات: میرے پیارے آقا ﷺ کے پیارے دیوانو! حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شکمِ اقدس سے رسول اکرم ﷺ کے سوا اور کوئی فرزند تولد نہ ہوا اور نہ حضرت عبداللہ سے ہی حضور ﷺ کے سوا کوئی اور فرزند پیدا ہوا۔

حضور نبی اکرم نورِ مجسم ﷺ ابھی شکمِ مادر میں تھے کہ حضرت عبداللہ کی مدینہ منورہ میں وفات ہوئی، ان دنوں وہ بسلسلۂ تجارت قریش کے ساتھ تھے۔ جب واپسی میں مدینہ منورہ سے گزر ہوا تو قافلہ سے جدا ہو کر اپنے بھائیوں کے پاس جو بنی نجار میں سے تھے ٹھہر گئے۔ جب قافلہ کے لوگ مکہ مکرمہ پہنچے تو حضرت عبدالمطلب نے حضرت عبداللہ کے بارے میں دریافت کیا تو قافلہ والوں نے بتایا کہ ہم نے انہیں بیمار چھوڑا ہے۔ اس کے بعد حضرت عبداللہ کا انتقال ہو چکا تھا اور وہ دارِ نابغہ میں دفن کئے جا چکے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب حضرت عبداللہ نے وفات پائی تو فرشتوں نے مناجات کی کہ اے ہمارے رب! ہمارے سردار محمد مصطفیٰ ﷺ جو تیرے نبی اور تیرے حبیب ہیں یتیم ہو گئے؟ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ان کا میں حافظ و ناصر اور کفیل ہوں۔ ان پر صلوٰۃ وسلام بھیجو اور ان کے لئے برکتیں مانگو اور ان کے لئے دعائیں کرو۔

ولادت مبارک: حضور اکرم فخر آدم و بنی آدم ﷺ شکم مادر میں نو مہینے کامل رہے، مادر محترمہ نے عام عورتوں کی طرح کسی قسم کی گرانی، بار، درد اور طبیعت کی بدمزگی محسوس نہ کی۔

حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھے معلوم ہی نہ تھا کہ میں حمل سے ہوں، صرف اتنا تھا کہ حیض (ماہواری) بند ہو گیا تھا۔

حضرت سیدہ آمنہ فرماتی ہیں کہ جب مجھ پر وہ حالت طاری ہوئی جو عام طور پر عورتوں کو وضع حمل کے وقت درد وغیرہ ہوتا ہے تو میں گھر میں تنہا تھی اور حضرتِ عبدالمطلب طواف میں تھے۔ اس وقت میں نے ایک عظیم آواز سُنی جس سے میں خوفزدہ ہو گئی۔ اس کے بعد میں نے دیکھا ایک مرغ سفید کا بازو میرے سینے کو مَل رہا ہے تو میرا خوف اور وہ درد جاتا رہا پھر میں نے دیکھا کہ میرے پاس ایک سفید شربت کا پیالہ لایا گیا، میں نے اسے پیا اور سکون وقرار حاصل ہوا، پھر میں نے نور کا ایک بلند مینار دیکھا اس کے بعد اپنے پاس بلند قامت والی عورتیں دیکھیں جن کا قد عبد مناف کی لڑکیوں کی مانند کھجور کے درختوں کی طرح ہے۔ میں نے تعجب کیا یہ کیا! یہ کہاں سے آ گئیں؟ اس پر ان میں سے ایک نے کہا میں آسیہ (فرعون کی بیوی) ہوں، دوسری

نے کہا: میں مریم بنت عمران ہوں اور یہ عورتیں حورِعین ہیں اور میرا حال بہت سخت ہو گیا اور ہر گھڑی عظیم سے عظیم تر آوازیں سنتی جس سے خوف معلوم ہوتا تھا۔ اسی دوران میں نے دیکھا کہ ایک فرش زمین و آسمان کے درمیان کھنچا گیا اور میں نے دیکھا کہ زمین و آسمان کے درمیان بہت سے لوگ کھڑے ہیں جن کے ہاتھوں میں چاندی کے آفتابے ہیں پھر میں نے دیکھا کہ پرندوں کا ایک جھنڈ میرے سامنے آیا یہاں تک کہ میرا کمرہ ان سے بھر گیا، ان کی چونچیں زُمرّد کی اور ان کے بازو یاقوت کے تھے اور حق تعالیٰ نے میری آنکھوں سے پردہ اٹھا دیا اور میں نے مشارق و مغارب کو دیکھا اور میں نے دیکھا کہ تین علم ہیں، ایک مشرق میں اور ایک مغرب میں اور ایک خانۂ کعبہ کے اوپر نصب ہے۔ پھر مجھے دردِ زِہ ہوا اور محمد (ﷺ) متولد ہوئے۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ آپ سجدے میں ہیں اور دونوں انگشتہائے مُسَبِّحَہ آسمان کی جانب اٹھائے ہوئے ہیں اور تضرع کی مانند گریاں کناں ہیں۔ اس کے بعد میں نے ایک سفید بادل دیکھا جس نے انہیں میری نظروں سے چھپا دیا اور میں نے کسی کی آواز سُنی جو کہہ رہا تھا: انہیں زمین کے مشارق و مغارب کی سیر کراؤ اور ان کے شہروں میں گشت کراؤ تاکہ وہاں کے رہنے والے آپ کے اسم مبارک اور نعت وصورت کو پہچان لیں اور جان لیں کہ آپ کی صفت ''ماحی'' جو کہ شرک کے آثار کو محو وفنا کریں گے۔

میرے پیارے آقا ﷺ کے پیارے دیوانو! حضور ﷺ کی ولادت کے بارے میں سب سے زیادہ صحیح و مشہور قول یہ ہے کہ اصحابِ فیل کے واقعہ کے پچپن روز بعد ۱۲/ربیع الاول مطابق ۲۰/اپریل ۵۷۱ء کو بروزِ دوشنبہ آپ کی ولادت ہوئی ہے۔ اہل حجاز کے عمل سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کیوں کہ وہ مولد النبی ﷺ کی زیارت کو ۱۲/ربیع الاول ہی کو جاتے ہیں اور اسی دن میلاد شریف کی محفلیں منعقد کرتے ہیں۔

ربیع الاول اور دوشنبہ (پیر) کا انتخاب: اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضور سید عالم ﷺ کی ولادت پاک کے لئے ماہِ ربیع الاول اور پیر کے دن کا انتخاب فرما کر یہ واضح فرما دیا کہ دنیا کی کوئی چیز حضور رحمۃ للعالمین ﷺ کو کوئی بزرگی نہیں دے سکتی بلکہ دنیا کی ہر چیز رسول اللہ ﷺ سے

منسوب ہونے کے بعد مقدس و بزرگ ہو جاتی ہے۔اسی کو حضرت شیخ عبد الحق محدثِ دہلوی علیہ الرحمہ یوں بیان فرماتے ہیں۔

حق یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے کسی زمانہ کے ساتھ شرافت و بزرگی حاصل نہیں کی ہے بلکہ زمانہ نے آپ سے شرافت و بزرگی پائی ہے جس طرح کہ دیگر مکاناتِ مقدسہ ہیں۔مکان کو مکین سے شرافت و بزرگی حاصل ہوتی ہے اور یہی حکمت ہے کہ حضور ﷺ کی ولادت مبارکہ کسی ایسے مہینہ میں نہیں ہوئی جو بزرگی و برکت کے ساتھ مشہور ہو جیسے ماہِ محرم، ماہِ رجب، ماہِ رمضان وغیرہ اور یہی حکمت دن کی ہے، کیوں کہ تمام دنوں میں جمعہ کا دن افضل ہے اور اسی دن آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اور اس دن میں ایک ساعت ایسی ہے کہ اس ساعت میں جو دعا مانگی جائے مستجاب ہوگی، لیکن یہ ساعت اس ساعت کو کہاں پہنچ سکتی ہے کہ جس ساعت میں سید المرسلین ﷺ نے تولد فرمایا۔

پیر کا روزہ: مدارج النبوۃ میں ہے کہ پیر کے دن روزہ رکھنا اس لحاظ سے کہ اس دن کو حضور اکرم ﷺ کی ولادت شریف سے بزرگی و کرامت حاصل ہوئی ہے مستحب ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ حضور ﷺ دوشنبہ کو روزہ رکھا کرتے تھے اور جب اس دن روزہ رکھنے کی وجہ دریافت کی گئی تو فرمایا میں اس دن پیدا ہوا اور اسی دن مجھ پر وحی نازل کی گئی۔(رواہ مسلم)

نورانی ابر: حضرت علامہ شیخ عبد الحق محدثِ دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں: سیدہ آمنہ فرماتی ہیں کہ جب حضور کو لٹایا گیا تو میں نے ایک بہت بڑا نورانی ابر (بادل) دیکھا جس میں گھوڑوں کے ہنہنانے اور بازؤں کے پھڑ پھڑانے اور لوگوں کے باتیں کرنے کی آوازیں سنیں یہاں تک کہ اس ابر نے حضور کو ڈھانپ لیا اور میری نظروں سے غائب ہو گئے۔اس وقت میں نے ایک منادی کو ندا کرتے سنا، وہ کہہ رہا تھا حضور کو زمین کے جملہ گوشوں میں پھراؤ اور جن و انس کی روحوں پر گشت کراؤ، فرشتوں، پرندوں اور چرندوں کو زیارت کراؤ اور ان کو حضرت آدم کے اخلاق، حضرت شیث کی معرفت، حضرت نوح کی شجاعت، حضرت ابراہیم کی خلت، حضرت اسماعیل کی زبان، حضرت اسحاق کی رضا، حضرت

صالح کی فصاحت، حضرت لوط کی حکمت، حضرت یعقوب کی بشارت، حضرت موسیٰ کی شدت، حضرت ایوب کا صبر، حضرت یونس کی طاعت، حضرت یوشع کا جہاد، حضرت داؤد کا لحن اور آواز، حضرت دانیال کی محبت، حضرت الیاس کا وقار، حضرت یحییٰ کی عصمت اور حضرت عیسیٰ کے زہد کا پیکر بناؤ اور تمام نبیوں کے دریائے اخلاق میں غوطہ دو۔(علیہم الصلوٰۃ والسلام)

حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ اس کے بعد وہ ابر مجھ سے کھل گیا تو میں نے دیکھا کہ سبز ریشمی کپڑے میں حضور خوب لپٹے ہوئے ہیں اور چشمہ کی مانند اس حریر سے پانی ٹپک رہا ہے اور کوئی کہنے والا کہتا ہے ماشاء اللہ ماشاء اللہ حضور کو تمام دنیا پر کس شان سے بھیجا گیا۔دنیا کی کوئی مخلوق ایسی نہیں ہے جو آپ کی تابع فرمان نہ ہو، سب ہی کو آپ کے قبضۂ قدرت میں دیا گیا ہے۔پھر جب میں نے آپ کی طرف نظر کی تو میں نے دیکھا کہ گویا آپ چودھویں رات کے چاند کی مانند چمک رہے ہیں اور آپ کے جسم اطہر سے مشک و عنبر کی لپٹیں آرہی ہیں اور تین شخص کھڑے ہیں۔ایک کے ہاتھ میں چاندی کا آفتابہ ہے، دوسرے کے ہاتھ میں سبز زمرد کا طشت ہے اور تیسرے کے ہاتھ میں سفید حریر ہے۔اس کے بعد انہوں نے ایک انگشتری نکالی جس سے دیکھنے والوں کی نظریں جھپک گئیں۔پھر اسے سات مرتبہ دھویا اور اس انگشتری سے آپ کے شانوں کے درمیان مہر کیا اور حریر میں لپیٹ کر اٹھا لیا اور کچھ دیر اپنے آغوش میں لے کر میرے سپرد کر دیا۔

کعبہ جھک گیا: حضرت عبد المطلب سے منقول ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں شب ولادت کعبہ کے پاس تھا جب آدھی رات ہوئی تو میں نے دیکھا کہ کعبہ مقام ابراہیم کی طرف جھکا اور سجدہ کیا اور اس سے اس طرح تکبیر کی آواز آئی ''اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ رَبُّ مُحَمَّدِنِ الْمُصْطَفٰی اَلْآنَ قَدْ طَهَّرَنِیْ رَبِّیْ مِنْ اَنْجَاسِ الْاَصْنَامِ وَ اَرْجَاسِ الْمُشْرِکِیْنَ'' اللہ بلند و بالا ہے، اللہ بلند و بالا ہے، وہ رب ہے محمد مصطفیٰ کا۔اب مجھے میرا رب بتوں کی پلیدی اور مشرکوں کی نجاست سے پاک فرمائے گا۔اور غیب سے آواز آئی ''رب کعبہ کی قسم! کعبہ کو برگزیدگی ملی۔خبردار ہو جاؤ کعبہ کو ان کا قبلہ، ان کا مسکن ٹھہرایا اور وہ بت جو کعبہ کے ارد گرد نصب

تھے ٹکڑے ہوگئے اور سب سے بڑا بت جسے ہُبُل کہتے تھے، منہ کے بل گر پڑا تھا۔ ندا آئی کہ سیدہ آمنہ سے محمد پیدا ہوگئے اور ابر رحمت ان پر اتر آیا ہے۔

محلِ کسریٰ لرز اٹھا: حضور رحمتِ عالم ﷺ کی ولادت کے وقت ویسے تو بے شمار برکتوں اور نشانیوں کا ظہور ہوا لیکن سب سے زیادہ مشہور و روشن اور حیرت و تعجب میں ڈالنے والی بات کسریٰ کے محل کا لرزنا، کانپنا اور اس کے چودہ کنگرے کا گر پڑنا ہے اور بعض علما نے چودہ کے عدد سے اس طرف اشارہ ہونا مراد لیا ہے کہ ان کی بادشاہی چودہ آدمیوں تک ہوگی۔ چنانچہ چار سال میں دس لوگوں نے بادشاہی کی اور بقیہ چار نے زمانۂ خلافتِ امیر المومنین سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک یکے بعد دیگرے بادشاہی کی۔

اسی دوران فارس کے سب سے بڑے قاضی جسے وہ ''موبداں'' کہتے ہیں اس نے خواب دیکھا کہ قوی و توانا اونٹ اور چست و چالاک عربی گھوڑے دوڑتے آ رہے ہیں اور دجلہ کو پار کر کے شہروں میں پھیل گئے ہیں۔ مُعَبِّروں نے اس کی یہ تعبیر دی کہ بلادِ عرب میں کوئی واقعہ رونما ہوگا جس کی وجہ سے ممالک عجم مفتوح و مغلوب ہوں گے۔ کسریٰ نے اس حال کی جستجو میں کچھ لوگوں کو کاہنوں کے پاس اور خصوصاً ''سطیح'' کے پاس بھیجا جو علم کہانت میں سب سے زیادہ ماہر تھا، چنانچہ کسریٰ کے ایلچی سطیح کے پاس آئے تو وہ موت کے سکرات میں مبتلا تھا، انہوں نے سلام کیا اور کسریٰ کی تحیت پہنچائی، اس سے کوئی جواب نہ سنا گیا۔ چند اشعار پڑھے جن میں کسریٰ کا سوال مضمر (پوشیدہ) تھا اور اس کے حال کا استکشاف (طلب حقیقت) تھا۔ سطیح نے جب ان شعروں کو سنا تو ہنس کر کہنے لگا یہ وقت ہے جب قرآن کی تلاوت ہوگی اور صاحب عصا ظاہر ہوگا یعنی محمد رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوں گے، وادئ سماوہ جاری ہوگا اور دریائے ساوی خشک ہوکر پانی اتر جائے گا، فارس کا آتشکدہ بجھ جائے گا، سطیح کی زندگی کا درخت اس دنیا میں نہ رہے گا۔ سطیح اتنی بات کہہ کر گر پڑا اور مر گیا۔

بت بول اٹھا: شبِ ولادتِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا کو ظاہر ہونے والی نشانیوں میں سے ایک نشانی بتوں کا اوندھے منہ گرنا اور ان کا ذلیل و خوار ہونا ہے۔ قریش کا ایک بُت تھا، وہ ہر

سال اسی بت کے نزدیک آتے، عید اور جشن مناتے اور اس کے سامنے اعتکاف کرتے۔ ایک رات انہوں نے دیکھا کہ وہ بت اوندھا پڑا ہوا ہے، انہوں نے اٹھا کر اپنی جگہ کھڑا کیا مگر وہ دوبارہ گر پڑا پھر کھڑا کیا سہ بارہ پھر گر پڑا۔ جب انہوں نے اس حال کا مشاہدہ کیا تو وہ بہت غمگین و ملول ہوئے اور اسے اپنی جگہ مضبوط کر کے باندھ دیا۔ اس وقت اس بت کے خول سے یہ آواز سنی، وہ کہہ رہا تھا:

تَرَدّٰی بِمَوْلُوْدٍ اَضَاءَتْ بِنُوْرِہٖ
جَمِیْعُ فُجَاجِ الْاَرْضِ بِالشَّرْقِ وَ الْغَرْبِ
وَ خَرَّتْ لَہُ الْاَوْثَانُ طُرًّا وَّ رَعَدَتْ
قُلُوْبُ مُلُوْکِ الْاَرْضِ جَمْعًا مِّنَ الرُّعْبِ

یعنی مولود کو چادر اڑھائی گئی جس کے نور کی شعاعوں سے زمین کے مشارق و مغارب کی راہیں روشن ہوگئیں اور اس کی حرارت سے تمام بت گر پڑے اور اس کے رعب و دبدبہ سے زمین کے بادشاہوں کے دل دہل گئے۔

☆☆☆☆☆

بعثتِ مصطفیٰ ﷺ

جب حضور اکرم ﷺ کی مقدس زندگی کا چالیسواں سال شروع ہوا تو اچانک آپ کی ذاتِ اقدس میں کئی تبدیلیاں رونماں ہونے لگیں، اچانک آپ خلوت پسند ہو گئے، تنہائی میں بیٹھ کر خدا کی عبادت کرنے کا جذبہ بہت بڑھ گیا، اکثر اوقات آپ کو غور وفکر میں مصروف دیکھا جاتا اور آپ اکثر اوقات اللہ کی قدرت کے مشاہدہ اور کائناتِ عالم کے معائنہ میں مصروف رہتے۔ حضور سید عالم ﷺ کو اچھے اچھے خواب نظر آتے اور خواب میں جو کچھ دیکھتے بالکل ویسا ہی ہوتا۔ مکہ مکرمہ سے تقریباً تین میل کی دوری پر جبل حرا واقع تھا جسے جبل نور بھی کہا جاتا ہے۔ آپ کئی کئی دنوں کا کھانا، پانی ساتھ لے کر اس غار میں اکثر جانے لگے۔ اس جگہ سے حضور جمالِ کعبہ سے چشم مبارک کو روشن بھی فرماتے اور عبادتِ الٰہی بھی کرتے اور رب العزت کی جانب متوجہ ہوکر عالم استغراق میں بیٹھا بھی کرتے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت میں سے جو کچھ آپ کے نزدیک ثابت تھا یا ہر وہ چیز جو آپ کے نزدیک انبیائے سابقین علیہم السلام کی شریعت میں ثابت تھی یا جو چیز آپ کی بصیرت میں مستحسن تھی اس پر عمل فرماتے تھے۔ آپ اپنے کاشانۂ اقدس سے کچھ کھانا لے جایا کرتے اور جب کھانا ختم ہو جاتا یا گھر والوں کی جانب رجحان ہوتا تو پہاڑ سے اتر آتے، اس کے بعد آپ توشہ لے کر دوبارہ تشریف لے جاتے۔ بعض روایتوں میں آیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ ہر سال ایک مرتبہ مکہ کی بستی سے باہر تشریف لے جاتے اور ایک ماہ غارِ حرا میں خلوت گزیں رہتے۔

آغاز وحی: جب ایامِ وحی قریب آئے تو آپ نے خلوت وعبادت میں کثرت کر دی اور التزام شروع فرما دیا۔ یکا یک آپ پر وحی کا ظہور ہوا، وحی اتری اور قرآن مجید نازل ہوا۔ چنانچہ جب حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں فرشتہ وحی لے کر حاضر ہوا تو اس نے کہا: اے محمد (ﷺ) آپ کو مژدہ ہو کہ میں جبرئیل ہوں اور مجھے حق تعالیٰ نے آپ کے پاس بھیجا ہے، آپ امت کی جانب

خدا کے رسول ہیں۔ آپ جن وانس کو کلمہ طیبہ ''لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ '' کی دعوت دیجئے اور کہا: اے محمد! ''اقرأ'' پڑھیے۔ حضور نے فرمایا: ''مَا اَنَا بِقَارِی '' میں پڑھنے والا نہیں۔ اس کے بعد جبریل نے اپنی آغوش میں لیا اور پوری گرمجوشی کے ساتھ معانقہ کیا، پھر چھوڑ کر کہا ''اِقْـرَأْ'' پڑھیے۔ حضور نے پھر فرمایا: ''مَا اَنَا بِقَارِی ''میں پڑھنے والا نہیں۔ فرشتہ نے دوسری مرتبہ پھر آپ کو پوری قوت کے ساتھ اپنے سینے سے چمٹایا اور چھوڑ کر کہا ''اِقْرَأْ'' پڑھیے۔ حضور نے پھر وہی فرمایا: ''مَآ اَنَا بِقَارِی ''میں پڑھنے والا نہیں۔ تیسری مرتبہ پھر فرشتہ نے آپ کو پورے زور کے ساتھ اپنے سینے سے لگا کر چھوڑا اور کہا ''اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ اِقْرَأْ وَ رَبُّکَ الْاَکْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ'' یعنی پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔ آدمی کو خون کی پھٹک سے بنایا۔ پڑھو اور تمہارا رب ہی سب سے بڑا کریم۔ جس نے قلم سے لکھنا سکھایا۔ آدمی کو سکھایا جو نہ جانتا تھا۔

حضرت جبریل علیہ السلام کا آغوش میں لے کر دبانا یہ ایک قسم کا حضور اکرم ﷺ کے وجود گرامی میں ملکوتی انوار داخل کر کے تصرف کرنا تھا تاکہ آپ وحی کے قبول کرنے میں آمادہ اور اس کے ماسوا سے خالی و بے التفات ہو جائیں نیز اس میں اس قول کے وزنی ہونے کی جانب اشارہ ہے جو آپ کی جانب اِلقا ہونے والا ہے۔

اس کے بعد حضرت جبریل علیہ السلام نے زمین پر پاؤں مارا اور چشمہ نکالا، اس سے وضو کیا جو کلی کرنے، ناک میں پانی ڈالنے، چہرہ اور دونوں ہاتھ پاؤں دھونے اور سر کا مسح کرنے پر مشتمل تھا۔ اس فعل کے ذریعہ حضور کو وضو کرنا سکھانا مقصود تھا۔ اس کے بعد حضور نے بھی وضو کیا پھر جبریل نے ایک چلو پانی لے کر حضور اکرم ﷺ کے چہرۂ انور پر چھینٹا دیا اور آگے بڑھ کر دو رکعت نماز پڑھائی، حضور ان کے مقتدی بنے۔ اس کے بعد جبریل نے عرض کیا کہ اسی طرح وضو کرنا اور نماز پڑھنا ہے۔ پھر جبریل علیہ السلام آسمان پر چڑھ گئے اور حضور ﷺ نے مکہ مکرمہ کی جانب مراجعت فرمائی۔

پڑھنے سے انکار کی وجہ: حضرت جبریلِ امین علیہ السلام کے بار بار ''اِقْـرَأْ'' عرض کرنے پر حضور ﷺ ''مَا اَنَا بِقَارِی'' اس لئے فرما رہے تھے کہ آپ غارِ حرا میں ذکرِ الٰہی سے لطف اندوز ہو رہے تھے، قلب اقدس پر عجیب کیف کا عالم طاری تھا، اس لئے آپ نے یہ گوارا نہ فرمایا کہ قلبِ مبارک جو محبوبِ حقیقی کی یاد میں سرشار ہے اور جس پر استغراق کی اعلیٰ ترین کیفیت طاری ہے وہ کسی دوسرے کی جانب متوجہ ہو جائے۔ پھر جب جبریلِ امین نے چوتھی مرتبہ اسی محبوب حقیقی کے نام کی برکت سے پڑھنے کی گزارش کی تو آپ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور سورۂ اقرا کی پانچ آیتیں تلاوت فرمائیں۔

مکہ کو واپسی: اس وقت یہ عالم تھا کہ ہر شجر و حجر کہتا تھا ''اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ'' جب حضور نے مکہ کی طرف مراجعت فرمائی تو آپ کا قلب مبارک اور کنپٹیوں کا گوشت لرز رہا تھا جس طرح خوف و دہشت کے وقت ہوا کرتا ہے یا جیسے کہ گائے کے ذبح کے وقت ہوتا ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آکر فرمایا ''زَمِّلُوْنِیْ زَمِّلُوْنِیْ'' مجھے کمبل اڑھاؤ، مجھے کمبل اڑھاؤ۔ انہوں نے آپ کے جسم انور پر کمبل ڈالا اور چہرۂ انور پر سرد پانی کے چھینٹے دیئے تاکہ خوف دور ہو۔ آپ نے حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سارا حال بیان کیا اور فرمایا ''لَقَدْ خَشِیْتُ عَلٰی نَفْسِیْ'' مجھے ڈر ہے کہ میں کہیں خطرے میں نہ پڑ جاؤں۔ حضرت سیدہ خدیجہ نے عرض کیا ''کَلَّا وَاللّٰہِ لَا یُخْزِیْکَ اللّٰہُ اَبَدًا اِنَّکَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَ تَصْدُقُ الْحَدِیْثَ وَ تَحْمِلُ الْکَلَّ وَ تُکْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَ تَقْرِی الضَّیْفَ وَ تُعِیْنُ عَلٰی نَوَائِبِ الْحَقِّ......'' آپ غم نہ کھائیے اور خوش رہیئے کیوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو کسی خطرے میں نہ ڈالے گا اور نہ آپ کو کسی کے آگے ذلیل و رسوا ہونے دے گا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ اچھائی ہی فرمائے گا کیوں کہ آپ صلہ رحمی فرماتے ہیں، عیال کا بوجھ اٹھاتے ہیں، ریاضت و مجاہدہ کرتے ہیں، مہمان نوازی فرماتے ہیں، بیکسوں اور مجبوروں کی دستگیری کرتے ہیں، محتاجوں اور غریبوں کے ساتھ بھلائی کرتے ہیں، لوگوں کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آتے ہیں، لوگوں کی سچائی میں ان کی مدد اور ان کی برائی سے

حذر فرماتے ہیں، یتیموں کو پناہ دیتے ہیں، سچ بولتے ہیں اور امانتیں ادا فرماتے ہیں۔

حضور ﷺ ورقہ بن نوفل کے پاس: جب حضور اکرم ﷺ نے اپنا حال مبارک بیان فرمایا تو سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بہت خوش ہوئیں، اس کے بعد سیدہ خدیجہ اس حالت کی تائید و تقویت کی غرض سے حضور اکرم ﷺ کو اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں، ورقہ بن نوفل بہت بوڑھے تھے، یہ قریش کے طور و طریق اور جاہلیت کی رسوم سے نکل کر حقیقی دین عیسوی اختیار کر کے موحد بن گئے تھے، ان کو انجیل کا علم خوب آتا تھا اور وہ انجیل سے عربی زبان میں کچھ لکھا کرتے تھے، وہ عبرانی زبان کو بھی جانتے تھے۔ ان سے سیدہ خدیجہ نے کہا: اے میرے چچا زاد بھائی! اپنے بھتیجے کی بات تو سنئے وہ کیا فرماتے ہیں؟ ورقہ نے حضور ﷺ سے دریافت کیا، کیا بات ہے؟ حضور ﷺ نے اپنا تمام حال جو گزر چکا تھا ان سے بیان فرما دیا۔ یہ سن کر ورقہ نے کہا: یہ وہ ناموس ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا تھا۔ اے محمد (ﷺ) آپ کو مبارک و خوشی ہو کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ وہ نبی ہیں جس کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بشارت دی کہ میرے بعد ایک رسول مبعوث ہوگا جس کا نام نامی احمد ہے۔

قریب ہے کہ آپ کافروں کے ساتھ جہاد و قتال پر مامور ہوں۔ کاش! میں اس دن تک زندہ رہتا اور جوان، قوی اور توانا ہوتا جب آپ کی قوم آپ کو اس جگہ سے نکالے گی۔ حضور ﷺ نے فرمایا کیا وہ مجھے یہاں سے نکال دیں گے؟ ورقہ نے کہا ہاں آپ جو کچھ لے کر تشریف لائے ہیں اس کی مانند کوئی ایک شخص لے کر کبھی نہیں آیا، اس کے باوجود ان سے دشمنی کی گئی اور انہیں ایذائیں پہنچائی گئیں۔ مطلب یہ کہ سنت الٰہی اسی طرح جاری ہے کہ کافر لوگ ہمیشہ نبیوں کے دشمن رہے ہیں اور کوئی نبی ایسا نہیں آیا جس سے کافروں نے دشمنی نہ کی ہو۔ اگر میں نے آپ کا وہ دن پایا تو میں آپ کی پوری پوری نصرت و مدد کروں گا۔

پھر کچھ عرصہ کے بعد ورقہ نے وفات پائی اور ظہور دعوت کا زمانہ انہوں نے نہ پایا لیکن وہ حضور ﷺ پر ایمان لانے والوں اور آپ کی تصدیق کرنے والوں میں سے ہیں۔

اس کے بعد کچھ دنوں تک وحی اترنے کا سلسلہ بند ہوگیا اور حضور ﷺ وحی کے انتظار میں مضطرب اور بے قرار رہنے لگے یہاں تک کہ ایک دن حضور ﷺ کہیں گھر سے باہر تشریف لے جارہے تھے کہ کسی نے ''محمد'' کہہ کر آپ کو پکارا۔ آپ نے آسمان کی طرف سر اٹھا کر دیکھا تو یہ نظر آیا کہ وہی فرشتہ (حضرت جبریل علیہ السلام) جو غارِ حرا میں آیا تھا آسمان وزمین کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا ہوا ہے۔ یہ منظر دیکھ کر آپ کے قلب مبارک میں ایک خوف کی کیفیت پیدا ہوگئی اور آپ مکان پر آکر لیٹ گئے اور گھر والوں سے فرمایا کہ مجھے کمبل اڑھاؤ، مجھے کمبل اڑھاؤ۔ چنانچہ آپ کمبل اوڑھ کر لیٹے ہوئے تھے کہ ناگہاں آپ پر سورۂ مدثر کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں اور رب تعالیٰ کا فرمان اتر پڑا کہ ''یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ o قُمْ فَاَنْذِرْ o وَ رَبَّكَ فَكَبِّرْ o وَ ثِیَابَكَ فَطَهِّرْ o وَ الرُّجْزَ فَاهْجُرْ'' یعنی اے بالاپوش اوڑھنے والے! کھڑے ہوجاؤ پھر ڈر سناؤ اور اپنے رب ہی کی بڑائی بولو اور اپنے کپڑے پاک رکھو اور بتوں سے دور رہو۔ (بخاری، ج:۱، ص:۳)

☆☆☆☆

مقاصد بعثت رسول ﷺ

میرے پیارے آقا ﷺ کے پیارے دیوانو! ہمارے ذہنوں میں یہ خیال آتا ہوگا کہ آخر اللہ عزوجل نے انبیا ومرسلین کو کیوں مبعوث فرمایا اور ان کے دنیا میں آنے کی کیا وجہ تھی۔ اس سلسلہ میں چند سطور ضبط تحریر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو دنیا میں مبعوث فرمایا اس کی چند وجہیں ہیں۔

تلاوت قرآن

اللہ عزوجل نے قرآن مقدس میں ارشاد فرمایا: كَمَاۤ اَرْسَلْنَا فِیْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ یَتْلُوْا عَلَیْكُمْ اٰیٰتِنَا وَ یُزَكِّیْكُمْ وَ یُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ یُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ o جیسا ہم نے تم میں بھیجا ایک رسول تم میں سے کہ تم پر ہماری آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور تمہیں پاک کرتا اور کتاب اور پختہ علم سکھاتا اور تمہیں وہ تعلیم فرماتا ہے جس کا تمہیں علم نہ تھا۔ (سورۂ بقرہ:۱۵۱)

صاحبِ تفسیر نعیمی حضرت مفتی احمد یار خان صاحب نعیمی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر کا خلاصہ یوں بیان فرماتے ہیں: اے مسلمانو! کعبہ کی نعمت پہلی نعمت نہیں بلکہ اس سے پہلے تم پر اور بھی نعمتیں ہوچکیں کہ تمہیں باقی امتوں سے افضل کیا، تمہیں بہترین دین عطا فرمایا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ تم میں اپنا یہ بڑا پیغمبر بھیجا جو سرتاپا رحمت الٰہی ہیں۔ یوں تو ان کے تم پر لاکھوں احسان ہیں مگر پانچ احسان بالکل ظاہر، ایک یہ کہ تم تک رب کی آیتیں پہنچاتے ہیں، تمہیں پڑھ کر سناتے اور پڑھنا سکھاتے ہیں، تمہارے الفاظ صحیح کراتے ہیں، تلاوت کے آداب بتاتے ہیں بلکہ اس کے لکھنے کی جانچ بتاتے ہیں پھر تمہیں شرک، بت پرستی، کفر وگندے اخلاق، بدتمیزی، عداوت، آپس کے جھگڑے، جدال، جسمانی گندگی غرض کہ ہر ظاہری وباطنی عیوب سے پاک فرماتے ہیں کہ عرب جیسے سخت ملک کو جو انسانیت سے گر چکا تھا اور جہاں کے باشندے انسان نما جانور ہوچکے تھے ان کو عالم کا معلم بنادیا۔ بت پرستوں کو خدا پرست، رہزنوں کو رہبر، شرابیوں کو نشۂ محبت الٰہی کا متوالہ، بے غیرتوں کو شرمیلا، جاہلوں کو عالم اور نہ معلوم کسے کسے کیا کیا بنادیا۔

غرض کہ مخلوق کو خالق تک پہنچا دیا، اس کے ساتھ ہی تمہیں کتابِ الٰہی کے اسرار، اپنے کلمات کے رموز سکھاتے ہیں اور تمہیں دین و دنیا کی وہ سب باتیں بتاتے ہیں جن سے تم بے خبر تھے اور علومِ غیبیہ کے وہ دروازے کھولتے ہیں جو آج تک بند تھے۔ غرض کہ وہ خود بھی رحمت ہیں اور ہزاروں لازوال نعمتیں تمہارے لئے اپنے ساتھ لائے ہیں۔

میرے پیارے آقا ﷺ کے پیارے دیوانو! اللہ عزوجل نے اس آیۂ کریمہ میں نبیِ مبعوث ﷺ کی چند صفات کو بیان فرمایا ہے۔ وہ صفتیں دراصل حضور ﷺ کے مقاصدِ بعثت کو واضح کر رہی ہیں۔ لوگوں کو قرآن پڑھ کر سنانا، ان کا تزکیہ فرمانا، تعلیمِ کتاب وحکمت یہ حضور سرورِ کائنات ﷺ کی بعثت کے اُن مقاصد میں سے ہیں، جن کو حضور رحمتِ عالم، نورِ مجسّم ﷺ اپنی ساری ظاہری حیاتِ طیبہ میں انجام دیتے رہے۔ آیئے ہم ان مقاصد کو تفصیل کے ساتھ پڑھیں تا کہ ہم یہ سمجھ سکیں کہ حبیبِ خدا تاجدارِ انبیا کا مشن کیا تھا اور کن مقاصد کی تکمیل کے لئے آپ کی بعثت ہوئی تھی۔

تزکیۂ قلوب

قرآنِ مقدس میں حضور سرورِ کائنات ﷺ کا دوسرا وصف یہ بیان فرمایا جا رہا ہے کہ آپ لوگوں کو ستھرا فرماتے ہیں، یعنی لوگوں کے دلوں اور روحوں کو پاکیزہ فرماتے ہیں، مسلمانوں کو برے اعتقادات، خراب رسموں، برے اعمال وغیرہ سے خوب پاک وصاف کرتے ہیں، لوگوں کو اعمالِ حسنہ کے لئے تیار کرتے ہیں کہ جن کی بدولت وہ گناہوں کی گندی میل سے (جو کہ نفس پر ہوتی ہے) دھل کر پاک وصاف ہو جاتے ہیں کیوں کہ حضور سرورِ کائنات ﷺ کی یہ ذمہ داری ہے کہ عوام کو دعوت دے کر انہیں ایسے اعمال کے لئے تیار کریں جن کی وجہ سے ان کو کفر وشرک، گناہوں اور معاصی سے صفائی و پاکیزگی حاصل ہو سکے۔

ایک بگڑے ہوئے معاشرہ کی اصلاح اور صدیوں کے لگے ہوئے زنگ کو دلوں سے چھڑانا آسان کام تو نہ تھا اور بغیر دلوں کو سنوارے صرف تعلیم کتاب وحکمت انہیں کیوں کر نفع پہنچاتی۔ اسی لئے اللہ رب العزت نے تاجدارِ کائنات ﷺ کو پہلے تزکیہ کا حکم فرمایا اور پھر تعلیم

کتاب وحکمت کا حکم عطا فرمایا۔

تزکیہ کے لئے اللہ عزوجل نے محبوب کے انداز کو جس طریقہ سے بیان فرمایا اس میں پہلے تلاوت اور اس کے ذریعہ دلوں کے زنگ کو دور کرنا۔ ظاہری بات ہے جب ایک عام آدمی کسی عہدہ پر فائز ہو اور اس کی طرف سے کوئی پیغام آجائے تو اسے پڑھ کر کے اس کے اثرات انسانوں کے دلوں پر مرتب ہوتے ہیں اور خوشی اور غم کے آثار چہروں سے ظاہر ہوتے ہیں تو خالق کے کلام کے اثرات کیوں انسانوں کے دلوں پر اثر انداز نہ ہوں گے؟ کلام کسی اور زبان میں تو نہیں تھا کہ اسے سمجھنا دشوار ہو بلکہ عرب کی زمین پر عربی زبان میں قرآن اہل عرب کی زندگیوں میں انقلاب پیدا کرنے کے لئے ایک عربی پیغمبر ﷺ اپنی قومی زبان میں تلاوت کر رہا ہو تو اس کا سمجھنا آسان ہے۔

میرے پیارے آقا ﷺ کے پیارے دیوانو! مذکورہ بالا آیت میں تزکیہ کو نبی کریم ﷺ کی بعثت کے مقصد کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔ معلم انسانیت سرکار دوعالم ﷺ نے اس دنیا میں مبعوث ہونے کے بعد لوگوں کے دلوں کو کس طریقہ سے پاک وصاف فرمایا اور ان کے دلوں میں تجلیاتِ معرفتِ الٰہی کو کس طرح سے بسایا آیئے اس کا بھی مختصراً جائزہ لیتے ہیں۔

قرآن کے ذریعہ تزکیہ: قرآن مقدس کی تلاوت کے اثرات دلوں کے زنگ کو بہت تیزی سے دور کر دیتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے خود لوگوں کو قرآنِ مقدس تلاوت کر کے سنایا، انہیں کثرت سے تلاوت کرنے کی تاکید فرمائی۔ تاریخ گواہ ہے کہ تزکیہ کا یہ انداز اتنا مؤثر ہوا کہ فاروقِ اعظم جیسے جلیل القدر صحابی سے لے کر بڑے بڑے شعرا اور بڑے بڑے قبائل کے سردار قرآن مقدس کو سن کر حضور رحمت عالم ﷺ کو دل دے بیٹھے اور ہمیشہ کے لئے اصنام کی محبت اور گناہوں کی لذت کو دل سے نکال دیا۔ تاریخ میں باضمیر مومنین کے ایسے متعدد واقعات ملیں گے جن سے یہ اندازہ ہو جائے گا کہ درحقیقت تزکیۂ قلوب کے لئے قرآن مقدس کی تلاوت سے بڑھ کر کوئی دوسرا طریقہ نہیں ہو سکتا۔ قرآن مقدس کو سن کر لوگوں کے دلوں پر جو اثرات مرتب ہوئے اس کا ایک نمونہ تاریخ کے اوراق سے ملاحظہ فرمائیں۔

کفار مکہ نے جب دن بدن مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی تعداد دیکھی تو ایک دن سب نے جمع ہو کر یہ مشورہ کیا کہ محمد (ﷺ) کو قتل کر دیا جائے، مگر سوال یہ پیدا ہوا کہ کون قتل کرے؟ مجمع میں اعلان ہوا کہ ہے کوئی بہادر جو محمد کو قتل کر دے؟ اس اعلان پر پورا مجمع تو خاموش رہا مگر حضرت عمر نے کہا کہ میں ان کو قتل کروں گا۔ لوگوں نے کہا بے شک تم ہی ان کو قتل کر سکتے ہو۔ پھر حضرت عمر اٹھے اور تلوار لٹکائے ہوئے چل دیئے، اسی خیال میں جا رہے تھے کہ ایک صاحب قبیلہ زہرہ کے جن کا نام حضرت نعیم تھا انہوں نے پوچھا کہ اے عمر! کہاں جا رہے ہو؟ کہا کہ محمد (ﷺ) کو قتل کرنے جا رہا ہوں۔ حضرت نعیم نے کہا کہ تو پہلے اپنے گھر کی خبر لے، تیری بہن فاطمہ بنت خطاب اور بہنوئی سعید بن زید دونوں اپنے باپ دادا کا دین چھوڑ کر مسلمان ہو چکے ہیں۔ یہ سن کر حضرت عمر کو بے انتہا غصہ پیدا ہوا، اپنی بہن کے گھر آئے وہاں حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ دروازہ بند کئے ہوئے دونوں میاں، بیوی کو قرآن مجید پڑھا رہے تھے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دروازہ کھولنے کے لئے کہا، ان کی آواز سن کر حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھر کے ایک حصہ میں چھپ گئے، بہن نے دروازہ کھولا۔ آپ گھر میں داخل ہوئے اور پوچھا تم لوگ کیا کر رہے تھے؟ اور یہ آواز کس کی تھی؟ آپ کے بہنوئی نے ٹال دیا اور کوئی واضح جواب نہیں دیا۔ کہنے لگے مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم لوگ اپنے باپ دادا کا دین چھوڑ کر دوسرا دین اختیار کر لئے ہو، بہنوئی نے کہا ہاں! باپ دادا کا دین باطل ہے اور دوسرا دین حق ہے۔

یہ سننا تھا کہ بے تحاشا ٹوٹ پڑے، ان کی داڑھی پکڑ کر کھینچی اور زمین پر پٹک کر خوب مارا۔ ان کی بہن چھڑانے کے لئے دوڑیں تو ان کے منہ پر ایک گھونسا اتنی زور سے مارا کہ وہ خون سے تر بتر ہو گئیں۔ آخر وہ بھی حضرت عمر ہی کی بہن تھیں کہنے لگیں کہ عمر! ہم کو اس وجہ سے مار رہے ہو کہ ہم مسلمان ہو گئے ہیں؟ کان کھول کر سن لو کہ تم مار مار کے ہمارے خون کا ایک ایک قطرہ نکال لو یہ ہو سکتا ہے لیکن ہمارے دل سے ایمان نکال لو یہ ہرگز نہیں ہو سکتا اور آپ کی بہن نے کہا کہ میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ بے شک ہم لوگ مسلمان ہو گئے ہیں، تم سے جو ہو سکے کر لو۔ بہن کے جواب اور ان کو خون

سے تر بتر دیکھ کر عمر کا غصہ ٹھنڈا ہوا، آپ نے فرمایا کہ اچھا مجھے وہ کتاب دو جو تم لوگ پڑھ رہے تھے تاکہ میں بھی اس کو پڑھوں، آپ کی بہن نے کہا کہ تم ناپاک ہو اور اس مقدس کتاب کو پاک لوگ ہی ہاتھ لگا سکتے ہیں۔ حضرت عمر نے ہر چند اصرار کیا مگر وہ بغیر غسل کے دینے کو تیار نہ ہوئیں۔ آخر حضرت عمر نے غسل کیا پھر کتاب لے کر پڑھی، اس میں سورۂ طٰہٰ لکھی ہوئی تھی، اس کو پڑھنا شروع کیا۔ جس وقت اس آیتِ کریمہ پر پہنچے ”اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ وَ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ“ بے شک میں اللہ ہوں، میرے علاوہ کوئی معبود نہیں، تو میری عبادت کرو اور میری یاد کے لئے نماز قائم کرو۔

تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنے لگے کہ مجھے محمد ﷺ کی خدمت میں لے چلو۔ جس وقت حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بات سنی تو آپ باہر نکل آئے اور کہا کہ اے عمر! میں تم کو خوشخبری دیتا ہوں کہ کل جمعرات کی شب میں سرکار اقدس نے دعا مانگی تھی کہ یا الٰہ العالمین! عمر اور ابوجہل میں جو تجھے محبوب و پیارا ہو اس سے اسلام کو قوت عطا فرما۔ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی دعا تمہارے حق میں قبول ہو گئی۔

اس وقت رسول اللہ ﷺ صفا پہاڑی کے قریب حضرت ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان میں تشریف فرما تھے۔ حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کو ساتھ لے کر رسول خدا ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کے ارادہ سے چلے۔ حضرت ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دروازہ پر حضرت حمزہ، حضرت طلحہ اور کچھ دوسرے صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین حفاظت اور نگرانی کے لئے بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو دیکھ کر فرمایا کہ عمر آ رہے ہیں، اگر اللہ تعالیٰ کو ان کی بھلائی منظور ہے تب تو یہ میرے ہاتھ سے بچ جائیں گے اور اگر ان کی نیت کچھ اور ہے تو اس وقت ان کا قتل کرنا بہت آسان ہے۔ اسی درمیان میں آقائے دو عالم ﷺ پر ان حالات کے بارے میں وحی نازل ہو چکی تھی۔ سرکار اقدس ﷺ نے مکان سے باہر تشریف لا کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دامن اور ان کی تلوار پکڑ لی اور فرمایا اے عمر! کیا یہ فساد تم اس وقت تک برپا کرتے رہو گے جب تک کہ تم پر ذلت و رسوائی مسلط نہ ہو جائے۔ یہ

سنتے ہی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ”اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ وَ اَشْھَدُ اَنَّکَ عَبْدُاللّٰهِ وَ رَسُوْلُهٗ“ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ (تاریخ الخلفاء)

میرے پیارے آقا ﷺ کے پیارے دیوانو! مذکورہ واقعات سے یہ بات بالکل واضح ہوگئی کہ قرآن مقدس ایک ایسی عظیم کتاب اور تزکیۂ قلوب کا ایک ایسا عظیم ذریعہ ہے کہ اگر کوئی کافر اسے سنے تو اس کے اثر سے اسے ایمان کی دولت میسر آئے، اگر کوئی گنہ گار اس کی تلاوت کرے یا دل کی گہرائیوں سے سماعت کرے تو اس کے دل میں گناہوں سے نفرت اور نیکیوں کی محبت پیدا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ عزوجل نے جہاں قرآن مقدس کی تلاوت ہو رہی ہو تو سامعین کو خاموش رہنے اور بغور سننے کا حکم فرمایا، ارشادِ خداوندی ہے ”وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ“ اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو کہ تم پر رحم ہو۔ (اعراف، آیت:۲۰۴)

غرض کہ اس آیت میں قرآن مقدس کو خاموش رہ کر بغور سننے کو رحم و کرم کے حصول کا ذریعہ بتایا گیا ہے، اس میں کامیابی کا راز پوشیدہ ہے۔ گویا قرآن ہر طبقۂ انسانی کے لئے تطہیر قلوب کا نسخۂ کیمیا ہے، جس کے ذریعہ ہر بڑا اور چھوٹا، ہر ناقص و کامل فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

ذکر الٰہی کے ذریعہ تزکیہ: اللہ کے رسول ﷺ نے تلاوت قرآن سے تو دلوں کا تزکیہ فرمایا ہی مگر ساتھ ہی ساتھ ذکر الٰہی کے ذریعہ بھی آپ نے لوگوں کے دلوں پر لگے ہوئے زنگ کو دور فرمایا۔ آپ لوگوں کو ہر حال میں ذکر الٰہی کرنے کا حکم فرماتے اور خود آپ کا حال یہ تھا کہ آپ کی ہر ادا سے ذکر الٰہی کی صدائیں بلند ہوتی تھی، ان کی جلوت میں اللہ کے ذکر کی گونج ہوتی، ان کی خلوت میں اللہ کے ذکر کی رفاقت ہوتی، ان کی زبانِ مبارک ذاکر تھی، ان کا قلبِ منوّر ذکر سے معمور تھا، ان کا رونگٹا رونگٹا ان کے رب کا ذکر کرتا تھا، وہ کسی لمحہ اپنے رب کے ذکر سے غافل نہ ہوئے حتیٰ کہ سوتے تب بھی قلب سلیم ذکرِ الٰہی میں مصروف رہتا، اسی کیفیت کو اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بتایا ”اِنَّ عَیْنَیَّ تَنَامَانِ وَ لَا یَنَامُ قَلْبِیْ“ یعنی

آنکھیں تو سوتی ہیں لیکن میرا دل نہیں سوتا۔

آپ نے خود ذکر الٰہی کیا اور لوگوں کو بھی اللہ کا ذکر کرنے کا حکم فرمایا، جس کی وجہ سے زمین کے چپہ چپہ پر ”اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه“ کی صدائیں گونجنے لگیں۔

نوافل کے ذریعہ تزکیہ: ہر مسلمان عاقل و بالغ پر دن میں پانچ وقت کی نمازیں فرض ہیں، ان کو ادا کئے بغیر چھٹکارا نہیں۔ مگر ہم احادیث نبویہ کا مطالعہ کریں تو پتہ چلے گا کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے ماننے والوں کو فرائض کے ساتھ ساتھ نوافل کی پابندی کا بھی درس دیا ہے، آپ نے خود راتوں رات نوافل میں گزاری ہے۔

جب ہم اس کی حکمت پر غور کریں گے تو یہ بات بالکل واضح ہو جائے گی کہ نوافل کی کثرت کا مقصد بھی تزکیۂ قلب ہے۔ آپ امت کے ہادی اور رہنما بن کر تشریف لائے تھے لہٰذا آپ نے خود نفل نمازیں پڑھیں تا کہ آپ کی پیروی کرتے ہوئے آپ کی امت بھی نوافل کی پابندی کرے جس کی بنا پر اس امت کے قلب کی تطہیر اور تزکیہ ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو نفل کا حکم دیتے ہوئے فرمایا: وَ مِنَ الَّیْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّکَ عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا۝ اور رات کے کچھ حصہ میں تہجد کرو یہ خاص تمہارے لئے زیادہ ہے قریب ہے کہ تمہیں تمہارا رب ایسی جگہ کھڑا کرے جہاں سب تمہاری حمد کریں۔ (سورۂ بنی اسرائیل:۷۹)

حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: بندہ نوافل کے ذریعہ سے ہمیشہ قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اسے محبوب بنا لیتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے سوال کرے تو اسے دوں گا اور پناہ مانگے تو پناہ دوں گا۔

اس حدیث سے واضح ہوا کہ نوافل کے ذریعہ دلوں کا تزکیہ ہوتا ہے اور تزکیۂ قلوب کے بغیر اللہ کا قرب حاصل ہی نہیں ہوسکتا۔

روزوں کے ذریعہ تزکیہ: روزہ بھی دلوں کو ستھرا کرنے اور ان میں نور الٰہی کو بسانے کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ رمضان کے روزوں کے علاوہ سرکارِ دو عالم ﷺ نے مخصوص ایام میں خود بھی

روزہ کا اہتمام فرمایا اور اپنے متبعین کو بھی اس کی تاکید فرمائی ہے۔

روزہ کا حکم فرماتے ہوئے اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ o اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے جیسا کہ تم سے اگلوں پر فرض کئے گئے تھے، اس امید پر کہ تمہیں پرہیزگاری ملے۔

اس آیت سے پتہ چلا کہ روزوں کی فرضیت کا اصل مقصد تقویٰ ہے اور تقویٰ کیا ہے اس کے بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تین بار سینے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا ''اَلتَّقْوٰی هٰهُنَا'' تقویٰ یہاں ہے۔

یعنی تقویٰ دل کی اس کیفیت کا نام ہے جس کے حصول کے بعد انسان گناہ کرنے سے ڈرتا ہے اور خوفِ الٰہی کی وجہ سے گناہ سے جھجک محسوس کرتا ہے اور جب دل میں یہ کیفیت پیدا ہوگئی تو گویا انسان کے دل کا تزکیہ ہوگیا اور اس کا دل پاک وصاف ہوگیا۔

کیوں کہ انسان کے دل میں گناہوں کی خواہشات عام طور پر حیوانی قوت کی زیادتی سے پیدا ہوتی ہیں، روزہ رکھنے سے حیوانی قوت کم ہوجاتی ہے، یہی وجہ ہے کہ جو نوجوان مالی مجبوریوں کی وجہ سے نکاح نہیں کرسکتے اور ساتھ ہی نفسانی خواہشات پر قابو بھی نہیں رکھتے ان کا علاج رسول اللہ ﷺ نے روزہ بتایا ہے اور فرمایا ہے کہ شہوت کو توڑنے اور کم کرنے کے لئے روزہ بہترین چیز ہے۔

رسولِ گرامی وقار ﷺ نے اہل عرب کے دلوں کو صاف ستھرا فرمادیا تو نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ گناہوں سے دور رہنے لگے، بداعمالیوں سے پرہیز کرنے لگے، چوری، شراب نوشی، زناکاری، بدکاری، قماربازی، لوٹ مار، تکبر، حب دنیا، جدال وقتال اور ان جیسی تمام برائیوں سے سارا معاشرہ پاک وصاف ہوگیا۔ اگر تقاضائے بشریت کے تحت کبھی کسی سے کوئی گناہ سرزد بھی ہوجاتا تو وہ فوراً بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوجاتا اور اس کے وجود پر گناہ کا جو دھبہ لگا ہے آپ اسے صاف وستھرا فرمادیتے۔ اس سلسلہ میں چند واقعات ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت امام مسلم اپنی جامع صحیح میں نقل فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس حضرت ماعز بن مالک اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر ہوئے اور کہنے لگے یارسول اللہ ﷺ مجھ سے خطا ہوئی ہے، میں زنا کا مرتکب ہوگیا ہوں اور میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے پاک وصاف فرمادیں۔ آپ نے ان کو واپس کردیا، دوسرے دن وہ پھر آئے اور کہنے لگے یارسول اللہ ﷺ میں زنا کا مجرم ہوں، آپ نے دوبارہ واپس فرمادیا اور ان کے گھرانے سے دریافت فرمایا کہ ان کی سمجھ میں کسی قسم کی کوئی خرابی تو نہیں یا کوئی عادت کے خلاف بات تو نہیں پائی جاتی؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم تو صرف اسی قدر جانتے ہیں کہ وہ سمجھدار اور اچھے خاصے آدمی ہیں۔ پھر تیسری بار ماعز بن مالک آئے تو آپ نے دریافت فرمایا، جواب یکساں ملا، چوتھی بار جب وہ آئے تو آپ نے انہیں سنگسار کرنے کا حکم فرمایا۔

اسی طرح غامدیہ آئیں اور کہنے لگیں یارسول اللہ مجھ سے زنا کی غلطی سرزد ہوگئی ہے، پاک کردیجئے۔ آپ نے ان کو واپس کروادیا، دوسرے روز پھر آئیں اور کہنے لگیں آپ ہمیں کیوں واپس کرتے ہیں؟ میں حاملہ بھی ہوں۔ آپ نے فرمایا تو پھر جاؤ جب ولادت ہوجائے تو آنا۔ ولادت سے فارغ ہوئیں تو پھر آئیں، لڑکا کپڑے میں لپٹا ہوا تھا، کہنے لگیں یہ میرا بچہ ہے۔ آپ نے فرمایا جاؤ دودھ پلاؤ جب کچھ کھانے لگے تو لانا۔ جب دودھ چھڑایا تو پھر آئیں، لڑکے کے ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا تھا، کہنے لگیں: اے اللہ کے نبی لیجئے میں دودھ پلانے سے بھی فارغ ہوگئی اور یہ کھانا بھی کھانے لگا۔ آپ نے لڑکا ایک مسلمان کے سپرد کیا، حد قائم کرنے کا حکم فرمایا، لوگوں نے انہیں سنگسار کردیا۔

میرے پیارے آقا ﷺ کے پیارے دیوانو! آج ہر فرد یہ چاہتا ہے کہ دنیا سے برائیوں کا خاتمہ ہوجائے، ہر سوسائٹی یہ چاہتی ہے کہ اس کے ممبرز برائیوں سے دور رہیں، پوری دنیا کے حکام اپنے ملک سے برائیوں کے خاتمہ کی کوشش کرتے ہیں مگر وہ اس کوشش میں ناکام ہیں۔ مذہب اسلام کی یہ امتیازی خصوصیت ہے کہ اس نے برائیوں کے اسباب کا خاتمہ کیا، انسدادِ جرائم کے اصول وضوابط مقرر کئے۔ آج بھی اگر دنیا میں بسنے والا ہر شخص اسلام کے اصول کو اپنالے، دنیا

کا ہر حاکم اسلامی قانون کا نفاذ کر دے تو یقیناً چند دنوں کے اندر برائیاں اور بے حیائیاں پوری دنیا سے ختم ہو سکتی ہیں۔

بانیٔ اسلام ﷺ نے دلوں کو پاک کیا، نفس کا تزکیہ فرمایا، ذہنوں کو نیکیوں کی طرف مائل کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ پورا معاشرہ خود بخود امن کا گہوارہ بن گیا اور پورے معاشرہ سے برائیوں کا خاتمہ ہو گیا۔ دل کے بارے میں آپ خود ارشاد فرماتے ہیں ”اَلَا اِنَّ فِیْ بَدَنِ الْاِنْسَانِ مُضْغَةً اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ وَ اِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ اَلَا وَهُوَ الْقَلْبُ“ خبردار! بے شک انسان کے بدن میں گوشت کا ایک ٹکڑا ایسا ہے کہ اگر وہ صحیح رہے تو پورا جسم صحیح رہے اور اگر وہ فاسد ہو جائے تو پورا جسم فاسد ہو جائے۔ خبردار! وہ دل ہے۔

یہ فرمانِ رسول ساری انسانیت کے لئے ایسا عظیم نسخہ ہے کہ اگر اس پر غور کر کے عمل کیا جائے تو پوری دنیا سے برائیوں کے خاتمہ کے لئے صرف یہی ایک فارمولہ کافی ہے۔ اسی لئے نبی کونین ﷺ نے حلقۂ اسلام میں داخل ہونے والوں کے دلوں کی تطہیر کی اور ان کا تزکیہ فرمایا، رحمت عالم ﷺ نے انسانی معاشرہ کو ایسے پاکیزہ انسان عطا کئے کہ ان سے پہلے ان کی طرح انبیا کے علاوہ کوئی نہیں مل سکتا۔

تزکیہ سے کیا حاصل؟: میرے پیارے آقا ﷺ کے پیارے دیوانو! اخلاقی اعتبار سے اہل عرب کے اندر بہت سی بیماریاں بھری ہوئی تھیں۔ شراب عام طور سے پی جاتی تھی اور بطور فخر اسے عربی شعرا اپنی ادبیات اور شاعری میں بیان کرتے تھے، شراب کی دکانیں جگہ جگہ پائی جاتی تھی اور علامت کے طور پر ان پر جھنڈے لہراتے۔ زمانۂ جاہلیت میں جوا بڑائی اور شیخی کی بات تھی اور جو لوگ جوا نہ کھیلتے تھے انہیں پست ہمت اور مردہ دل کہا جاتا تھا، معاملہ یہاں تک پہنچ جاتا کہ لوگ جوے میں اپنے گھربار کو داؤں پر رکھ دیتے اور پھر ہارا ہوا شخص حسرت کے ساتھ اپنا محنت سے کمایا ہوا سرمایہ دوسروں کے ہاتھوں میں دیکھتا اور نتیجۃً آپس میں نفرت وعداوت کی آگ بھڑک جاتی، بارہا معاملہ یہاں تک پہنچ جاتا کہ جنگ کی نوبت آ جاتی۔

اہل عرب اور یہود سودی لین دین کیا کرتے تھے، اس سلسلے میں نہایت ہی بے رحمی

اور سخت دلی کے مظاہرے ہوتے۔ زنا کو اہل عرب کچھ زیادہ معیوب نہ سمجھتے اور زنا کے واقعات اہل عرب میں کثرت سے پائے جاتے، اس کے بہت سے اقسام اور طریقے رائج تھے۔ طوائف خانے اور پیشہ ور عورتوں کے اڈے بھی موجود تھے اور شراب خانوں میں بھی ان کا انتظام تھا۔ ان کے درمیان چھوٹی چھوٹی باتوں پر جنگیں چھڑ جایا کرتی تھیں جو نسل در نسل باقی رہا کرتی تھیں۔

بانیٔ اسلام ﷺ کی بعثت کے بعد اللہ عزوجل نے آپ کو لوگوں کے دلوں کا تزکیہ فرمانے اور ان کے دلوں کو معبود برحق کی طرف مائل کرنے کا حکم فرمایا۔ آپ نے اہل عرب کے دلوں کو اس قدر پاک وصاف فرما دیا تھا کہ آپ کی زبان سے نکلنے والے سارے احکام وہ اپنے لئے لازم سمجھنے لگے اور آپ کی منع کی ہوئی ہر چیز سے پرہیز کرنے لگے۔

شراب پینا جس وقت جائز تھا اس وقت اہل عرب کے درمیان اسے پانی کی طرح پیا جاتا تھا، لہٰذا ان سے شراب کی عادت چھڑانا نہایت ہی دشوار کام تھا، لہٰذا اللہ عزوجل نے حکمت عملی سے تدریجاً انہیں شراب نوشی سے منع فرمایا اور آخر کار جب بالتدریج حرمت شراب کا حکم نازل ہوا تو اہل عرب اس غلیظ بیماری سے نجات پا گئے۔ سب سے پہلے مکۂ مکرمہ میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ”وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِیْلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا“ اور کھجور اور انگور کے پھلوں میں سے کہ اس سے نبیذ بناتے ہو۔ (نحل، آیت: ۶۷)

اس آیت کے نازل ہونے کے بعد بھی شراب کو بدستور پیا جاتا تھا، مدینہ منورہ ہجرت فرمانے کے بعد حضرت عمر اور معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! شراب کے بارے میں کچھ خاص حکم دیجئے یہ تو عقل انسانی کو تباہ کرنے والی چیز ہے تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ”وَیَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ قُلْ فِیْهِمَاۤ اِثْمٌ كَبِیْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَاِثْمُهُمَاۤ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا“ تم سے شراب اور جوئے کا حکم پوچھتے ہیں تم فرما دو کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے کچھ دنیاوی نفع بھی اور ان کا گناہ ان کے نفع سے بڑا ہے۔ (سورۂ بقرہ: ۲۱۹)

اس آیہ کریمہ میں مسلمانوں کو اس سے کچھ نفرت دلائی گئی۔ اس آیت کریمہ کے نزول کے

بعد بہت سارے لوگ شراب چھوڑ دیئے مگر کچھ لوگ پیتے بھی رہے، پھر ایک بار حضرت عبدالرحمٰن
بن عوف کے گھر صحابۂ کرام کی دعوت تھی، کھانے کے بعد شراب کا دور چلا اتنے میں نماز مغرب کا
وقت آگیا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امام بنایا گیا آپ نے نماز میں سورۂ کافرون پڑھی، نشے کی
وجہ سے ہر جگہ ”لا“ چھوٹ گیا یعنی ”اَعْبُدُ مَاتَعْبُدُوْنَ“ پڑھا تب یہ آیت نازل ہوئی ”وَلَاتَقْرَبُوا
الصَّلٰوۃَ وَاَنْتُمْ سُکَارٰی“ یعنی نشہ کی حالت میں نماز کے قریب مت جاؤ۔ (سورۂ نساء:۴۳)

اس کے بعد شراب کا استعمال بہت کم ہوگیا اور جو لوگ پیتے بھی تھے وہ یا تو عشا کے بعد
پیتے تھے یا فجر کے بعد۔ پھر عتبان بن مالک نے کچھ لوگوں کی دعوت کی جن میں حضرت سعد بن
ابی وقاص بھی تھے، کھانے کے بعد شراب پلائی گئی نشے کی وجہ سے کچھ لوگ آپس میں لڑ پڑے اور
زخمی ہوگئے، یہ معاملہ نبیٔ کریم ﷺ کی بارگاہ میں پیش ہوا، اس وقت حضرت عمر نے دعا کی مولیٰ!
شراب کے متعلق پورا بیان نازل فرما تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور شراب قطعاً حرام کر دی گئی
”یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَیْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ
الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْہُ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ o اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَکُمُ الْعَدَاوَۃَ وَ
الْبَغْضَآءَ فِی الْخَمْرِ وَ الْمَیْسِرِ وَ یَصُدَّکُمْ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ وَ عَنِ الصَّلٰوۃِ فَھَلْ اَنْتُمْ
مُّنْتَھُوْنَ“ اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بت اور پانسے ناپاک ہی ہیں شیطانی کام تو ان سے
بچتے رہنا کہ تم فلاح پاؤ۔ شیطان یہی چاہتا ہے کہ تم میں بیر اور دشمنی ڈلوا دے شراب اور جوے
میں اور تمہیں اللہ کی یاد اور نماز سے روکے، تو کیا تم باز آئے۔ (سورۂ مائدہ، آیت:۹۰۔۹۱)

حضرت انس فرماتے ہیں کہ اس دن ہمارے گھر مسلمانوں کی دعوت تھی جس میں شراب
کا دور چل رہا تھا۔ ہمارے گھر میں بہت سے مٹکے شراب کے تھے کہ اچانک منادی کی آواز کان
میں آئی، میرے والد نے کہا: انس! سن کر تو آؤ کیسی ندا ہے۔ میں نے واپس آکر بتایا کہ شراب
حرام ہونے کی ندا ہو رہی ہے۔ یہ بات سن کر اہل مجلس کی یہ حالت ہوئی کہ جس کے ہاتھ میں جام
تھا اس نے وہیں پٹک دیا، جو مٹکے سے شراب انڈیل رہا تھا اس نے وہیں پیالہ توڑ دیا، جس کے
منہ میں تھی اس نے کلی کر دی، جو منہ تک پیالہ لے گیا تھا اس نے وہاں سے ہی واپس کر لیا، پھر میں

نے ڈنڈے سے سارے مٹکے پھوڑ دئے۔ اس دن مدینہ کے گلیوں میں بارش کے پانی کی طرح
شراب بہتی تھی۔ سوکھ جانے پر بھی زمین سے کئی ماہ تک شراب کی بو آتی رہی۔

میرے پیارے آقا ﷺ کے پیارے دیوانو! اہل عرب اتنی قدیم روایت اور اتنی پرانی
عادت کو چھوڑ دیں اس بات کے آثار کم تھے مگر نبی کریم ﷺ کی تزکیہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ شراب کی
حرمت کا حکم نازل ہوتے ہی شراب سے پرہیز کا جذبہ بیدار ہوگیا اور تمام اہل ایمان شراب سے
پرہیز کرنے لگے۔ اسی طرح جوئے کے حوالے سے قرآنِ مقدس نے سختی سے منع فرمایا اور پھر
آغوشِ اسلام میں آنے والا ہر فرد ان دو بیماریوں سے کلی طور پر نجات یافتہ بلکہ نجات دہندہ بھی بن
گیا۔ یہ ہے ”یزکیھم“ کی تفسیر۔

اسی طرح ان کے درمیان جنگ وجدال کی اتنی سرگرمیاں تھیں کہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر
سالوں سال تک ایک قبیلہ دوسرے قبیلہ سے لڑتا رہتا۔ اس سلسلے میں اوس وخزرج کے حالات
قابلِ ذکر ہیں۔

مدینہ منورہ کے آس پاس یہود کے دو فرقے رہتے تھے، بنی قریظہ اور بنی نضیر اور خاص
مدینہ میں مشرکین کے دو فرقے تھے اوس اور خزرج۔ بنی قریظہ اوس کے حلیف تھے اور بنی نضیر
خزرج کے یعنی ہر ایک قبیلہ نے اپنے حلیف کے ساتھ قسمیہ معاہدہ کر لیا تھا کہ اگر ہم میں سے کسی
پر کوئی حملہ بھی کرے تو دوسرا اس کی مدد کرے گا، یہ اوس خزرج تقریباً سو برس سے آپس میں
جنگ کرتے رہتے تھے، جس میں بنی قریظہ کو اوس کی اور بنی نضیر خزرج کی مدد کے لئے آتے
تھے۔ اب جنگ اس طرح ہوتی تھی کہ اوس بنی قریظہ ایک طرف اور خزرج اور بنی نضیر دوسری
طرف ہو کر آپس میں خوب کشت وخون کرتے تھے جس کی وجہ سے بنی قریظہ کو بنی نضیر اور بنی نضیر
کو بنی قریظہ قتل کرتے تھے اور ان کے گھر ویران کرتے اور ان کو جلاوطن کر دیتے تھے لیکن جب
بنی نضیر اوس کے ہاتھوں یا بنی قریظہ خزرج کے ہاتھوں گرفتار ہو جاتے تو وہ ان کو مال دے کر چھڑا
لیتے یعنی بنی قریظہ کو بنی نضیر اور بنی نضیر کو بنی قریظہ چھڑاتا باوجودیکہ اگر وہی شخص جنگ کے وقت
ان کے موقع پر آجاتا تو اسے قتل کرنے میں ہرگز تامل نہ کرتے۔ جب لوگ ان سے کہتے کہ تم

خود ہی انہیں قتل اور جلاوطن کرتے ہو اور پھر خود ہی تو قید سے آزاد کراتے ہو یہ کیا حرکت ہے تو وہ کہتے کہ ہمیں توریت میں اپنی قوم کے قیدیوں کو چھڑانے کا حکم دیا گیا ہے، جب ان سے سوال ہوتا کہ پھر تم ان سے جنگ کیوں کرتے ہو تو کہتے کہ اپنے حلیف کو ذلت سے بچانے کے لئے۔ قرآن مقدس میں ارشاد فرمایا گیا ”اے یہود تم سے چار عہد لئے گئے تھے: آپس میں قتال نہ کرنا، کسی کو جلاوطن نہ کرنا، اپنی قوم کے مقابل دشمن کو امداد نہ دینا اور قیدیوں کو چھڑانا، اس کے کیا معنی کہ تم نے تین حکموں کو تو نہ مانا اور ایک پر عمل کیا؟ کیا بعض کتاب ماننے کے قابل ہے اور بعض انکار کے لائق۔ جو قوم ایسی حرکت کرے گی وہ دنیا میں رسوا اور آخرت میں سخت عذاب کی مستحق ہوگی۔ چنانچہ دنیا میں تو ان کی رسوائی ہوئی کہ ۳ھ میں بنی قریظہ مسلمانوں کے ہاتھوں قتل کردئے گئے کہ ایک دن میں ان کے سات سو آدمی مارے گئے اور بنی نضیر مدینہ منورہ سے نکال کر خیبر میں رکھے گئے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں وہاں سے بھی نکال دئے گئے۔ یہ لوگ بارگاہِ مصطفوی سے ایسے نکلے کہ اب تک ان کا کہیں ٹھکانہ نہیں ہے، اب بھی جرمنی وغیرہ کے نکالے ہوئے یہودی در بدر مارے مارے پھر رہے ہیں اور قیامت تک ایسے ہی پھریں گے۔

حضور ﷺ نے اوس وخزرج قبیلوں کو دولت ایمان دینے کے بعد ان کے دلوں کا اس طرح تزکیہ فرمایا کہ انہیں آپس میں شیر وشکر بنا دیا، اب انہیں جماعتوں کا نام انصار ہے، جن کے بہت فضائل ہیں اور جن کی جانی اور مالی قربانیوں کی قیامت تک یادگار رہے گی بلکہ یوں سمجھو کہ یہ قوم ہی اشاعتِ اسلام کا ذریعہ بنی۔

تعلیم کتاب وحکمت

حضور ﷺ کا علم: آیئے اب ہم آپ کے مقصدِ بعثت ”تعلیم امت“ کو سمجھیں۔ سب سے پہلے یہ جان لینا چاہئے کہ حضور ﷺ صرف خدا کا پیغام بندوں تک پہنچانے نہیں آئے، صرف احکام خداوندی کو بندوں تک منتقل فرمانے ہی نہیں آئے بلکہ ان کی تشریح وتفسیر بھی آپ کی ذمہ داری تھی، آپ امت کی تربیت وتعلیم کا ذمہ لے کر مبعوث ہوئے، آپ اللہ کے بندوں سے

جہالت کی تاریکی کو دور فرمانے آئے، انسانی زندگی کے ہر شعبے کے تعلق سے ہدایات دینے کے لئے آپ کی تشریف آوری ہوئی ہے۔ اتنے بڑے کام کے لئے ضروری تھا کہ آپ کو ایسے کامل علم سے نوازا جائے کہ آپ کی تعلیم میں کسی قسم کی کوئی کمی نہ ہو اور نہ ہی کسی شک وشبہہ کی گنجائش ہو۔ دنیا کا کوئی معلم آپ کی تعلیم کو چیلنج نہ کرنے پائے اور صرف آپ ہی کی تعلیمات پر عمل کر کے پورا عالم دارین کی کامیابی سے ہمکنار ہو سکے۔

دنیا تو یہ سمجھتی ہے کہ آپ ” اُمِی “ ہیں لیکن معلم حقیقی خدائے وحدہٗ لاشریک نے آپ کو بلا واسطہ اپنے خزانۂ علم سے اتنا مالا مال کر دیا کہ آپ کا علم وسعتوں کی آخری منزل اور عروج کے آخری درجے کو پہنچ گیا، ایسا علم نہ تو دنیا کے معلمین دے سکتے ہیں اور نہ ہی دنیا کی کتابوں سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کو نہ تو کسی کا شاگرد بنایا گیا اور نہ ہی حصولِ تعلیم کے لئے کتابوں کا محتاج کیا گیا۔ اسی حقیقت کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے یوں واضح فرمایا: ”وَ عَلَّمَکَ مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ“ اور آپ کو سکھا دیا جو کچھ آپ نہ جانتے تھے، آپ کے علم میں اب کسی قسم کی کوئی کمی نہیں رہ گئی، دنیا کی ہر چیز کا علم آپ کو عطا فرما دیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ جب عقل وخرد انصاف ودیانت کے ساتھ قرآن پاک اور احادیث کا مطالعہ کیا جاتا ہے تو یہ حقیقت بالکل آشکارا ہو جاتی ہے کہ رسول گرامی وقار ﷺ نے جہاں حالاتِ زمانہ کے متعلق احکام عطا فرمائے ہیں، وہیں آپ نے واقعاتِ ماضیہ اور سابقہ حادثات کو بھی بیان فرمایا ہے اور پیشین گوئیاں بھی فرمائی ہے نیز مستقبل کے خطرات کی نشان دہی کی ہے۔ غرضیکہ آپ کی تعلیمِ مبارک ماضی، حال واستقبال کی معلومات اور ہر زمانہ میں کام آنے والے احکام سے لبریز ہے۔

دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کے مقابلے میں اللہ عزوجل نے حضور ﷺ کو زیادہ علم عطا فرمایا۔ حضرت آدم علیہ السلام کو اشیا کے نام سکھائے۔ جیسا کہ قرآن مقدس میں فرمایا ”وَ عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّهَا“ اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام اشیا کے نام سکھائے۔ (سورۂ بقرہ: ۳۱)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کتاب وحکمت کا علم عطا فرمایا، قرآن مقدس میں ہے ”وَ یُعَلِّمُهُ الْکِتٰبَ وَ الْحِکْمَةَ وَ التَّوْرٰةَ وَ الْاِنْجِیْلَ“ اور اللہ سکھائے گا کتاب اور حکمت اور

توریت اور انجیل۔ (سورۂ آلِ عمران:۴۸)

حضرت خضر علیہ السلام کو اپنی جانب سے علم عطا فرمایا جیسا کہ ارشاد ہوا ”وَ عَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا“ اور ہم نے اسے اپنے پاس کا علم دیا۔

حضرت داوٗد علیہ السلام کو زرہ بنانا سکھایا اور ارشاد فرمایا ”وَ عَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْۢ بَاْسِكُمْ فَهَلْ اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ“ اور ہم نے اسے تمہارا ایک پہناوا بنانا سکھایا کہ تمہیں تمہاری آنچ سے بچائے تو کیا تم شکر کرو گے؟ (سورۂ انبیا:۸۰)

جب حضور ﷺ کو علم کے زیور سے آراستہ کرنا ہوا تو کسی خاص چیز کے نام نہ سکھائے اور نہ کوئی خاص علم بخشا بلکہ دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کے اندر جو خوبیاں موجود تھیں ان ساری خوبیوں کو حضور ﷺ کی ذات میں جمع فرما دیا، جتنے علوم تمام انبیا کو عطا کئے تھے وہ سارے علوم اپنے حبیب ﷺ کو عطا فرما دیا بلکہ علم ما کان و ما یکون کی دولت سے حضور ﷺ کی ذات کو مشرف فرمایا۔ جیسا کہ قرآن مقدس میں اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا ”وَ عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَ كَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا“ اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے۔ (سورۂ نسا:۱۱۳)

حضور ﷺ کی تعلیم: اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: وَ يُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ یعنی تمہیں کتاب اور حکمت کی معلومات عطا فرماتے ہیں۔ کتاب کی تعلیم سے یہ مراد ہے کہ قرآنِ کریم، اس کے معانی، احکام اور اسرار سکھاتے ہیں اور تعلیمِ حکمت سے مراد احادیثِ مبارکہ کے وہ ارشادات و ہدایات ہیں جنہیں نہ کوئی منسوخ کر سکے، نہ کوئی اپنی عقل سے نیچا دکھا سکے۔ وَ يُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ یعنی تمہیں وہ چیزیں بتاتے ہیں جو تم نہیں جانتے تھے۔ اس سے مراد عقائدِ اسلام کی تعلیم، احکامِ خداوندی پر عمل کر کے دکھانا، ابتدائے آفرینش سے لے کر قیامت تک کے حالات کی خبر دینا اور مستقبل کے خطرات و حوادث سے متنبہ کرنا اور ان سے بچنے کا راستہ بتانا ہے۔ (ماخوذ از تفسیرِ نعیمی)

میرے پیارے آقا ﷺ کے پیارے دیوانو! یہ حضور رحمتِ عالم ﷺ کی تعلیمِ پاک ہی کا

نتیجہ ہے کہ بت پرستی کرنے والے خدا کے بندہ بن گئے، شراب نوشی کر کے مست رہنے والے عبادتِ خدا میں لطف محسوس کرنے لگے، حرامکاری، رہزنی کرنے والے دوسروں کے رہبر بن گئے، جن کے دل جہالت کی تاریکیوں سے سیاہ ہو چکے تھے وہ علم کے پیکر بن گئے اور اسرارِ الٰہیہ کے رازدار ہو گئے۔ پوری دنیا مل کر بھی کوئی ایک ایسا استاذ یا معلم نہیں پیش کر سکتی کہ جس کے شاگردوں میں دنیا و آخرت کے ہر میدانِ علم و فن کے شہسوار نظر آئیں۔ وہ تنہا حضور رحمتِ عالم ﷺ ہی کی ذات ہے کہ جن کی مقدس بارگاہ کے تربیت یافتگان میں علم و فن کی ہر قسم کے ماہر و کامل نظر آتے ہیں۔ کون نہیں جانتا کہ سیدنا صدیقِ اکبر و فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما جہاں زہد و تقوی اور اتباعِ شریعت میں اپنی مثال آپ تھے وہیں جہاں بانی اور ملک گیری میں دنیا کا کوئی انسان ان کی برابری کا دعوی نہیں کر سکتا۔ حضرتِ عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جہاں شرم و حیا، ایمان و ایقان میں کامل و اکمل تھے وہیں غریبوں، فقیروں خصوصاً یتیموں سے محبت اور ان کی اعانت و تربیت کا کامل جذبہ جو ان کے اندر تھا وہ ہمیں کسی اور کی ذات میں نظر نہیں آتا ہے۔ حضرتِ عبدالرحمٰن بھی سخاوت میں اپنی مثال آپ تھے۔ زہد و قناعت میں حضرتِ سلمان فارسی اور حضرتِ ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہما بے مثل و بے مثال ہیں۔ مولائے کائنات رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک طرف شجاعت و بہادری میں اپنا اونچا مقام رکھتے ہیں تو دوسری طرف وہ اور حضرتِ عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما حقائق و معارف کے بحرِ ناپیدا کنار نظر آتے ہیں۔ اسی طرح حضرتِ خالد بن ولید اور حضرتِ ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سپہ سالاری اور کمانڈری کی ایسی بے نظیر صلاحیتوں سے آراستہ تھے جن پر دشمنانِ اسلام آج تک حیران و پریشان ہیں۔ غرضیکہ حضور رحمتِ عالم ﷺ کی مقدس تعلیم سے فیض پانے والے صحابہ جہاں تقوی و طہارت، عبادت و ریاضت کے پیکر تھے، عقل و دانش میں کامل تھے وہیں مختلف دنیاوی اور اخروی علوم و فنون کے ماہر بھی تھے۔ وہ تنہا حضور سید عالم ﷺ کی ذات ہے کہ جن کی بارگاہِ علمیہ سے علم و عرفان، معرفت و حکمت کے اس قدر چشمے پھوٹے ہوں اور جن کے شاگرد دنیا و آخرت کے ہر میدانِ علم و فن سے نہ صرف آشنا بلکہ اس کے شہسوار رہے ہیں۔

تعلیمِ مصطفیٰ ﷺ کی خصوصیات: حضور تاجدارِ مدینہ ﷺ نے دنیا کے سامنے جو تعلیمات پیش فرمائی ہیں ان کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپ فرائض واحکامِ خداوندی کے بیان کے ساتھ ساتھ ان کی علتیں اور حکمتیں بھی بیان فرما دیا کرتے تھے جس کا فائدہ یہ ہوتا کہ لوگوں کے سامنے اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکامات کے فوائد اجاگر ہو جاتے جس کے سبب لوگ شریعتِ مصطفیٰ ﷺ کی پیروی با اختیار و بخوشی کرنے لگ جاتے بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے شریعت کو طبِّ روحانی کے طور پر پیش فرمایا ہے اور یہ سمجھایا ہے کہ اگر یہ جرم کرو گے تو تمہارا یہ عضوِ روحانی مفلوج و ناکارہ ہو جائے گا، اگر یہ گناہ کرو گے تو تمہارے جسم میں یہ روحانی مرض پیدا ہوگا لہٰذا اگر امراضِ روحانیہ سے بچنا چاہتے ہو تو جرائم کرنا چھوڑ دو، اگر اپنے جسم کو صحیح وسالم دیکھنا چاہتے ہو تو صحتِ قلب کی فکر کرو کیوں کہ "اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ کُلُّهٗ وَ اِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ کُلُّهٗ" اگر دل صحیح ہے تو سارا جسم صحیح وسالم ہے اور اگر دل میں فساد واقع ہو گیا تو سارا جسم دہشت زدہ ہو کر رہ جائے گا۔

بہر حال یہ ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ حضور سرورِ کائنات ﷺ امت تک صرف پیغامِ الٰہی منتقل فرمانے نہیں آئے تھے بلکہ اس کی تشریح وتفسیر اور وضاحت بھی آپ کی ذمہ داری تھی کیوں کہ آپ معلم کائنات بنا کر بھیجے گئے ہیں اور یہ بھی یاد رکھیں کہ آپ کی صرف تعلیم ہی نہیں بلکہ آپ کی ادائیں بھی شریعت مطہرہ کا حصہ ہیں۔ لہٰذا رب کریم کے احکام پر اس کے پیارے حبیب ﷺ کی اداؤں کے مطابق عمل کریں گے تو ہی ہمارے اعمال مقبول ہوں گے کیوں کہ رسول ہی معلم شریعت ہیں، وہی پیکر شریعت ہیں، ان کا علم اور ان کا عمل ہماری زندگی کو سنوارنے، سدھارنے کے لئے بہترین نمونہ ہے۔ اسی لئے تو فرمایا گیا "لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ کَانَ یَرْجُوا اللّٰهَ وَالْیَوْمَ الْاٰخِرَ وَ ذَکَرَ اللّٰهَ کَثِیْرًا" بے شک تمہیں رسول اللہ ﷺ کی پیروی بہتر ہے، اس کے لئے کہ اللہ اور پچھلے دن کی امید رکھتا ہو اور اللہ کو بہت یاد کرے۔

یہی وجہ ہے کہ قرآن مقدس میں وضو، غسل، تیمّم وغیرہ تمام چیزوں کا اجمالی حکم دیا گیا

ہے، چاہے وہ عبادات سے متعلق ہوں یا معاملات یا حدود وتعزیرات سے ان میں اجمال ہے، ان کی تفصیلی تعلیم درسگاہ رسول سے ہی ملتی ہے تاکہ امت کے لئے شریعت پر عمل آسان ہو، نیز غلام ہمیشہ آقا کے محتاج رہیں، انہیں کو اپنا رہبر ورہنما اور قائد تسلیم کریں، ہر حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ان کے ذہن میں آقا کا تصور موجود ہو، ان کے اعمال بوسیلۂ رسول مقبول ہوں، تا ابد رسول کا نام باقی رہے، ان کا ذکر بلند رہے اور "وَ رَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ" کی حکمت پوری ہوتی رہے۔

قرآن مقدس نے یہ بھی اعلان فرما دیا ہے کہ حضور ﷺ ایسے معلم ہیں جو ہر چیز کی تعلیم دیتے ہیں۔ "وَ یُعَلِّمُکُمْ مَّا لَمْ تَکُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ" اور تمہیں وہ تعلیم فرماتا ہے جس کا تمہیں علم نہ تھا، وہ ایسے معلم ہیں کہ ان کی تعلیم میں کسی قسم کے شک وشبہہ کی گنجائش نہیں رہتی کیوں کہ "وَ مَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی" کے مطابق حضور اپنی مرضی سے کچھ نہیں سکھاتے، ان کی تعلیم کا ایک ایک حرف تعلیم خداوندی کے عین مطابق ہوتا ہے۔ اسی لئے ان کی تعلیمات پر عمل رضائے الٰہی کے حصول کا یقینی اور واحد ذریعہ ہے اور اسی لئے رسول کے احکام کو اپنانے کا حکم عام جاری فرمایا گیا "وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰکُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ" اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو، اور اللہ سے ڈرو، بیشک اللہ کا عذاب سخت ہے۔ (سورۂ حشر آیت ۷)

اصلِ علم: میرے پیارے آقا ﷺ کے پیارے دیوانو! علم کے جہاں بے شمار فضائل و فوائد ہیں وہی اس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ وہ ایک ایسی روشنی ہے جس کی مدد سے بندہ اللہ عزوجل کی معرفت حاصل کرتا ہے۔ علامہ نقی علی خان علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں "اَلْعِلْمُ بَابُ اللّٰهِ الْاَقْرَبُ وَ الْجَهْلُ اَعْظَمُ حِجَابٍ بَیْنَکَ وَ بَیْنَ اللّٰهِ" علم اللہ کی معرفت کا سب سے قریبی دروازہ ہے اور جہالت بندے اور اللہ کے درمیان سب سے بڑا حجاب ہے۔

اللہ عزوجل نے قرآن مقدس میں ارشاد فرمایا "وَ الرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ کُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَ مَا یَذَّکَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ" اور وہ لوگ جو علم میں پکے ہیں کہتے ہیں: ہم ایمان لائے، سب ہمارے رب کے پاس سے ہے اور نصیحت نہیں مانتے مگر عقل

والے۔اس آیت میں اس بات کی وضاحت ہے کہ علم ہی ایک ایسی دولت ہے جس کے ذریعہ اصلِ ایمان دل میں بس سکتا ہے۔

تو گویا اصل علم معرفتِ خداوندی ہے اور نبی کریم ﷺ تعلیم کتاب وحکمت کے ساتھ لوگوں کو خدا کی معرفت کرانے تشریف لائے تھے۔

غلبۂ دین

میرے پیارے آقا ﷺ کے پیارے دیوانو! اللہ عزوجل نے قرآن مقدس میں سرکار رحمت عالم ﷺ کی بعثت کے جو مقاصد بیان فرمائے ان میں سے ایک مقصد غلبہ دین بھی ہے۔

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: هُوَ الَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰی وَ دِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡهِرَهٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّهٖ وَ لَوۡ کَرِهَ الۡمُشۡرِکُوۡنَ۝ وہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اسے سب دینوں پر غالب کرے، پڑے برا مانیں مشرک۔ (سورۂ توبہ/۳۳)

ہدیٰ اور دین حق: ہدایت کا معنی ہے رہبری کرنا یا منزل مقصود کا پتہ بتانا۔ ہدایت دو طرح کی ہوتی ہے، ایک فقط راستہ دکھانا دوسرے مقصود پر پہنچا دینا۔ اگر لفظ ہدایت کے بعد ''الی'' یا ''لام'' لائے جائیں تو اس سے مراد راستہ دکھانا ہوتا ہے جیسا کہ قرآن مقدس میں مذکور ہے ''اِنَّکَ لَتَهۡدِیۡۤ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ'' اور ''اِنَّ هٰذَا الۡقُرۡاٰنَ یَهۡدِیۡ لِلَّتِیۡ هِیَ اَقۡوَمُ'' اور اگر بغیر الی یا لام کے صرف لفظ ہدایت مذکور ہو تو اس سے مراد ''ایصال الی المطلوب'' یعنی مقصود تک پہنچا دینا ہوتا ہے جیسے ''اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ''۔

ہدایت کے مراتب: ہدایت کے کئی مراتب ہیں۔کافروں کے لئے ایمان ہدایت ہے، مومن کے لئے تقویٰ ہدایت ہے، متقی کے لئے کمالِ تقویٰ ہدایت ہے، مقبولوں کے لئے قربِ الٰہی ہدایت ہے، مقربین کے لئے کمالِ قرب ہدایت ہے۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب: کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ کو کسی چیز کا اختیار نہیں کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ''اِنَّکَ لَا تَهۡدِیۡ مَنۡ اَحۡبَبۡتَ وَ لٰکِنَّ اللّٰهَ یَهۡدِیۡ مَنۡ یَّشَآءُ'' بے شک یہ نہیں کہ تم جسے اپنی طرف سے چاہو ہدایت کر دو ہاں اللہ ہدایت فرماتا ہے

جسے چاہے۔ (سورۂ قصص/۵۶)

مسلم شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ یہ آیت ابوطالب کے حق میں نازل ہوئی، نبی کریم ﷺ نے ان سے ان کی موت کے وقت فرمایا: اے چچا! کہو ''لا الہ الا اللہ'' میں تمہارے لئے روزِ قیامت شاہد ہوں گا۔انہوں نے کہا کہ اگر مجھے قریش کے عار دینے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں ضرور ایمان لاکر تمہاری آنکھ ٹھنڈی کرتا۔اس کے بعد ابوطالب کا انتقال ہوگیا۔اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی اور نبی کریم ﷺ کو یہ کہہ دیا گیا کہ آپ کو اختیار نہیں ہے بلکہ اللہ ہی جسے چاہے ہدایت دے سکتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ہدایت کے دو معانی ہیں۔اول: دین کے راستے کی رہنمائی کرنا اور اس کے اصول وقوانین سے آگاہ کرنا جس کو ''اِرَاءَةُ الطَّرِیۡق'' کہتے ہیں۔دوم: دین حق پر گامزن کر دینا۔نبی اکرم ﷺ ''اِرَاءَةُ الطَّرِیۡق'' یعنی دینِ حق کا راستہ دکھانے کے لئے مبعوث ہوئے تھے، آپ کی ذمہ داری محض لوگوں کو راہِ حق کی طرف دعوت دینا ہے نہ کہ لوگوں کو دینِ حق پر گامزن رکھنا اور جیسا کہ اوپر مذکور ہوا کہ لفظ ہدایت کے بعد جب ''الی'' یا ''لام'' ہو تو اس سے مراد راہِ حق کی رہنمائی ہوتی ہے اور اگر لفظ ہدایت بغیر ''الی'' یا ''لام'' کے مذکورہ ہو تو اس سے مراد دین پر قائم رکھنا ہوتا ہے۔تو معترضین جس آیت کو دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں کہ اس آیت میں لفظ ہدایت بغیر کسی واسطہ کے مذکور ہے لہٰذا اس سے مراد دین اسلام پر قائم رکھنا ہوگا اور ظاہر ہے کہ یہ نبی کریم ﷺ کی ذمہ داری نہ تھی آپ کی ذمہ داری تو محض رہنمائی تھی اور دین پر قائم رکھنا اللہ کے فضل پر مبنی ہے، وہ جسے چاہے دین پر قائم رکھے، جسے چاہے دین سے دور کر دے۔

دین کیا ہے؟ میرے پیارے آقا ﷺ کے پیارے دیوانو! مذکورہ آیۂ کریمہ میں فرمایا گیا کہ نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا، ہدایت کے حوالے سے آپ نے قدرے تفصیل ملاحظہ فرمائی اور اب دین کیا ہے؟ نیز دینِ حق کیا ہے؟ کے حوالے سے چند سطور ملاحظہ کریں۔

حضرت تمیم داری سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''اَلدِّیۡنُ النَّصِیۡحَةُ''

ثلاثًا قُلْنَا لِمَنْ قَالَ لِلّٰهِ وَ لِكِتَابِهٖ وَ لِرَسُوْلِهٖ وَ لِأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَ عَامَّتِهِمْ'' ''دین نصح وخیر خواہی کا نام ہے'' یہ حضور نے تین بار فرمایا۔ ہم نے عرض کیا کہ یہ کس کے لئے؟ فرمایا: اللہ اور اس کی کتاب اور اس کے رسول اور سلاطین اسلام اور جملہ مسلمانوں کے لئے۔ (بخاری ومسلم)

مذکورہ حدیث شریف میں دین کو خیر خواہی سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یہ حدیث جوامع الکلم میں سے ہے، اس حدیث سے دین کے مزاج اور اس کی وسعت کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ دین شخصی اور اجتماعی دونوں ہی قسم کے معاملات ومسائل میں ہماری رہنمائی کرتا ہے۔ وہ ایک طرف تو خدا سے ہمارا رشتہ مضبوط کرتا ہے دوسری طرف بندگانِ خدا کے حقوق کے سلسلہ میں ہمیں ہمارے فرائض سے آگاہ کرتا ہے۔

نصح کے اصل معنی ہیں ملاوٹ اور کھوٹ سے پاک صاف ہونا۔ شہد کو موم وغیرہ سے الگ کر کے اسے صاف کر لیتے ہیں تو ''نَصَحْتُ الْعَسَلَ'' کہتے ہیں۔ نصح کا تعلق قول وعمل دونوں سے ہوتا ہے۔ کسی کو صحیح مشورہ دینے اور اس کی خیر خواہی کو بھی نصیحت کہتے ہیں اس لئے کہ مخلصانہ تعلق کا یہ تقاضا ہے کہ آدمی کا جس کسی سے مخلصانہ رشتہ ہو وہ اس کا بدخواہ ہرگز نہ ہو بلکہ اس کا خیر خواہ ہو۔ ضرورت ہو تو اپنے نیک مشوروں سے اسے محروم نہ رکھے۔

یہ نصح اور خیر خواہی اور اخلاص ہر حال میں مطلوب ہے، یہ دین میں بھی مطلوب ہے اور انسان کے کردار کی اصل حسن وخوبی اور اس کی قوت اور طاقت بھی یہی ہے۔ بہت سے فرائض اور ذمہ داریاں معذوری کی حالت میں ساقط ہو جاتی ہیں لیکن نصح وخیر خواہی کا جذبہ ہر حالت میں مطلوب ہے۔ چنانچہ قرآن میں ہے ''لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ وَ لاَ عَلَى الْمَرْضٰى وَ لاَ عَلَى الَّذِيْنَ لاَ يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ وَّ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ'' ضعیفوں پر کچھ حرج نہیں اور نہ بیماروں پر اور نہ ان پر جنہیں خرچ کا مقدور نہ ہو جب کہ اللہ اور رسول کے خیر خواہ رہیں۔ نیکی والوں پر کوئی راہ نہیں اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (سورۂ توبہ:۹۱)

خدا کے لئے نصح کا مطلب یہ ہے کہ بندہ اپنے اور اپنے خدا کے درمیان کسی قسم کے

کھوٹ کو روا نہ رکھے، وہ خدا کی محبت اور وفاداری میں بالکل مخلص ہو کر رہے۔

خدا کی کتاب کے لئے نصح وخیر خواہی یہ ہے کہ اس تلاوت کا حق ادا کریں، اس کی آیات میں غور وفکر اور تدبر سے کام لیں، اس کے ہر حکم کے آگے سر اطاعت خم کر دیں، تمام عالم کو اس کی طرف دعوت دیں۔ ہماری سب سے بڑی آرزو یہ ہو کہ خدا کی کتاب کی رہنمائی میں انسانوں کے افکار وعملی مسائل کا تصفیہ ہو، اس کتاب کے جملہ احکام وقوانین زمین میں جاری اور نافذ ہوں۔ یہ کتاب معطل ہو کر ہرگز نہ رہے۔

خدا کے رسول کی خیر خواہی اور آپ سے مخلصانہ تعلق کے معنی یہ ہیں کہ آپ سے محبت کا رشتہ استوار ہو، آپ کے مشن کو لے اٹھیں، جس دین حق کو قائم کرنے کے لئے آپ دنیا میں تشریف لے آئے تھے اس دین کی اقامت کے لئے جدوجہد کی جائے اور اس کے لئے سر دھڑ کی بازی لگائی جائے، آپ کی سنت اور آپ کے طریقہ کے مقابلے میں کسی دوسری چیز کو ہرگز مقدم نہ رکھا جائے، آپ کے قول وعمل کے مقابلہ میں کسی کی رائے اور عمل کو ہرگز ترجیح نہ دی جائے۔

مسلمانوں کے ائمہ یا ان کے سربراہوں کی خیر خواہی کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ بھلائی میں ان کے ساتھ تعاون کیا جائے۔ چنانچہ حدیث میں ہے ''اَفْضَلُ الْجِهَادِ مَنْ قَالَ كَلِمَةَ حَقٍّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ'' بہترین جہاد اس شخص کا ہے جس نے کج اقتدار کے مقابلہ میں حق بات کہی۔

عام مسلمانوں کی خیر خواہی یہ ہے کہ اگر وہ بھٹکتے ہوئے ہوں تو ان کی اصلاح کی فکر کریں، ان میں علم دین کی اشاعت کا نظم کریں، انہیں ایذا نہ پہنچائیں، ان کے عیوب کی پردہ پوشی کریں، خیر خواہی میں انہیں اپنے نفس کے برابر جانیں، ان میں جو مظلوم ہوں ان کو بے کسی کی حالت میں نہ چھوڑیں، ان کی حمایت کریں، خوشی وغم میں ان کے ساتھ رہیں، ضرورت مندوں اور حاجتمندوں کی حاجت روائی میں غفلت سے کام نہ لیں، ان کو اپنا بھائی سمجھیں اور انہیں اپنا بھائی سمجھ کر ان سے معاملہ کریں، ان کے ساتھ ہمارا سلوک ہمدردی اور دردمندی کا

ہو۔قرآن میں ہے ”اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ“مومن بھائی بھائی ہیں۔(الحجرات:۴۹)

آپ اگر قرآن اٹھا کر دیکھیں تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے متعدد انبیائے کرام علٰی نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مشن کو خیر خواہی قرار دیا چنانچہ قرآن مقدس حضرت صالح علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے ”وَ قَالَ یٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُکُمْ رِسَالَةَ رَبِّیْ وَ نَصَحْتُ لَکُمْ وَ لٰکِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِیْنَ“ اور کہا اے میری قوم! بے شک میں نے تمہیں اپنے رب کی رسالت پہنچا دی اور تمہارا بھلا چاہا مگر تم خیر خواہوں کے غرضی ہی نہیں۔ (اعراف:۷۰)

دوسرے مقام پر حضرت شعیب علیہ السلام کا ذکر فرماتے ہوئے بھی یہی فرمایا ”وَ قَالَ یٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُکُمْ رِسَالَةَ رَبِّیْ وَ نَصَحْتُ لَکُمْ فَکَیْفَ اٰسٰی عَلٰی قَوْمٍ کٰفِرِیْنَ“ اور کہا اے میری قوم! میں تمہیں اپنے رب کی رسالت پہنچا چکا ہوں اور تمہارے بھلے کو نصیحت کی تو کیوں کر غم کروں کافروں کا۔ (اعراف:۹۳)

حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر فرماتے ہوئے فرمایا ”اُبَلِّغُکُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّیْ وَ اَنْصَحُ لَکُمْ وَ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ“ تمہیں اپنے رب کی رسالتیں پہنچاتا اور تمہارا بھلا چاہتا اور میں اللہ کی طرف سے وہ علم رکھتا ہوں جو تم نہیں رکھتے۔ (اعراف:۶۲)

اسی طرح حضرت ہود علیہ السلام اور دیگر انبیا کا ذکر کرتے ہوئے بھی قرآن مقدس میں نصیحت کا لفظ مذکور ہے۔غرض یہ کہ سابقہ انبیائے کرام علیہم السلام کے مشن کو نصیحت قرار دیا اور حدیث شریف میں فرمایا گیا کہ ”دین نصیحت ہے“ اور قرآنِ مقدس میں فرمایا گیا ”اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ“ بے شک اللہ کے یہاں اسلام ہی دین ہے۔ (آلِ عمران:۱۹)

لہٰذا ثابت ہوا کہ تمام انبیائے کرام کا مشن دین اسلام کی دعوت کو عام کرنا ہی تھا۔

ایک مقام پر اللہ عزوجل نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایک دعا کا ذکر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا ”رَبَّنَا وَ اجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَکَ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِنَا“ (ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی) اے رب ہمارے! اور کر ہمیں تیرے حضور گردن رکھنے والا اور ہماری اولاد میں سے ایک امت تیری فرمانبردار۔ (بقرہ:۱۲۸)

آیت کریمہ سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دین اسلام پر خود اور اپنی اولاد کے قائم رہنے کی دعا فرمائی۔

دوسرے مقام پر فرمایا ”اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗۤ اَسْلِمْ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ“ جب کہ اس سے اس کے رب نے فرمایا گردن رکھ عرض کی میں نے گردن رکھی اس کے لئے جو رب ہے سارے جہان کا۔ (بقرہ:۱۳۱)

اس آیۂ کریمہ میں اس بات کی وضاحت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اسلام پر رہنے کا حکم فرمایا۔

دیگر انبیائے کرام نے بھی اپنی اولاد کو دین اسلام ہی پر قائم رہنے کی تاکید اور وصیت فرمائی اس کا ذکر کرتے ہوئے قرآن مقدس نے فرمایا ”وَ وَصّٰى بِهَاۤ اِبْرٰهٖمُ بَنِیْهِ وَ یَعْقُوْبُ یٰبَنِیَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّیْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ“ اور اسی دین کی وصیت کی ابراہیم نے اپنے بیٹوں کو اور یعقوب نے کہ اے میرے بیٹو! بے شک اللہ نے یہ دین تمہارے لئے چن لیا ہے تو نہ مرنا مگر مسلمان۔ (بقرہ:۱۳۲)

دینِ حق کیا ہے؟ میرے پیارے آقا ﷺ کے پیارے دیوانو! ہر مذہب کو دین کہا جاتا ہے مگر دینِ حق کیا ہے اس کا امتیاز کرنا ایک اہم مسئلہ ہے۔ دین حق کیا ہے؟ اس کے حوالے سے قرآنِ مقدس میں ارشاد ہوا ”اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ“ بے شک دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔ اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ دین اسلام ہی دین حق اور دین الٰہی ہے جس کی دعوت دینے کے لئے انبیائے کرام تشریف لائے اور تمام ادیان پر جس کو غالب کرنے کے لئے اللہ عزوجل نے اپنے پیارے محبوب ﷺ کو مبعوث فرمایا۔

دین حق کی مزید وضاحت اس آیۂ کریمہ سے ہوتی ہے ”فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ“ اللہ کی ڈالی ہوئی بنا جس پر لوگوں کو پیدا کیا، اللہ کی بنائی چیز نہ بدلنا، یہی سیدھا دین ہے مگر بہت لوگ نہیں جانتے۔ (سورۂ روم:۳۰)

اس آیت کی وضاحت کرتے ہوئے مفسر شہیر علامہ مولانا سید نعیم الدین صاحب مرادآبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: فطرت سے مراد دین اسلام ہے۔ معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خلق کو ایمان پر پیدا کیا جیسا کہ بخاری و مسلم کی حدیث ہے کہ ہر بچہ فطرت پر پیدا کیا جاتا ہے یعنی اس عہد پر جو ''اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ'' فرما کر لیا گیا ہے۔ بخاری شریف کی حدیث میں ہے کہ پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی، نصرانی یا مجوسی بنا لیتے ہیں۔ اس آیت میں حکم دیا گیا ہے کہ دین الٰہی پر قائم رہو جس پر اللہ تعالیٰ نے خلق کو پیدا کیا ہے۔

آیت ''هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ'' کی تفسیر کرتے ہوئے مفسر شہیر حضرت علامہ مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: ''هُدٰی'' سے مراد قرآن مجید ہے اور دین حق سے مراد اسلام ہے۔ یا ''هُدٰی'' سے مراد حضور ﷺ کا خود ہدایت یافتہ ہونا اور دین حق سے مراد لوگوں کو ہدایت دینا ہے۔ دین سے مراد ملت ہے ''الحق'' یا تو رب تعالیٰ کا نام ہے یعنی اللہ کی پسندیدہ ملت یا حق بمعنیٰ صحیح باطل کا مقابل یا حق بمعنیٰ مضبوط، ناقابلِ نسخ، اس معنیٰ سے صرف دین محمدی حق ہے باقی گزشتہ نبیوں کے دین قابل نسخ تھے۔ یعنی رب تعالیٰ نے اپنے محبوب کو قرآن اور اسلام سے موصوف بنا کر بھیجا یا خود ہدایت یافتہ اور لوگوں کا ہادی بنا کر بھیجا ''لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ'' اس میں ارسال کی حکمت ارشاد ہوئی۔ ''یُظْهِرَ'' بنا ہے اظہار سے بمعنی غالب کرنا۔ اب خلاصہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ دین اسلام یا قرآن کو تمام دینوں پر غالب، تمام دینوں کا ناسخ کر دے، خود منسوخ نہ ہو یا حضور محمد مصطفیٰ ﷺ کو تمام دینوں کے بانیوں، ان کے سرداروں پر غالب کرے کہ ان کا چرچہ، ان کا ذکر خیر، ان کی عزت، ان کی نعت خوانی تمام بانیانِ دین سے زیادہ ہو۔

دیکھ لو آج بھی اسلام کی مقدس کتاب قرآن مجید تمام مذہبی کتابوں توریت، انجیل، زبور، وید، شاستروں پر غالب ہے، اسی قرآن کے حافظ ہیں، اسی قرآن کی تفسیریں ایک لاکھ سے زیادہ لکھی جا چکی ہیں، یہی قرآن سب سے زیادہ چھپتا ہے، یہی قرآن سب سے زیادہ پڑھا جاتا ہے، یہی قرآن بغیر سمجھے بھی مزہ دیتا ہے، سننے والوں کو تڑپا دیتا ہے، اسلام کی مسجدیں تمام

دینوں کے عبادت خانوں پر غالب ہیں، اسلام کا مکہ و مدینہ سارے دینوں کے مقدس مقامات پر غالب کہ اس کا حج و زیارت ہر سال ہوتا ہے جس کی مثال نہیں ملتی، اسلام کا رمضان و ربیع الاول تمام دینوں کے مقدس تاریخوں پر غالب ہے، حضور ﷺ تمام دینوں کے پیشواؤں پر غالب ہیں، آج بھی جتنا چرچہ، جتنی نعتیں حضور کی ہیں اتنی کسی کی نہیں۔ ایک لاکھ سے زیادہ حضور ﷺ کی سوانح عمریاں، تواریخ لکھی گئیں، حضور ﷺ ہی کے غلاموں میں اولیاء اللہ ہیں اور کسی دین میں نہیں۔ جتنے قصیدے حضور ﷺ کے شہر مدینہ منورہ کے لکھے گئے ہیں اتنے کسی کے نہیں لکھے گئے حتی کہ مدینہ پاک کی گلی کوچوں کی، وہاں کی ہر چیز کی تواریخ لکھی گئیں۔ یہ ہے ''لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ'' کی تفسیر۔

رسول ﷺ کو غلبۂ دین کے لئے جب مولا عزوجل نے مبعوث فرمایا تو اس راہ میں رحمت عالم ﷺ نے کتنی صعوبتیں برداشت کیں اس پر ایک طائرانہ نظر ڈالتے چلیں۔

وہ حجاز مقدس جس نے رسول اعظم ﷺ کو صادق اور امین کے لقب سے مشرف کیا تھا جب اسی حجاز کے ماننے والوں کے سامنے تصور الٰہ اور دعوت اسلام پیش کی گئی تو کبھی رسول اعظم ﷺ پر دعوت کے جواب میں پتھروں کی بارش، طعنوں کی بارش اور لفظوں کے تیر برسائے گئے۔ کبھی غلبۂ دین کے مقصد سے روکنے کے لئے زر اور زن کی لالچیں دی گئیں مگر داعیٔ برحق ﷺ اپنے مقصد میں اٹل رہے اور اس دین کے غلبہ کے لئے ہمیشہ کوشاں رہے اور کسی بھی لالچ کی طرف توجہ نہ فرمائی۔

لوگوں نے جب دیکھا کہ زر، زن اور زمین کی لالچ اور لفظوں کے تیر رسول اعظم ﷺ کو مقصد سے ہٹانے میں کارآمد ثابت نہ ہوئے تو انہوں نے ظلم و زیادتی اور خوف و ہراس کے ذریعہ غلبۂ دین کے مقصد سے روکنے کی کوشش کی لیکن تاریخ گواہ ہے کہ امت کی خیر خواہی اور دین اسلام کے ذریعہ انسانی معاشرہ کو امن کا گہوارہ بنانے کے لئے رسول رحمت ﷺ نے ہر کرب برداشت کئے، معاشرتی بائیکاٹ کیا گیا، ہجرت کی صعوبتیں اٹھائیں، الزام تراشیاں اور دہکتے ہوئے انگاروں پر اپنے غلاموں کو تڑپتا ہوا دیکھا لیکن دعوت کا کام اور غلبۂ دین کی جدو جہد جاری رکھی اور دنیا نے دیکھا کہ تیئیس سال کی قلیل مدت میں اپنے مقصد کو پایۂ تکمیل تک

بحسن وخوبی پہنچایا۔آخر غلبۂ دین سے انسانوں کا کیا فائدہ تھا جس کے لئے حضور ﷺ نے اتنی تکلیفیں برداشت کیں؟ کیا انسان کے معاشی مسئلہ کا حل یا کسی حد تک تعلیم کا فروغ؟ کیا یہی مقصد غلبۂ دین تھا؟ تو جان لینا چاہئے کہ کسی حد تک معاشی و تعلیمی مسئلہ کا تدارک یہ غلبۂ دین کے لئے ضروری تو ہے لیکن حقیقت میں غلبۂ دین کا مقصد کیا تھا اسے سمجھنے کی ضرورت ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد سے حضور ﷺ کی بعثت تک لاقانونیت کا دور دورہ تھا اور انسان اپنے وجود کے استعمال کے طریقہ سے بے خبر تھا اور معاشرتی نقوش سے ناآشنائی نے پورے معاشرے کو بے چین و بے قرار کر دیا تھا۔اطمینان نام کی کوئی چیز سوسائٹی میں نظر ہی نہ آتی تھی، ہر طاقتور کمزور پر ظلم کے پہاڑ توڑتا،سودی لین دین کے ذریعہ غریبوں کا خون چوسا جاتا، بیواؤں کے نالوں سے آسمان لرز جاتا اور یتیموں کی چیخوں سے دردمند دل تڑپ اٹھتے۔ایسا لگتا تھا کہ انسانی معاشرہ میں لاقانونیت نے جینا دشوار کر دیا ہے۔اللہ عزوجل نے اشرف المخلوقات کی بے قراری اور بے چینی اور آہ وفغاں کو سن لیا اور ایک رقیق القلب اور صاحب رحمت ورأفت رسول ﷺ کو پاکیزہ دین دے کر مبعوث فرمایا اور دنیا نے دیکھا کہ تیئیس سالہ قلیل مدت میں رہزنوں کو رہبر بنا دیا، جہالت کی وادیوں میں بھٹکنے والوں کو علم کا چراغ عطا فرمایا اور انسانیت کے مقام سے ناآشنا لوگوں کو انسان کی حقیقت سے روشناس کرایا۔ دنیا یہ ماننے پر مجبور ہوگئی کہ صدیوں کی جنگیں دین اسلام ہی کے ذریعہ ختم ہو سکتی ہیں اور اس دین کے علاوہ کہیں بھی انسانوں کی عظمت کا وہ تصور جو انسان کا حق ہے نہیں ملتا۔ طبقاتی کشمکش، امیروں کی بالادستی، یتیموں اور بیواؤں کا استحصال یہ ساری برائیاں دین اسلام کے ذریعہ ہی ختم ہوئیں اور غلبۂ دین سے مراد ایک پرامن اور پرسکون خداشناس معاشرہ کا قیام ہی تھا جسے خاردار جھاڑیوں سے گزر کر اور زخموں سے چور ہو کر رسول اعظم ﷺ نے قائم کیا۔وعدۂ الٰہی ”لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَ رُسُلِیْ“ کے مطابق اللہ کے رسول ﷺ غالب ہوئے اور آپ کا دین ہمیشہ غالب رہا۔

موجودہ حالات کو دیکھ کر قرآن مقدس کی حقیقت کو جھٹلایا نہیں جا سکتا۔آج اگر کوئی یہ تصور کرتا ہو کہ طاقت کے بل بوتے پر اور جھوٹے پروپیگنڈے کے ذریعہ اس دین کو پھیلنے سے

روکا جا سکتا ہے اور اس کا وجود باقی نہ رہے گا تو یہ خواب تو ہو سکتا ہے، حقیقت نہیں۔ یہ دین بڑھنے کے لئے آیا ہے، مٹنے کے لئے نہیں۔اپنی سچائیوں کی بنا پر نسلی وطبقاتی کشمکش کے خاتمہ اور عدل وانصاف کے عظیم قانون کی بنیاد پر، مساوات کے درس کی بنیاد پر یہ بڑھتا جائے گا، دنیا کی کوئی طاقت اسے نہیں روک سکے گی۔اللہ عزوجل نے روکنے والوں کو مایوس کر دیا ہے اور پیغمبر اعظم ﷺ نے جو خوشخبری میدانِ عرفات میں سنادی ”اَلْیَوْمَ یَئِسَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ دِیْنِکُمْ“ آج تمہارے دین کی طرف سے کافروں کی آس ٹوٹ گئی۔(سورۂ المائدہ:۳)

دین اسلام پر بہتان تراشی اور عدم اطمینان کا مظاہرہ کرنے والوں کو رسول اعظم ﷺ نے اپنے کردار اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کو بطور گواہ انسانی معاشرہ میں اس طرح پیش کیا کہ جو اسلام کتابوں میں محفوظ تھا صحابہ نے اپنے اعمال وکردار سے اس کے سچے ہونے کی گواہی دی اور خود رسول اعظم ﷺ نے بھی میدان عرفات میں تبلیغ اور ذمہ داریٔ نبوت کے ادا کرنے سے متعلق صحابہ سے گواہی لی۔صحابہ نے بیک زبان اللہ کی امانت اور ذمہ داریٔ نبوت کی ادائیگی پر گواہی دی اور پھر سرکار ﷺ نے صحابہ کی گواہی پر اللہ عزوجل کو گواہ بنایا تو میرے مولا نے بھی کارِ نبوت کی انجام دہی پر گواہی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ”وَ کَفٰی بِاللّٰہِ شَہِیْدًا“

پتہ چلا کہ غلبۂ دین کی ذمہ داری نبھاتے ہوئے اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے ماننے والوں کو یہ سبق دیا کہ تم میری امت ہو، میرے مشن اور غلبۂ دین کی کوشش میں اس طرح لگے رہنا کہ میں خود گواہی دوں کہ میرے غلام نے میرے مشن کو اپنی زندگی کی آخری سانس تک سینے سے لگائے رکھا اور اس کے نفاذ کے لئے عملاً کوشش کرتا رہا۔

میرے پیارے آقا ﷺ کے پیارے دیوانو! اللہ کے عطا کردہ دین سے اپنا اٹوٹ رشتہ قائم کرو اور قربانیٔ رسول ﷺ کا لحاظ رکھو۔جو دین چودہ سو سال پہلے اپنے ماننے والوں کو عزت ووقار کا تاج عطا کر سکتا ہے وہ دین آج ہمیں بھی ہمارا کھویا ہوا وقار دے سکتا ہے۔بس شرط اتنی سی ہے کہ قولاً دین کے اقرار کے ساتھ عملاً اسے اختیار کر لو، اس کا حسن، عمل کی شکل میں دنیا کے سامنے ظاہر ہوگا تو دنیا دامنِ اسلام میں پناہ لینے کے لئے بے چین ہو جائے گی۔

آج مغربی عوام اسلام کی طرف للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہی ہے اور قلب کی آواز اسلام کی طرف ان کو متوجہ کررہی ہے کہ سکون چاہتے ہو اور رنگ ونسل، بڑے چھوٹے کی تمیز سے بچنا چاہتے ہو تو آؤ مساوات کا علمبردار اور انسانی حقوق کا محافظ دین اسلام اپنا دامن وا کئے ہوئے ہے، اس میں پناہ حاصل کرلو۔ الحمد للہ! اس دور میں کافی تعداد میں مغربی اور یورپی عوام آغوش اسلام میں پناہ لے رہی ہے، خالق کی معرفت حاصل کرنے کی کوشش کررہی ہے اور خدا کی بارگاہ میں سربسجود ہورہی ہے۔

اللہ عزوجل بے عقل کو عقل وہدایت کی دولت اور بے عمل کو عمل کی دولت سے مالا مال فرمائے اور حسن اسلام کو انسانوں کے سامنے پیش کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

معجزاتِ نبی ﷺ

معجزہ کیا ہے؟: حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے ان کی نبوت کی صداقت ظاہر کرنے کے لئے کسی ایسی تعجب خیز چیز کا ظاہر ہونا جو عادتاً نہیں ہوا کرتی، اسی خلاف عادت ظاہر ہونے والی چیز کا نام معجزہ ہے۔

معجزہ چونکہ نبی کی صداقت ظاہر کرنے کے لئے ایک خداوندی نشان ہوا کرتا ہے اسی لئے معجزہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ خارق عادت ہو یعنی ظاہری علل واسباب اور عادات جاریہ کے بالکل ہی خلاف ہو، ورنہ ظاہر ہے کہ کفار اس کو دیکھ کر کہہ سکتے ہیں کہ یہ تو فلاں سبب سے ہوا ہے اور ایسا تو ہمیشہ عادتاً ہوا ہی کرتا ہے۔ اس بنا پر معجزہ کے لئے یہ لازمی شرط ہے بلکہ یہ معجزہ کے مفہوم میں داخل ہے کہ وہ کسی نہ کسی اعتبار سے اسبابِ عادیہ اور عاداتِ جاریہ کے خلاف ہو اور ظاہری اسباب وعلل کے عمل دخل سے بالکل ہی بالاتر ہو، تاکہ اس کو دیکھ کر کفار یہ ماننے پر مجبور ہو جائیں کہ چونکہ اس چیز کا کوئی ظاہری سبب بھی نہیں ہے اور عادتاً کبھی ایسا ہوا بھی نہیں کرتا، اس لئے بلاشبہ اس چیز کا کسی شخص سے ظاہر ہونا انسانی طاقتوں سے بالاتر کارنامہ ہے، لہٰذا یقیناً یہ شخص اللہ کی طرف سے بھیجا ہوا اور اس کا نبی ہے۔

جو شخص نبی نہ ہو اور نبوت کا دعویٰ کرے وہ کوئی محال عادی اپنے دعویٰ کے مطابق ظاہر نہیں کرسکتا ورنہ جھوٹے سچے میں فرق نہ رہے گا۔ نبی سے جو بات خلافِ عادت قبل نبوت ظاہر ہو اس کو **اِرہاص** کہتے ہیں اور ولی سے جو ایسی بات صادر ہو اس کو **کرامت** کہتے ہیں اور عام مومنین سے جو صادر ہو اسے **معُونت** کہتے ہیں اور بے باک فجار یا کفار سے جو ان کے موافق، ظاہر ہو اس کو **اِستِدراج** کہتے ہیں اور ان کے خلاف ظاہر ہو تو **اِہانت** ہے۔

حضور اقدس ﷺ کے معجزات کی تعداد کا ہزار دو ہزار کی گنتیوں سے شمار کرنا انتہائی دشوار ہے، آپ کی ذات مقدسہ تمام انبیائے سابقین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کے معجزات کا مجموعہ وبرزخ کبریٰ ہے اور ان کے علاوہ خداوند قدوس نے آپ کو دوسرے ایسے بے شمار معجزات عطا فرمائے

ہیں جو کسی نبی ورسول کو نہیں دیئے گئے اس لئے یہ کہنا آفتاب سے زیادہ تابناک حقیقت ہے کہ آپ کی مقدس زندگی کے تمام لمحات درحقیقت معجزات کی ایک دنیا اور خوارق عادات کا ایک عالم اکبر ہیں۔

آیئے اب نگاہِ محبت سے رسول پاک ﷺ کے چند معجزات کا مطالعہ کیجئے اور اپنے دل میں حضور کی محبت مستحکم کیجئے۔

چاند دوٹکڑے ہوگیا: حضور خاتم النبیین سید المرسلین ﷺ کے معجزات میں ''شق القمر'' کا معجزہ بہت ہی عظیم الشان اور فیصلہ کن معجزہ ہے۔ حدیثوں میں آیا ہے کہ کفار مکہ نے آپ سے مطالبہ کیا کہ آپ اپنی نبوت کی صداقت پر بطور دلیل کوئی معجزہ اور نشانی دکھایئے، اس وقت آپ نے ان لوگوں کو ''شق القمر'' کا معجزہ دکھایا کہ چاند دوٹکڑے ہو کر نظر آیا۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت انس بن مالک، حضرت جبیر بن مطعم، حضرت علی بن ابی طالب، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت حذیفہ بن یمان وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس واقعہ کی روایت کی ہے۔

ان روایات میں سب سے زیادہ صحیح حضرت عبداللہ بن مسعود کی روایت ہے۔ آپ اس وقت موجود تھے، آپ نے اس معجزہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ ان کا بیان ہے کہ حضور ﷺ کے زمانہ میں چاند دوٹکڑے ہوگیا، ایک ٹکڑا پہاڑ کے اوپر اور ایک ٹکڑا پہاڑ کے نیچے نظر آرہا تھا، آپ نے کفار کو یہ منظر دکھا کر ان سے ارشاد فرمایا کہ گواہ ہو جاؤ، گواہ ہو جاؤ۔ (بخاری ۲/۷۲۱،۷۲۲)

سورج پلٹ آیا: حضور اقدس کے آسمانی معجزات میں سورج پلٹ آنے کا معجزہ بھی بہت ہی عظیم الشان معجزہ اور صداقت نبوت کا ایک واضح ترین نشان ہے۔ اس کا واقعہ یہ ہے کہ حضرت بی بی اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ ''خیبر'' کے قریب ''منزل صہبا'' میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز عصر پڑھ کر حضرت علی کی گود میں اپنا سر اقدس رکھ کر سو گئے اور آپ پر وحی نازل ہونے لگی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سر اقدس کو اپنی گود میں لئے بیٹھے رہے، یہاں تک کہ سورج غروب ہوگیا اور آپ کو یہ معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نماز عصر قضا

ہوگئی تو آپ نے یہ دعا فرمائی کہ ''یا اللہ! یقیناً علی تیری اور تیرے رسول کی اطاعت میں تھے لہٰذا تو سورج کو واپس لوٹا دے تاکہ علی نماز عصر ادا کرلیں''۔

حضرت بی بی اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ڈوبا ہوا سورج پلٹ آیا اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر اور زمین کے اوپر ہر طرف دھوپ پھیل گئی۔ (مدارج النبوۃ جلد ۲ ص ۲۵۲)

مذکورہ دونوں معجزات کا ذکر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ یوں کرتے ہیں ؎

تیری مرضی پا گیا سورج پھرا الٹے قدم ۔۔۔ تیری انگلی اُٹھ گئی مہ کا کلیجہ چر گیا

مریضوں کی شفا: میرے پیارے آقا ﷺ کے پیارے دیوانو! حضور نبی اکرم ﷺ کا ایک عظیم معجزہ یہ ہے کہ آپ کے دستِ اقدس سے کئی مریضوں کو آن کی آن میں شفا نصیب ہوئی۔ چنانچہ حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت سلمہ بن اکوع اور حضرت سہیل بن سعد تین چشم دید گواہوں سے روایت ہے کہ غزوۂ خیبر میں جب آپ نے علم عطا فرمانے کے لئے حضرت علی بن ابی طالب کو طلب فرمایا تو معلوم ہوا کہ ان کی آنکھوں میں آشوبِ چشم ہے اور یہ آشوب ایسا سخت تھا کہ حضرت سلمہ بن اکوع آپ کا ہاتھ پکڑ کر حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں لا رہے تھے۔ آپ نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعابِ دہن مل دیا اور دم کر دیا، اسی وقت آپ کی آنکھیں اچھی ہوگئیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آنکھوں میں کبھی درد تھا ہی نہیں۔ (بخاری ومسلم)

اسی طرح غزوۂ خیبر میں حضرت سلمہ بن اکوع کی ٹانگ میں تلوار کا زخم لگ گیا، وہ حضور ﷺ کے پاس آئے، آپ نے ان ٹانگوں پر تین مرتبہ دم کر دیا پھر انہیں کوئی شکایت محسوس نہیں ہوئی، صرف نشان رہ گیا تھا۔ (بخاری)

ایک روایت میں ہے کہ آپ ایک سفر میں جا رہے تھے، راستہ میں ایک عورت بچہ کو لئے ہوئے سامنے آئی اور کہا: یا رسول اللہ اس کو دن میں کئی دفعہ کسی بلا کا دورہ ہوتا ہے، آپ نے بچہ کو اٹھا کر کجاوہ کے سامنے رکھا اور تین بار کہا: اے خدا کے دشمن نکل میں خدا کا رسول ہوں پھر

لڑکے کو اس عورت کے حوالے کر دیا۔ سفر سے پلٹے تو وہ عورت دو دُنبے لے کر حاضر ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ! میرا یہ ہدیہ قبول فرمائیے، خدا کی قسم پھر بچے کے پاس وہ بلا نہ آئی۔ آپ نے ایک دنبہ قبول فرما لیا اور دوسرے کو واپس کر دیا۔

محمد بن حاطب ایک صحابی ہیں۔ وہ جب بچے تھے تو اپنی ماں کی گود سے گر کر آگ میں گر پڑے اور کچھ جل گئے، ان کی ماں ان کو لے کر حضور رحمت عالم ﷺ کی خدمت میں آئیں۔ آپ نے اپنا لعابِ دہن ان پر مَلا اور دعا پڑھ کر دم دیا۔ ان کی ماں کا بیان ہے کہ میں بچے کو لے کر وہاں سے اٹھنے بھی نہ پائی کہ بچہ کا زخم چنگا ہو گیا۔ (خصائص کبریٰ)

چٹان بکھر گئی: غزوۂ خندق کے واقعہ میں ملتا ہے کہ صحابۂ کرام مدینہ کے چاروں طرف کفار کے حملوں سے بچنے کے لئے خندق کھود رہے تھے، اتفاق سے ایک بہت ہی سخت چٹان نکل آئی، صحابۂ کرام نے اپنی اجتماعی طاقت سے ہر چند اس کو توڑنا چاہا مگر وہ کسی طرح نہ ٹوٹ سکی، پھاوڑے اس پر پڑ پڑ کر اُچٹ جاتے تھے۔ جب لوگوں نے مجبور ہو کر خدمت اقدس میں یہ ماجرا عرض کیا تو آپ خود اٹھ کر تشریف لائے اور پھاوڑا ہاتھ میں لے کر ایک ضرب لگائی تو وہ چٹان ریت کے بھر بھرے ٹیلوں کی طرح چُور ہو کر بکھر گئی۔ (بخاری جلد۲ص ۵۸۸)

بت گر پڑے: یہ ہر شخص جانتا ہے کہ فتح مکہ سے پہلے خانۂ کعبہ میں تین سو ساٹھ بتوں کی پوجا ہوتی تھی، فتح مکہ کے دن حضور اقدس ﷺ کعبہ میں تشریف لے گئے، اس وقت دست مبارک میں ایک چھڑی تھی اور آپ زبان اقدس سے یہ آیت تلاوت فرما رہے تھے کہ "جَـآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ ط اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا" حق آ گیا اور باطل مٹ گیا یقیناً باطل مٹنے ہی کے قابل تھا۔

آپ اپنی چھڑی سے جس بت کی طرف اشارہ فرماتے تھے وہ بغیر چھوئے ہوئے فقط اشارہ کرتے ہی دھم سے زمین پر گر پڑتا تھا۔ (مدارج النبوۃ جلد۲ص ۲۹۰)

پہاڑوں کا سلام کرنا: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضور انور ﷺ کے ساتھ مکہ مکرمہ میں ایک طرف کو نکلا تو میں نے دیکھا کہ جو درخت اور پہاڑ سامنے

آتا ہے اس سے "اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ" کی آواز آتی ہے اور میں خود اس آواز کو اپنے کانوں سے سن رہا تھا۔ (ترمذی جلد۲ص ۲۰۳)

اسی طرح حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مکہ میں ایک پتھر ہے جو مجھ کو سلام کیا کرتا تھا میں اب بھی اس کو پہچانتا ہوں۔ (ترمذی جلد۲ص ۲۰۳)

پہاڑ کا ہلنا: بخاری شریف کی یہ روایت ہے کہ ایک دن حضور ﷺ اپنے ساتھ حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو لے کر اُحد پہاڑ پر چڑھے، پہاڑ (جوش مسرت میں) جھوم کر ہلنے لگا اس وقت آپ نے پہاڑ کو ٹھوکر مار کر یہ فرمایا کہ "ٹھہر جا" اس وقت تیری پشت پر ایک پیغمبر ہے اور ایک صدیق ہے اور دو (حضرت عمر و حضرت عثمان) شہید ہیں۔

(بخاری جلد۲ص ۵۱۹)

مٹھی بھر خاک کا شاہکار: مسلم شریف کی حدیث میں حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جنگ حنین میں جب کفار نے حضور ﷺ کو چاروں طرف سے گھیر لیا تو آپ اپنی سواری سے اتر پڑے اور زمین سے ایک مٹھی مٹی لے کر کفار کے چہروں پر پھینکا اور "شَاهَتِ الْوُجُوْهُ" فرمایا تو کافروں کے لشکر میں کوئی ایک انسان بھی باقی نہیں رہا جس کی دونوں آنکھیں اسی مٹی سے بھر نہ گئی ہوں، چنانچہ وہ سب اپنی اپنی آنکھیں ملتے ہوئے پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے اور شکست کھا گئے اور حضور ﷺ نے ان کے اموالِ غنیمت کو مسلمانوں کے درمیان تقسیم فرما دیا۔ (مشکوۃ جلد۲ص ۵۳۴)

اسی طرح ہجرت کی رات میں حضور ﷺ نے کاشانۂ نبوت کا محاصرہ کرنے والے کافروں پر جب ایک مٹھی خاک پھینکی تو یہ مٹھی بھر مٹی تمام کافروں کے سروں پر پڑ گئی۔

(مدارج جلد۲ص ۵۷)

درخت چل کر آیا: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے۔ ایک اَعرابی (دیہاتی) آپ کے پاس آیا، آپ نے اس کو اسلام کی دعوت دی، اس اَعرابی نے سوال کیا کہ کیا آپ کی نبوت پر کوئی گواہ بھی ہے؟

آپ نے فرمایا کہ ہاں یہ درخت جو میدان کے کنارے پر ہے میری نبوت کی گواہی دے گا، چنانچہ آپ نے اس درحت کو بلایا اور وہ فوراً ہی زمین چیرتا ہوا اپنی جگہ سے چل کر بارگاہ اقدس میں حاضر ہوگیا اور اس نے با آواز بلند تین مرتبہ آپ کی نبوت کی گواہی دی، پھر آپ نے اس کو اشارہ فرمایا تو وہ درخت زمین میں چلتا ہوا اپنی جگہ پر چلا گیا۔

محدث بزّار وامام بیہقی وامام بغوی نے حدیث میں یہ روایت بھی تحریر فرمائی ہے کہ اس درخت نے بارگاہ اقدس میں آکر "اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ" کہا۔ اعرابی یہ معجزہ دیکھتے ہی مسلمان ہوگیا اور جوش عقیدت میں عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! مجھے اجازت دیجئے کہ میں آپ کو سجدہ کروں، آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں خدا کے سوا کسی دوسرے کو سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو میں عورتوں کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہروں کو سجدہ کریں، یہ فرما کر آپ نے اس کو سجدہ کرنے کی اجازت نہیں دی۔ پھر اس نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! اگر آپ اجازت دیں تو میں آپ کے دست مبارک اور مقدس پاؤں کو بوسہ دوں آپ نے اس کو اس کی اجازت دے دی، چنانچہ اس نے آپ کے مقدس ہاتھ اور مبارک پاؤں کو والہانہ عقیدت کے ساتھ چوم لیا۔ (زرقانی جلد ۵ ص ۱۲۸ تا ۱۳۱)

اسی طرح حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ سفر میں ایک منزل پر حضور اقدس ﷺ استنجا فرمانے کے لئے میدان میں تشریف لے گئے، مگر کہیں کوئی آڑ کی جگہ نظر نہیں آئی ہاں البتہ اس میدان میں دو درخت نظر آئے جو ایک دوسرے سے کافی دوری پر تھے۔ آپ نے ایک درخت کی شاخ پکڑ کر چلنے کا حکم دیا تو وہ درخت اس طرح آپ کے ساتھ ساتھ چلنے لگا جس طرح مہار والا اونٹ مہار پکڑنے والے کے ساتھ چلنے لگتا ہے، پھر آپ نے دوسرے درخت کی ٹہنی تھام کر اس کو بھی چلنے کا اشارہ فرمایا تو وہ بھی چل پڑا اور دونوں درخت ایک دوسرے سے مل گئے اور آپ نے اس کی آڑ میں اپنی حاجت رفع فرمائی، اس کے بعد آپ نے حکم دیا تو وہ دونوں درخت زمین چیرتے ہوئے چل پڑے اور اپنی اپنی جگہ پہنچ کر جا کھڑے ہوئے۔ (زرقانی جلد ۵ ص ۱۳۱، ۱۳۲)

انتباہ:۔ یہی وہ معجزہ ہے جس کو حضرت علامہ بوصیری علیہ الرحمہ نے اپنے قصیدہ بردہ میں تحریر فرمایا ہے کہ ؎

جَاءَتْ لِدَعْوَتِہِ الْاَشْجَارُ سَاجِدَۃً
تَمْشِیْ اِلَیْہِ عَلٰی سَاقٍ بِلَا قَدَمٖ

یعنی آپ کے بلانے پر درخت سجدہ کرتے ہوئے اور بلا قدم کے اپنی پنڈلی سے چلتے ہوئے آپ کے پاس حاضر ہوئے۔ نیز پہلی حدیث سے ثابت ہوا کہ دیندار بزرگوں مثلاً علما و مشائخ کی تعظیم کے لئے ان کے ہاتھ، پاؤں کو بوسہ دینا جائز ہے۔

لکڑی کی تلوار: جنگ بدر کے دن حضرت عُکّاشہ بن مِحصن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلوار ٹوٹ گئی تو حضور اقدس ﷺ نے ان کو ایک درخت کی ٹہنی دے کر فرمایا "تم اس سے جنگ کرو" وہ ٹہنی ان کے ہاتھ میں آتے ہی ایک نہایت نفیس اور بہترین تلوار بن گئی جس وہ عمر بھر تمام لڑائیوں میں جنگ کرتے رہے یہاں تک کہ حضرت امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں وہ شہادت سے سرفراز ہوگئے۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلوار جنگ اُحد کے دن ٹوٹ گئی تھی، تو ان کو بھی رسول اللہ ﷺ نے ایک درخت کی شاخ دے کر ارشاد فرمایا کہ "تم اس سے لڑو" وہ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں آتے ہی ایک بَرّاق تلوار بن گئی، حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس تلوار کا نام "عُرْجُوْنٌ" تھا، یہ خلفائے بنو العباس کے دور حکومت تک باقی رہی، یہاں تک کہ خلیفہ معتصم باللہ کے ایک امیر نے اس تلوار کو بائیس دینار میں خریدا اور حضرت عکاشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلوار کا نام "عَوْنٌ" تھا یہ دونوں تلواریں حضور ﷺ کے معجزات اور آپ کے تصرفات کی یادگار تھیں۔ (مدارج النبوۃ جلد ۲ ص ۱۲۳)

جانوروں کا سجدہ کرنا: احادیث کی اکثر کتابوں میں چند الفاظ کے تغیر و تبدل کے ساتھ یہ روایت مذکور ہے کہ ایک انصاری کا اونٹ بگڑ گیا تھا اور وہ کسی کے قابو میں نہیں آتا تھا بلکہ لوگوں کو کاٹنے کے لئے حملہ کیا کرتا تھا، لوگوں نے حضور ﷺ کو مطلع کیا، آپ نے خود اس اونٹ کے پاس جانے کا ارادہ فرمایا تو لوگوں نے آپ کو روکا کہ یارسول اللہ ﷺ! یہ اونٹ لوگوں کو دوڑ کر کتے کی طرح کاٹ کھاتا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا "مجھے اس کا کوئی خوف نہیں ہے" یہ کہہ کر آپ آگے بڑھے تو

اونٹ نے آپ کے سامنے آ کر اپنی گردن ڈال دی اور آپ کو سجدہ کیا، آپ نے اپنا دست شفقت پھیر دیا تو وہ بالکل ہی نرم پڑ گیا اور فرمانبردار ہو گیا اور آپ نے اس کو پکڑ کر اس کے مالک کے حوالے کر دیا، پھر یہ ارشاد فرمایا کہ خدا کی ہر مخلوق جانتی اور مانتی ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں لیکن جنوں اور انسانوں میں سے جو کفار ہیں وہ میری نبوت کا اقرار نہیں کرتے، صحابۂ کرام نے اونٹ کو سجدہ کرتے دیکھ کر عرض کیا کہ جب جانور آپ کو سجدہ کرتے ہیں تو ہم انسانوں کو تو سب سے پہلے آپ کو سجدہ کرنا چاہئے۔ یہ سن کر آپ نے ارشاد فرمایا اگر کسی انسان کا دوسرے انسان کو سجدہ کرنا جائز ہوتا تو میں عورتوں کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہروں کو سجدہ کیا کریں۔ (مشکوٰۃ جلد۲ ص ۵۴۰)

اونٹ کی فریاد: ایک بار حضور اقدس ﷺ ایک انصاری کے باغ میں تشریف لے گئے، وہاں ایک اونٹ کھڑا ہوا زور سے چلا رہا تھا جب اس نے آپ کو دیکھا تو ایک دم بلبلانے لگا اور اس کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، آپ نے قریب جا کر اس کے سر اور اس کی کنپٹی پر اپنا دست شفقت پھیرا تو وہ تسلی پا کر بالکل خاموش ہو گیا، پھر آپ نے لوگوں سے دریافت فرمایا کہ اس اونٹ کا مالک کون ہے؟ لوگوں نے ایک انصاری کا نام بتایا، آپ نے فوراً ان کو بلوایا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان جانوروں کو تمہارے قبضہ میں دے کر ان کو تمہارا محکوم بنا دیا ہے لہٰذا تم لوگوں پر لازم ہے کہ تم ان جانوروں پر رحم کیا کرو۔ تمہارے اس اونٹ نے مجھ سے تمہاری شکایت کی ہے کہ تم اس کو بھوکا رکھتے ہو اور اس کی طاقت سے زیادہ اس سے کام لے کر اس کو تکلیف دیتے ہو۔ (ابوداؤد جلد ۱ ص ۳۵۲)

امِ سُلیم کی روٹیاں: ایک دن حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے گھر میں آئے اور اپنی بیوی حضرت امِ سُلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا کہ کیا تمہارے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے؟ میں نے حضور ﷺ کی کمزور آواز سے یہ محسوس کیا کہ آپ بھوکے ہیں۔ ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جَو کی چند روٹیاں دوپٹے میں لپیٹ کر حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ آپ کی خدمت میں بھیج دیں۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب بارگاہ نبوت میں پہنچے تو آپ مسجد نبوی میں صحابۂ کرام کے مجمع میں تشریف فرما تھے، آپ نے پوچھا کہ کیا ابوطلحہ نے تمہارے ہاتھ کھانا بھیجا ہے؟ انہوں

نے کہا ''جی ہاں'' یہ سن کر آپ اپنے اصحاب کے ساتھ اٹھے اور حضرت ابوطلحہ کے مکان کے پاس تشریف لائے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دوڑ کر بی بی ام سلیم کو یہ خبر دی کہ حضور ﷺ ایک جماعت کے ساتھ ہمارے گھر پر تشریف لا رہے ہیں۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مکان سے نکل کر نہایت ہی گرم جوشی کے ساتھ آپ کا استقبال کیا۔ آپ نے تشریف لا کر حضرت بی بی ام سلیم سے فرمایا کہ جو کچھ تمہارے پاس ہو لاؤ۔ انہوں نے وہی چند روٹیاں پیش کر دیں جن کو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بارگاہ رسالت میں بھیجا تھا، آپ کے حکم سے ان روٹیوں کا چُورہ بنایا گیا اور حضرت بی بی ام سلیم نے اس چورہ پر بطور سالن کے گھی ڈال دیا۔ ان چند روٹیوں میں آپ کے معجزانہ تصرفات سے اس قدر برکت ہوئی کہ آپ دس دس آدمیوں کو مکان کے اندر بلا کر کھلاتے رہے اور وہ لوگ خوب شکم سیر ہو کر کھاتے اور جاتے رہے یہاں تک کہ ستر یا اسی آدمیوں نے خوب شکم سیر ہو کر کھالیا۔ (بخاری جلد ۱ ص ۵۰۵، باب علامات النبوۃ)

حضرت ابوہریرہ کی تھیلی: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں حضور اقدس ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھے چند کھجوریں عطا فرمائیں۔ تو میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! ان کھجوروں میں برکت کی دعا فرما دیجئے، آپ نے ان کھجوروں کو اکٹھا کر کے دعائے برکت فرما دی اور ارشاد فرمایا کہ تم ان کو اپنے توشہ دان میں رکھ لو اور تم جب چاہو ہاتھ ڈال کر اس میں سے نکالتے رہو، لیکن کبھی توشہ دان جھاڑ کر بالکل خالی نہ کر دینا۔

چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تیس برس تک ان کھجوروں کو کھاتے رہے، بلکہ کئی من اس میں سے خیرات بھی کر چکے مگر وہ ختم نہ ہوئیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہمیشہ تھیلی کو اپنی کمر سے باندھے رہتے تھے یہاں تک کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے دن نہایت رقت انگیز اور درد بھرے لہجہ میں یہ شعر پڑھتے ہوئے چلتے پھرتے تھے کہ ؎

لِلنَّاسِ هَمٌّ وَلِي هَمَّانِ بَيْنَهُمْ
هَمُّ الْجُرَابِ وَهَمُّ الشَّيْخِ عُثْمَانَا

لوگوں کے لئے ایک غم ہے اور میرے لئے دو غم ہیں، ایک تھیلی کا غم، دوسرے شیخ عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا غم۔

کھانے میں برکت: غزوۂ احزاب میں تمام مہاجرین اور انصار خندق کھود رہے تھے، حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ حضور رحمت عالم ﷺ سخت بھوکے ہیں۔ وہ اپنی بیوی کے پاس آئے اور پوچھا کہ تمہارے پاس کچھ کھانے کو ہے؟ انہوں نے ایک صاع جو نکالا اور گھر میں ایک بکری تھی۔ حضرت جابر نے اسے ذبح کیا اور بی بی نے آٹا گوندھا، گوشت دیگچی میں چڑھایا گیا تو حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ کو لینے کے لئے چلے۔ بی بی نے کہا کہ دیکھو سرکار ﷺ کے ساتھ زیادہ لوگوں کو لاکر مجھے رسوا نہ کرنا۔ حضرت جابر آئے اور چپکے سے رحمت عالم ﷺ کے کان میں کہا کہ ہم نے کھانے کا انتظام کیا ہے، آپ چند اصحاب کے ساتھ تشریف لے چلئے۔ حضور ﷺ نے تمام اہل خندق کو پکارا کہ آؤ جابر نے دعوتِ عام کی ہے اور حضرت جابر سے کہا کہ جب تک میں نہ آؤں چولہے سے دیگچی نہ اتاری جائے اور روٹی نہ پکے۔ حضور ﷺ تمام لوگوں کو لے کر روانہ ہوئے، حضرت جابر گھر میں آئے تو بی بی نے برا بھلا کہنا شروع کیا، انہوں نے کہا میں کیا کروں، تم نے جو کہا تھا میں نے اس کی تعمیل کر دی۔ جب حضور رحمت عالم ﷺ تشریف لائے تو آپ کے سامنے آٹا پیش کیا گیا، آپ نے اس میں اپنا لعاب دہن ملا دیا اور برکت کی دعا کی۔ اسی طرح دیگچی میں بھی لعابِ دہن ڈالا اور دعائے برکت کی۔ اس کے بعد آپ نے روٹی پکانے اور سالن نکالنے کا حکم دیا۔ کم وبیش ایک ہزار آدمی تھے، سب کھا کر واپس گئے لیکن گوشت اور آٹے میں کوئی کمی نہیں ہوئی۔ (بخاری شریف)

انگشت مبارک کی نہریں: احادیث کی تلاش وجستجو سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کی مبارک انگلیوں سے تقریباً تیرہ مواقع پر پانی کی نہریں جاری ہوئیں، اس میں سے صرف ایک موقع کا ذکر یہاں کیا جاتا ہے۔

۶ھ میں رسول اللہ ﷺ عمرہ کا ارادہ کر کے مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کے لئے روانہ ہوئے اور حدیبیہ کے میدان میں اتر پڑے، آدمیوں کی کثرت کی وجہ سے حدیبیہ کا کنواں خشک

ہو گیا اور حاضرین پانی کے ایک ایک قطرہ کے لئے محتاج ہو گئے، اس وقت رحمت عالم ﷺ کے دریائے رحمت میں جوش آ گیا اور آپ نے ایک بڑے پیالے میں اپنا دست مبارک رکھ دیا تو آپ کی مبارک انگلیوں سے اس طرح پانی کی نہریں جاری ہو گئیں کہ پندرہ سو کا لشکر سیراب ہو گیا، لوگوں نے وضو وغسل بھی کیا، جانوروں کو بھی پلایا، تمام مشکوں اور برتنوں کو بھی بھر لیا پھر آپ نے پیالہ میں سے دست مبارک کو اٹھا لیا اور پانی ختم ہو گیا۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لوگوں نے پوچھا کہ اس وقت تم لوگ کتنے آدمی تھے؟ انہوں نے فرمایا کہ ہم لوگ پندرہ سو کی تعداد میں تھے مگر پانی اس قدر زیادہ تھا کہ ”لَوْ كُنَّا مِائَةَ اَلْفٍ لَكَفَانَا“ ”اگر ہم لوگ ایک لاکھ بھی ہوتے تو سب کو یہ پانی کافی ہو جاتا“۔

(مشکوٰۃ جلد ۲ / ص ۳۲ باب المعجزات)

سبحان اللہ! اسی حسین منظر کی تصویر کشی کرتے ہوئے سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ؎

انگلیاں ہیں فیض پر ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر
ندیاں پنجاب رحمت کی ہیں جاری واہ واہ

یہ حدیث بخاری شریف میں بھی ہے اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ حضرت انس وحضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایتوں سے بھی انگلیوں سے پانی کی نہریں جاری ہونے کی حدیثیں مروی ہیں۔

☆☆☆

سراپائے رسول ﷺ

میرے پیارے پیارے آقا ﷺ کے پیارے دیوانو! اللہ عزوجل نے نبی اکرم نورِ مجسم ﷺ کو تمام اولین وآخرین سے ممتاز اور افضل واعلیٰ بنایا۔ اسی طرح جمالِ صورت میں بھی یکتا و بے نظیر بنایا۔ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین خلوت وجلوت، سفر وحضر میں جمالِ جہاں آرا کو دیکھتے رہے، انہوں نے حبیب پاک ﷺ کے فضل وکمال کی جو تصویر کشی کی ہے اسے سن کر یہی کہنا پڑتا ہے جو کسی مداحِ رسول نے کہا ہے۔

لَمْ یَخْلُقِ الرَّحْمٰنُ مِثْلَ مُحَمَّدٍ
اَبَدًا وَّ عِلْمِیْ اَنَّهٗ لَا یَخْلُقُ

یعنی اللہ رب العزت نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مثل پیدا فرمایا ہی نہیں اور میں یہی جانتا ہوں کہ وہ کبھی پیدا نہیں فرمائے گا۔ (حیوٰۃ الحیوان، جلد اول، ص:۴۲)

آپ سر کے بال سے لے کر پیر کے ناخن تک اللہ عزوجل کی قدرت کے مظہر ہیں۔ چند سطور سرکارِ دوعالم ﷺ کے سراپائے اقدس کے حوالے سے باختصار نقل کرتے ہیں تا کہ ہمارے دلوں میں آپ کی الفت ومحبت دوبالا ہوجائے۔

موئے مبارک: حضور سید عالم ﷺ کے سر مبارک کے بال نہ تو بہت گھنگھریالے تھے نہ ہی بہت سیدھے بلکہ دونوں کے درمیان تھے۔ آپ کے بالِ مبارک کتنے لمبے تھے اس حوالے سے مختلف روایات ہیں کسی روایت میں ہے کہ آپ کے موئے مبارک آدھے کان تک تھے، کسی روایت میں یہ ہے کہ کانوں کی لَوتک تھے کسی روایت میں یہ ملتا ہے کہ کانوں کی لو سے کچھ بڑے اور شانوں سے کم تھے، کسی روایت میں یہ ملتا ہے کہ کندھوں پر پڑتے تھے۔ ان روایات میں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ جب آپ بال مبارک کٹوادیتے تھے تو نصف کانوں تک رہ جاتے پھر بڑھ کر کان، یا شانۂ مبارک تک پہنچ جاتے۔

حضور اقدس ﷺ نے حجۃ الوداع میں جب اپنے مقدس بال اتروائے تو وہ صحابۂ

کرام میں بطور تبرک تقسیم ہوئے اور صحابہ کرام نے نہایت ہی عقیدت کے ساتھ اس موئے مبارک کو اپنے پاس محفوظ رکھا اور اس کو اپنی جانوں سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ حضرت بی بی ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان مقدس بالوں کو ایک شیشی میں رکھ لیا تھا، جب کسی انسان کو نظر لگ جاتی یا کوئی مرض ہوتا تو آپ اس شیشی کو پانی میں ڈبو کر دیتی تھیں اور اس پانی سے شفا حاصل ہوتی تھی۔ (بخاری شریف، ۲/۸۷۵)

وہ کرم کی گھٹا گیسوئے مشک سا
لکۂ ابر رحمت پہ لاکھوں سلام
ہم سیہ کاروں پہ یارب تپش محشر میں
سایہ افگن ہوں تیرے پیارے کے پیارے گیسو

چہرۂ انور: اللہ عزوجل نے اپنے پیارے محبوب دانائے غیوب ﷺ کو اتنا حسین وجمیل بنایا کہ آپ سے پہلے اور آپ کے بعد نہ کوئی آپ جیسا ہوا نہ ہوگا۔ آپ کے حسن وجمال کی تعریف کرتے کرتے زبان خشک ہوجائے گی، اوراق ختم ہوجائیں گے مگر کما حقہ آپ کی تعریف نہیں کی جاسکتی۔

خصائص کبریٰ میں یہ روایت مذکور ہے حضرت ابونعیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں "اُعْطِیَ یُوْسُفُ مِنَ الْحُسْنِ مَا فَاقَ بِهِ الْاَنْبِیَاءَ وَ الْمُرْسَلِیْنَ بَلِ الْخَلْقَ اَجْمَعِیْنَ وَ نَبِیُّنَا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ اُوْتِیَ مِنَ الْجَمَالِ مَا لَمْ یُؤْتَهٗ اَحَدٌ وَّ لَمْ یُؤْتَ یُوْسُفُ اِلَّا شَطْرَ الْحُسْنِ وَ اُوْتِیَ نَبِیُّنَا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ جَمِیْعَهٗ" حضرت یوسف علیہ السلام کو تمام انبیا ومرسلین بلکہ تمام مخلوق سے زیادہ حسن وجمال عطا ہوا کہ جو کسی اور مخلوق کو عطا نہیں ہوا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو حسن وجمال کا ایک جز ملا تھا اور آپ ﷺ کو حسن کُل دیا گیا ہے۔

زرقانی میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت نقل ہے کہ آپ فرماتی ہیں "کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَحْسَنَ النَّاسِ وَجْهًا وَّ اَنْوَرَهُمْ لَوْنًا لَّمْ یَصِفْهُ وَاصِفٌ قَطُّ اِلَّا شَبَّهَ وَجْهَهٗ بِالْقَمَرِ لَیْلَةَ الْبَدْرِ" رسول اللہ ﷺ تمام لوگوں سے زیادہ خوبصورت اور

خوش رنگ تھے۔ جس کسی نے بھی آپ کی توصیف کی اس نے آپ کو چودھویں کے چاند سے تشبیہ دی۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ چاندنی رات تھی اور حضور ﷺ حُلّۂ حمرا (سرخ چادر) اوڑھے ہوئے لیٹے تھے، میں کبھی چاند کو دیکھتا اور کبھی حضور ﷺ کے چہرۂ انور کو بالآخر میرا فیصلہ یہی تھا کہ حضور ﷺ چاند سے زیادہ خوبصورت ہیں۔ (مشکوٰۃ:۵۱۸)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں ؎

یہ جو مہر و مہ پہ ہے اطلاق آتا نور کا
بھیک تیرے نام کی ہے استعارہ نور کا

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں ”کُنْتُ اَخِیْطُ فَسَقَطَتْ مِنِّی الْاِبْرَۃُ فَطَلَبْتُھَا فَلَمْ اَقْدِرْ عَلَیْھَا فَدَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ فَتَبَیَّنَتِ الْاِبْرَۃُ بِشُعَاعِ نُوْرِ وَجْھِہٖ فَاَخْبَرْتُہٗ“ میں اندھیرے میں بیٹھی کچھ سی رہی تھی، میرے ہاتھ سے سوئی گرگئی، ہر چند تلاش کی مگر اندھیرے کے سبب سے نہ ملی۔ اتنے میں حضور ﷺ تشریف لائے تو آپ کے رخ انور کی روشنی سے سارا کمرہ روشن ہوگیا اور سوئی چمکنے لگی تو مجھے اس کا پتہ چل گیا۔ (خصائص کبریٰ ۱/۶۲)

سُوزن گم شدہ ملتی ہے تبسم سے ترے
شام کو صبح بناتا ہے اجالا تیرا

حقیقت یہ ہے کہ آپ کا پورا حسن و جمال لوگوں پر ظاہر نہیں کیا گیا بلکہ پردہ میں رکھا گیا ورنہ کسی میں طاقت نہیں تھی کہ حسن محمدی ﷺ کی تاب لاسکتا۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے والد ماجد شاہ عبدالرحیم صاحب نے حضور اکرم ﷺ کو خواب میں دیکھا تو عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر زنانِ مصر نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے اور بعض لوگ ان کو دیکھ کر مر جاتے تھے مگر آپ کو دیکھ کر کسی کی ایسی حالت نہیں ہوئی تو حضور ﷺ نے فرمایا میرا جمال لوگوں کی آنکھوں

سے اللہ نے غیرت کی وجہ سے چھپا رکھا ہے اور اگر آشکارہ ہو جائے تو لوگوں کا حال اس سے بھی زیادہ ہو جو یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر ہوا تھا۔

یعنی فرمایا کہ میں اللہ کا محبوب ہوں اور مُحِب کی غیرتِ محبت کا تقاضا ہوتا ہے کہ اس کے محبوب کو سوائے اس کے اور کوئی نہ دیکھے، اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے میرے حسن و جمال کو صرف اپنے دیکھنے کے لئے لوگوں کی نظروں سے چھپا رکھا ہے۔

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضور ﷺ کا پورا حسن و جمال ہم پر ظاہر نہیں کیا گیا، اگر آپ کا پورا حسن و جمال ظاہر کیا جاتا تو ہماری آنکھیں آپ کے دیدار کی طاقت نہ رکھتیں۔ (زرقانی علی المواہب ۴/۱۷)

اک جھلک دیکھنے کی تاب نہیں عالم کو
وہ اگر جلوہ کریں کون تماشائی ہو

جبینِ سعادت: رحمت عالم ﷺ کی مبارک پیشانی کشادہ اور چمکدار تھی، جس پر بیزاری اور دنیاوی تفکرات کے آثار تک نہ تھے۔ ابن عساکر نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے، وہ فرماتی ہیں کہ میں ایک روز چرخہ کات رہی تھی اور حضور ﷺ میرے سامنے نعلین پاک کو پیوند لگا رہے تھے۔ میں نے آپ کی جبینِ سعادت پر پسینہ کے قطرے دیکھے جن سے نور کی شعاعیں نکل رہی تھیں۔ میں اس خوبصورت منظر کو دیکھنے میں اپنا کام بھول گئی۔ آقا ﷺ نے فرمایا کیا معاملہ ہے؟ میں نے عرض کیا آپ کی مبارک پیشانی پر پسینہ کے قطرے یوں لگ رہے ہیں جیسے نور کے ستارے ہوں۔

تاجدارِ اہلسنت، مجدد دین و ملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا
اس جبین سعادت پہ لاکھوں سلام

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں ؎

تیرے ہی ماتھے رہا اے جان سہرا نور کا
بخت جاگا نور کا چمکا ستارہ نور کا

ابرو مبارک: نبی اکرم ﷺ کے ابرو مبارک دراز اور باریک اور محرابی صورت میں تھے۔ دونوں ابروؤں کے درمیان اتنا کم فاصلہ تھا کہ غور سے دیکھنے پر ہی واضح ہوتا اسی لئے بعض صحابۂ کرام نے ابرو مبارک کے باہم متصل ہونے کا ذکر کیا ہے جب کہ حقیقت میں وہ ملے ہوئے نہ تھے۔ ابروئے مبارک کو سراہتے ہوئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

جن کے سجدے کو محراب کعبہ جھکی
ان بھوؤں کی لطافت پہ لاکھوں سلام

حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: رحمت عالم ﷺ کے ابرو مبارک خم دار، باریک، گھنے اور الگ الگ تھے۔ دونوں ابروؤں کے درمیان ایک رگ تھی جو جلال کے وقت سرخ ہو جاتی تھی۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس رگ کو ہاشمیت قرار دیتے ہوئے یوں سلام عرض کیا ؎

چشمۂ مہر میں موجِ نورِ جلال
اس رگِ ہاشمیت پہ لاکھوں سلام

چشمانِ مبارک: آپ کی آنکھیں نورانی اور نہایت ہی خوبصورت تھیں، سرمہ کے بغیر ہی معلوم ہوتا کہ آپ نے سرمہ لگایا ہے۔ آنکھوں کی سفیدی میں باریک سرخ ڈورے تھے جن کو علاماتِ نبوت میں شمار کیا گیا ہے۔ پلکیں خوبصورت اور دراز تھیں۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں ؎

سرمگیں آنکھیں حریمِ حق کے وہ مشکیں غزال
ہے فضائے لامکاں تک جن کا رَمنا نور کا

ان آنکھوں میں اللہ عزوجل نے نورِ بصارت کے ساتھ ساتھ نورِ بصیرت بھی رکھ دیا تھا کہ آپ قریب کی چیزوں کو تو دیکھتے ہی تھے بعید کی چیزوں کو یہاں تک کہ دلوں کی کیفیتوں کو بھی

دیکھ لیا کرتے۔ خود اپنے صحابہ سے فرماتے ہیں "هَلْ تَرَوْنَ قِبْلَتِيْ هٰهُنَا فَوَاللّٰهِ مَا يَخْفٰى عَلَيَّ رُكُوْعُكُمْ وَ لَا خُشُوْعُكُمْ اِنِّيْ لَاَرَاكُمْ مِنْ وَّرَآءِ ظَهْرِيْ" تم میرا منہ قبلہ ہی کی طرف دیکھتے ہو۔ خدا کی قسم مجھ پر نہ تمہارا رکوع اور نہ تمہارا خشوع پوشیدہ ہے اور بے شک میں تمہیں اپنے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔ (بخاری شریف)

شش جہت سمت مقابل شب و روز ایک ہی حال
دھوم و النجم میں ہے آپ کی بینائی کی

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ نے میرے لئے دنیا کے حجابات اٹھا دئے ہیں تو میں دنیا اور جو کچھ بھی اس میں قیامت تک ہونے والا ہے سب کو ایسے دیکھ رہا ہوں جیسے کہ اپنی اس ہتھیلی کو دیکھتا ہوں۔ (زرقانی علی المواہب ۷/۲۰۴)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا "اِنَّ مَوْعِدَكُمُ الْحَوْضُ وَ اِنِّيْ لَاَنْظُرُ اِلَيْهِ وَ اَنَا فِيْ مَقَامِيْ هٰذَا" تمہاری ملاقات کی جگہ حوض کوثر ہے اور میں اس کو یہاں سے دیکھ رہا ہوں۔ (بخاری ومسلم)

ان روایات سے ثابت ہوا کہ نگاہِ نبوت سے کائنات کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے آپ مثلِ کف دست دیکھ رہے ہیں۔

حضور اکرم سرورِ عالم ﷺ نے فرمایا "مَا مِنْ شَيْءٍ لَّمْ اَكُنْ رَاَيْتُهٗ اِلَّا قَدْ رَاَيْتُهٗ فِيْ مَقَامِيْ هٰذَا حَتَّى الْجَنَّةَ وَ النَّارَ" کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو ہونے والی ہو مگر میں نے اس کو اس مقام پر دیکھ لیا ہے یہاں تک کہ جنت و دوزخ کو بھی۔ (بخاری شریف)

جنت ساتوں آسمانوں کے اوپر اور دوزخ ساتوں زمینوں کے نیچے ہے۔ معلوم ہوا کہ نگاہِ مصطفیٰ ﷺ کی رسائی تحت الثریٰ سے لے کر ثریا بلکہ اس سے بھی اوپر تک ہے۔

سرِ عرش پر ہے تری گزر دلِ فرش پر ہے تری نظر
ملکوت و ملک میں کوئی شئے نہیں وہ جو تجھ پہ عیاں نہیں

جنگ موتہ جو ملک شام میں ہو رہی تھی اس کے سارے حالات حضور ﷺ نے مدینہ

منورہ ہی میں بیٹھے بیٹھے صحابۂ کرام کو بتائے، جو پرچمِ اسلام اٹھاتا اور جس جس صورت سے وہ شہید ہوتا، آپ بتاتے جارہے تھے اور آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ (مشکوٰۃ:۵۳۲)

اسی اثنا میں آپ مسکرانے لگے، آپ سے مسکرانے کا سبب پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا میں اپنے دوستوں کے قتل ہو جانے پر غمگین ہوا مگر اب انہیں جنت میں ایک دوسرے کے مقابلے تختوں پر بیٹھے ہوئے دیکھ کر خوشی سے مسکرایا ہوں۔ (خصائص کبریٰ ۱/۲۶۰)

حضرت عبدالرحمٰن بن عائش رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے اپنے رب تعالیٰ کو احسن صورت میں دیکھا۔ (مشکوٰۃ:۶۹)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ”اِنَّ مُحَمَّدًا ﷺ رَاٰی رَبَّہٗ مَرَّتَیْنِ مَرَّۃً بِبَصَرِہٖ وَ مَرَّۃً بِفُؤَادِہٖ“ بلاشبہ محمد ﷺ نے اپنے رب کو دوبار دیکھا۔ ایک بار سر کی آنکھوں سے اور ایک بار دل کی آنکھ سے۔ (خصائص کبریٰ ۱/۱۶۱)

مختصر یہ کہ جن آنکھوں نے غیب الغیوب اللہ رب العزت کو مشاہدہ کیا ان آنکھوں سے خدائی کیسی چھپ سکتی ہے۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا — جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود

گوشِ مبارک: حضور نبی اکرم ﷺ کے گوشہائے مبارک اور قوتِ سماعت عام انسانوں کی طرح نہیں تھی بلکہ ان میں بے شمار خصوصیات پوشیدہ تھیں۔ آپ دور و نزدیک کی باتیں یکساں سنا کرتے۔ مختلف احادیث میں آپ کی قوتِ سماعت کا تذکرہ موجود ہے۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا ”یَا بِلَالُ ھَلْ تَسْمَعُ مَا اَسْمَعُ قَالَ لَا وَ اللّٰہِ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا اَسْمَعُہٗ قَالَ اَلَا تَسْمَعُ اَھْلَ الْقُبُوْرِ یُعَذَّبُوْنَ“ اے بلال! کیا تم سنتے ہو جو میں سنتا ہوں؟ انہوں نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ ﷺ میں نہیں سنتا۔ فرمایا کیا تو نہیں سنتا ان قبر والوں (یہودیوں) کو عذاب ہو رہا ہے۔ (مستدرک للحاکم)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں۔

دور و نزدیک کے سننے والے وہ کان — کانِ لعلِ کرامت پہ لاکھوں سلام

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ”لَیْسَ مِنْ عَبْدٍ یُّصَلِّی عَلَیَّ اِلَّا بَلَغَنِیْ صَوْتُہٗ حَیْثُ کَانَ قُلْنَا وَ بَعْدَ وَفَاتِکَ قَالَ وَ بَعْدَ وَفَاتِیْ اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاْکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ“ کوئی شخص ایسا نہیں جو مجھ پر درود پڑھے مگر اس کی آواز مجھے پہنچتی ہے (یعنی اس کی آواز میں سنتا ہوں) چاہے وہ کہیں ہو۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وفات کے بعد بھی، فرمایا وفات کے بعد بھی کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیا کے جسموں کو کھانا حرام قرار دیا۔ (جلاء الافہام، ابن قیم:۷۳)

لبہائے مبارک اور دندانِ مبارک: حضور ﷺ کے لبہائے مبارک نہایت خوبصورت اور سرخی مائل تھے۔ آپ کے دندانِ مبارک کشادہ، روشن و تاباں تھے۔ جب آپ کلام فرماتے تھے تو سامنے والے دانتوں سے نور نکلتا تھا اور جب آپ تبسم فرماتے تھے تو دیواریں روشن ہو جاتیں۔ آپ کو کبھی جماہی نہیں آتی تھی۔

پتلی پتلی گلِ قدس کی پتیاں — ان لبوں کی نزاکت پہ لاکھوں سلام

باوجودیکہ آپ کے دندانِ مبارک نہایت چمکیلے اور صاف تھے پھر بھی آپ ان کی صفائی کا بہت اہتمام فرماتے۔ احادیث میں آتا ہے کہ آپ کسی نماز کے لئے تشریف نہ لے جاتے جب تک مسواک نہ فرما لیتے اور جب کہیں باہر سے تشریف لاتے تو سب سے پہلے مسواک فرماتے۔ یہ سب کچھ تعلیم امت کے لئے تھا۔

دہن مبارک: حضور ﷺ کا دہن مبارک کشادہ، رخسار مبارک ہموار تھا، آپ سب سے زیادہ خوبصورت اور خوبرو تھے۔ خوش آواز ہونے کے ساتھ ساتھ آپ بلند آواز اتنے تھے کہ جہاں تک آپ کی آواز پہنچتی کسی اور کی آواز نہ پہنچتی تھی۔ بالخصوص خطبوں میں آپ کی آواز گھروں میں پردہ نشین عورتیں بھی سن لیا کرتیں اور ہزاروں کے اجتماع میں جس طرح آپ کی آواز سب سے آگے والا شخص سنتا اسی طرح سب سے پیچھے والا بھی سن لیا کرتا۔

زبانِ مبارک: حضور رحمت عالم ﷺ کی زبانِ مبارک نہایت ہی پاکیزہ اور علم و ادب،

فصاحت وبلاغت، حق وصداقت اور لطف وعنایت کی مظہر تھی۔ آپ کی گفتگو میں مٹھاس ہوتی۔ آپ کی زبان سے نکلنے والے الفاظ حق وباطل کے درمیان فرق کرنے والے، واضح اور مبین ہوا کرتے اور افراط وتفریط، جھوٹ، غیبت، بدگوئی اور فحش کلامی وغیرہ سے منزہ اور پاک ہوا کرتے۔ آپ کی زبان سے نکلنے والے الفاظ قانونِ الٰہی بن جاتے۔ رب قدیر نے فرمایا ”وَ مَا یَنۡطِقُ عَنِ الۡهَوٰی اِنۡ هُوَ اِلَّا وَحۡیٌ یُّوۡحٰی“ اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے، وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے۔ (سورۂ نجم:۳-۴)

تاجدارِ اہلسنت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

وہ دہن جس کی ہر باتِ وحی خدا — چشمۂ علم و حکمت پہ لاکھوں سلام
وہ زباں جس کو سب کُن کی کنجی کہیں — اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام

آپ کو مختلف زبانوں پر مہارت حاصل تھی کہ آپ ہر ایک زبان میں بامحاورہ گفتگو فرماتے تھے۔ جب کسی دوسری زبان میں گفتگو فرماتے تو اس زبان کے قواعد فصاحت کے مطابق فرماتے کہ زباں داں بھی حیران رہ جاتے۔

شفا شریف میں مذکورہ ہے: جب کوئی آدمی خواہ وہ کسی ملک کا ہوتا آپ کے حضور حاضر ہوکر اپنی بولی میں کچھ بولتا تو آپ اسی بولی میں اس سے باتیں کرتے۔ یہ آپ کی زبان میں خدا داد قدرت وقوت ملی تھی۔

ریشِ مبارک: حضور رحمت عالم ﷺ کی داڑھی مبارک گھنی اور بہت ہی زیادہ خوش نما تھی۔ آپ داڑھی مبارک کو تیل لگایا کرتے اور شانہ بھی کیا کرتے اور مونچھیں مبارک کٹوایا کرتے۔ آپ نے کبھی خضاب وغیرہ نہیں کیا کیوں کہ آپ کی داڑھی مبارک اور سر مبارک میں بیس سے زائد سفید بال نہ تھے۔

گردن، کندھا: حضور ﷺ کی گردن مبارک اعتدال کے ساتھ طویل اور چاندی کی طرح سفید تھی اور حسین ایسی کہ خصائص کبریٰ میں فرمایا گیا ”کَاَنَّ عُنُقَہٗ اِبۡرِیۡقُ فِضَّۃٍ“ گویا آپ کی گردن چاندی کی صراحی تھی۔

آپ کے مبارک کندھے بھی عجیب شان کے تھے، نہایت خوبصورت کہ کسی دوسرے انسان کے ایسے نہ تھے۔ زرقانی میں بیان کیا گیا ہے ”اِنَّہٗ کَانَ اِذَا جَلَسَ یَکُوۡنُ کَتِفُہٗ اَعۡلٰی مِنۡ جَمِیۡعِ الۡجَالِسِیۡنَ“ جب آپ لوگوں میں بیٹھے ہوتے تو آپ کا کندھا سب سے اونچا ہوتا۔

پشتِ مبارک: حضور رحمت عالم ﷺ کی پشت مبارک کشادہ اور ایسی چمکدار تھی کہ جیسے پگھلائی ہوئی چاندی ہے۔ حضرت محرش بن عبداللہ الکعبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب سرکار دوعالم ﷺ جعرانہ میں عمرے کا احرام باندھ رہے تھے میں نے آپ کی پشت انور کی زیارت کی اور اسے ایسا پایا جیسے چاندی کو پگھلایا گیا ہو۔ (مسند احمد)

بخاری ومسلم میں یہ روایت مذکورہ ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: میں تمہیں اپنی پشت کے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں ؎

روئے آئینۂ علم پشت حضور — پشتیٔ قصر ملت پہ لاکھوں سلام

مہر نبوت: سرورِ کائنات فخر موجودات ﷺ کے دونوں شانوں کے درمیان اللہ عزوجل نے مہر نبوت ثبت فرمایا تھا۔ یہ بظاہر سرخی مائل ابھرا ہوا گوشت تھا، اس پر یہ عبارت تحریر تھی ”اَللّٰہُ وَحۡدَہٗ لَا شَرِیۡکَ لَہٗ بِوَجۡہٍ حَیۡثُ کُنۡتَ فَاِنَّکَ مَنۡصُوۡرٌ“ اللہ ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔ (اے نبی) آپ جہاں بھی رہیں گے آپ کی مدد کی جائے گی۔ راویوں نے اس مہر نبوت کی مقدار کبوتر کے انڈے کے برابر بتائی ہے۔ (حاشیۂ ترمذی)

بغل مبارک: حضور رحمت عالم ﷺ کی مبارک بغلیں نہایت پاکیزہ، صاف اور خوشبودار تھیں۔ آپ کی بغلوں کا رنگ متغیر نہیں ہوتا تھا اور نہ ہی آپ کی مبارک بغلوں میں بال تھے۔ ان سے کستوری کی طرح خوشبو آتی تھی۔

دست وبازوئے مبارک: نبی اکرم نور مجسم ﷺ کی ہتھیلیوں اور بازوئے مبارک پر گوشت تھے، آپ کی ہتھیلیاں نرم اور خوشبودار تھیں۔ آپ جس سے مصافحہ کرتے وہ دن بھر اپنے ہاتھوں سے خوشبو پاتا اور جس بچے کے سر پر اپنا دستِ مبارک رکھ دیتے وہ خوشبو میں دوسرے بچوں سے

ممتاز ہو جاتا۔ صحابۂ کرام آپ کے دستہائے مبارک کو اپنے چہروں پر ملا کرتے تھے۔ انہیں ہاتھوں میں اللہ عزوجل نے تمام خزانوں کی کنجیاں رکھ دی ہیں۔ انہیں ہاتھوں کے بارے میں اللہ عزوجل نے فرمایا ''وَ مَا رَمَيۡتَ اِذۡ رَمَيۡتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى'' اور اے محبوب! وہ جو تم نے پھینکی، تم نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی۔ دوسرے مقام پر فرمایا ''يَدُ اللّٰهِ فَوۡقَ اَيۡدِيۡهِمۡ'' اللہ کا دستِ قدرت ان کے ہاتھوں پر ہے۔

شکم اقدس اور سینۂ مبارک: حضور اکرم رحمتِ عالم ﷺ کا شکم اقدس اور سینۂ مبارک ہموار و برابر تھے۔ آپ کا سینہ کسی قدر ابھرا ہوا اور چوڑا تھا۔ سینۂ اقدس کے درمیان بالوں کا ایک باریک خط تھا جو ناف تک تھا اور سینۂ اقدس کے اوپر دونوں طرف بال نہ تھے۔

زانوئے اقدس اور قدمہائے مبارک: حضور سرورِ کائنات ﷺ کے زانوئے مبارک اور پنڈلیاں نرم اور پُر گوشت تھے اور خوبصورت ایسے کہ کسی انسان کے ایسے نہ تھے۔ جب چلتے تو قدمہائے مبارک کو قوت اور وقار اور تواضع سے اٹھاتے جیسا کہ اہل ہمت و شجاعت کا قاعدہ ہے۔ آپ پتھر پر قدم رکھ دیتے تو پتھر نرم ہو جاتے۔

حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ''كَانَ ﷺ اَحۡسَنَ الۡبَشَرِ قَدَمًا'' حضور ﷺ کے قدم مبارک سب سے زیادہ حسین تھے۔ (زرقانی)

قد مبارک: حضور سرورِ عالم ﷺ نہ بہت لمبے تھے اور نہ کوتاہ، بلکہ میانہ قد مائل بہ درازی تھے مگر جب لوگوں کے سامنے ہوتے تو سب سے بلند و سرفراز ہوتے۔ حقیقت میں یہ آپ کا معجزہ تھا کہ باطن کی طرح ظاہر میں بھی آپ سے کوئی بلند و بالا نہ ہو۔

مختصر یہ کہ رحمت عالم نورِ مجسم ﷺ ظاہری شکل وصورت میں بھی تمام انسانوں میں بے مثل و بے مثال تھے، نہ آپ جیسا کوئی ہوا اور نہ ہوگا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔

یہی بولے سدرہ والے چمن جہاں کے تھالے
سبھی میں نے چھان ڈالے تیرے پائے کا نہ پایا   تجھے یک نے یک بنایا

اخلاق وعاداتِ مصطفیٰ ﷺ

سچائی: صداقت نبوت و رسالت کا لازمی وصف ہے کیونکہ رسالت و نبوت کی سچائی کی دلیل نبی کا ذاتی گفتار میں سچا ہونا ہے، رب ذوالجلال نے سارے انبیا کو اس وصف سے نوازا، چند انبیا کی اس صفت کا ذکر قرآن میں بھی فرمایا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کے بارے میں ارشاد فرمایا: وَ اذۡكُرۡ فِي الۡكِتٰبِ اِبۡرٰهِيۡمَ ؕ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيۡقًا نَّبِيًّا ۝ اور کتاب میں ابراہیم کو یاد کرو بیشک وہ نہایت سچے نبی تھے۔ (سورۂ مریم:۴۱)

حضرت اسمٰعیل علیہ الصلوۃ والسلام کے بارے میں ارشاد فرمایا: وَاذۡكُرۡ فِي الۡكِتٰبِ اِسۡمٰعِيۡلَ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الۡوَعۡدِ وَكَانَ رَسُوۡلًا نَّبِيًّا ۝ اور کتاب میں اسماعیل کا بھی ذکر کرو وہ وعدہ کے سچے اور ہمارے بھیجے ہوئے نبی تھے۔

حضور نبی اکرم ﷺ اصدق الصادقین تھے، سب سے بڑھ کر سچے تھے، آپ کی صداقت و امانت کا یہ عالم تھا کہ اعلان نبوت سے پہلے تمام اہل مکہ نے آپ کو صادق وامین کا لقب دے دیا تھا اور اپنے مقدمات کے فیصلے کے لئے آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے تھے۔ ابوجہل جو آپ کا دشمن ہے وہ کہتا تھا کہ اے محمد! (ﷺ) میں آپ کو کاذب نہیں سمجھتا لیکن آپ کی تعلیم پر میرا دل نہیں ٹھہرتا۔

بہادری: رکانہ جو عرب کا مشہور پہلوان تھا اس نے کہا کہ اگر آپ مجھے پچھاڑ دیں تو میں مسلمان ہو جاؤں گا، آپ نے اسے تین مرتبہ پچھاڑ دیا۔

حلم وعفو: حلم ایک اخلاقی وصف ہے جو اچھے اخلاق و کردار کا آئینہ دار ہے، حلم ایسی خوبی ہے کہ جس شخص میں جس قدر زیادہ ہو وہ اتنا ہی زیادہ صاحب اخلاق اور باوقار ہوتا ہے اسلامی اخلاقیات میں حلم وعفو کو خلق عظیم سمجھا جاتا ہے۔

حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا حلم وعفو بے مثل و بے مثال ہے، آپ کی زندگی کا ہر پہلو حِلم سے مزین ہے، دشمنانِ اسلام نے نبی رحمت ﷺ کو زندگی بھر کتنی تکالیف دیں، رات دن ظلم

وستم کے پہاڑ توڑے گئے، قدم قدم پر آپ کو ستایا گیا پھر بھی حضور ﷺ اچھے اخلاق سے پیش آتے۔ آپ کے حلم وعفو کے بے شمار واقعات ہمارے لئے حلم کا گراں قدر سرمایہ ہیں جو تاقیامت ہمارے لئے روز روشن کی طرح مشعل راہ ہیں۔

میرے پیارے آقا ﷺ کے پیارے دیوانو! حضور رحمتِ عالم ﷺ کے عفو وکرم کی نظیر پوری تاریخِ انسانیت میں کہیں نہیں ملتی۔ آپ کے عفو وکرم کی چند جھلکیاں ملاحظہ کریں۔

جنگ اُحد میں عتبہ بن ابی وقاص نے آپ کے دندان مبارک کو شہید کر دیا اور عبداللہ بن قمیہ نے چہرۂ انور کو زخمی اور خون آلود کر دیا مگر آپ نے ان لوگوں کے لئے اس کے سوا کچھ بھی نہ فرمایا کہ **اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَایَعْلَمُوْنَ** اے اللہ! میری قوم کو ہدایت دے کیونکہ یہ لوگ مجھے نہیں جانتے۔

خیبر میں زینب نامی یہودی عورت نے آپ کو زہر دیا، مگر آپ نے اس سے کوئی انتقام نہیں لیا۔ لبید بن اعصم نے آپ پر جادو کیا اور بذریعۂ وحی اس کا سارا حال معلوم ہوا مگر آپ نے اس سے کوئی مواخذہ نہیں فرمایا۔ غورث بن حارث نے آپ کے قتل کے ارادے سے آپ کی تلوار لے کر نیام سے کھینچ لی، جب حضور ﷺ نیند سے بیدار ہوئے تو غورث کہنے لگا کہ اے محمد ﷺ! اب کون ہے جو آپ کو مجھ سے بچائے گا؟ آپ نے فرمایا کہ "اللہ" نبوت کی ہیبت سے تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی اور حضور ﷺ نے تلوار ہاتھ میں لے کر فرمایا کہ بول اب تجھ کو میرے ہاتھ سے کون بچانے والا ہے؟ غورث گڑگڑا کر کہنے لگا کہ آپ ہی میری جان بچا دیں، رحمت عالم ﷺ نے اس کو چھوڑ دیا اور معاف فرما دیا۔ چنانچہ غورث اپنی قوم میں آکر کہنے لگا کہ اے لوگو! میں ایسے شخص کے پاس سے آیا ہوں جو تمام دنیا کے انسانوں میں سب سے بہتر ہے۔

اہلِ مکہ اعلانِ نبوت کے بعد سے تقریباً ۱۵ سال تک آپ پر اور آپ کے صحابہ پر بے انتہا مظالم ڈھاتے رہے، آپ کے خلاف سازشیں رچتے رہے لیکن فتح مکہ کے دن جب یہ قریشی ظالم انصار ومہاجرین کے لشکروں کے محاصرے میں محصور ومجبور ہو کر حرم کعبہ میں خوف ودہشت سے کانپ رہے تھے اور انتقام کے ڈر سے ان کے جسم کا ایک ایک بال لرز رہا تھا حضور رحمت عالم

ﷺ نے ان مجرموں اور پاپیوں کو یہ فرما کر چھوڑ دیا اور معاف فرما دیا کہ "**لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ فَاذْھَبُوْا اَنْتُمُ الطُّلَقَآءُ**" آج تم سے کوئی مواخذہ نہیں ہے جاؤ تم سب آزاد ہو۔

میرے پیارے آقا ﷺ کے پیارے دیوانو! اس طرح کے نبی رحمت کی حیات طیبہ میں ہزاروں واقعات ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ حلم وعفو اور مصائب وآلام کا برداشت کرنا نیز مجرموں کو قدرت کے باوجود بغیر انتقام لئے چھوڑ دینا اور معاف کر دینا یہ آپ کے اخلاق حسنہ کا عظیم شاہکار اور بے مثل ومثال نمونہ ہے۔ ہمیں بھی اپنے پیارے رسول کی ان بے مثال اداؤں کو اپنانا چاہئے۔ رب قدیر ہم سب کو توفیق عطا فرمائے۔ آمین

تواضع: حضور ﷺ کی شان تواضع بھی نرالی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ اختیار عطا فرمایا کہ اے حبیب! اگر آپ چاہیں تو شاہانہ زندگی بسر فرمائیں اور اگر آپ چاہیں تو ایک بندے کی زندگی گزاریں تو آپ نے بندہ بن کر زندگی گزارنے کو پسند فرمایا۔

حضرت اسرافیل علیہ السلام نے آپ کی یہ تواضع دیکھ کر فرمایا کہ یارسول اللہ ﷺ آپ کی اس تواضع کے سبب سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ جلیل القدر مرتبہ عطا فرمایا ہے کہ آپ تمام اولاد آدم (علیہ السلام) میں سب سے زیادہ بزرگ اور بلند مرتبہ ہیں اور قیامت کے دن سب سے پہلے آپ اپنی قبر انور سے اٹھائے جائیں گے اور میدان حشر میں سب سے پہلے آپ شفاعت فرمائیں گے۔ (سیرت المصطفیٰ بحوالہ زرقانی جلد۴، ص۲۶۲)

حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ کی نعلین مبارک کا تسمہ ٹوٹ گیا اور آپ اپنے دست مبارک سے اس کو درست فرمانے لگے۔ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! مجھے دیجئے میں اس کو درست کر دوں۔ میری اس درخواست پر ارشاد فرمایا کہ یہ صحیح ہے کہ تم اس کو ٹھیک کرو گے مگر میں اس کو پسند نہیں کرتا کہ میں تم لوگوں پر اپنی برتری اور بڑائی ظاہر کروں۔

اسی طرح صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین آپ کو کسی کام میں مشغول دیکھ کر بار بار درخواست کرتے کہ یارسول اللہ ﷺ! آپ خود یہ کام نہ کریں اس کام کو ہم لوگ انجام دیں

گے مگر آپ یہی فرماتے کہ یہ سچ ہے کہ تم لوگ میرا سب کام کروگے مگر مجھے یہ گوارا نہیں ہے کہ میں تم لوگوں کے درمیان کسی امتیازی شان کے ساتھ رہوں۔ (سیرت المصطفیٰ زرقانی جلد۴ ص ۲۶۵)

حسن معاشرت: حضور اقدس ﷺ اپنی ازواج مطہرات، اپنے احباب، اصحاب، اپنے رشتہ داروں اور پڑوسیوں ہر ایک کے ساتھ اتنی خوش اخلاقی اور ملنساری کا برتاؤ فرماتے تھے کہ ان میں سے ہر ایک آپ کے اخلاق حسنہ کا گرویدہ اور مداح تھا۔

آپ کے خادم خاص حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے دس برس تک سفر وحضر میں حضور ﷺ کی خدمت کا شرف حاصل کیا مگر "مَا قَالَ لِیْ اُفٍّ قَطُّ وَ مَا قَالَ لِشَیْءٍ صَنَعْتُهٗ لِمَ صَنَعْتَهٗ وَ لَا لِشَیْءٍ تَرَکْتُهٗ لِمَ تَرَکْتَهٗ" (حضور ﷺ نے نہ مجھے ڈانٹا، نہ جھڑکا) بلکہ کبھی بھی اُف تک نہ فرمایا اور نہ کبھی یہ فرمایا کہ تو نے فلاں کام کیوں کیا اور فلاں کام کیوں نہیں کیا؟ (ترمذی، جلد۲، ص ۲۲)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اگر کوئی شخص حضور ﷺ کے کان میں کوئی سرگوشی کی بات کرتا تو آپ اس وقت تک اپنا سر اس کے منہ سے الگ نہ فرماتے جب تک کان میں وہ کچھ کہتا رہتا اور آپ اپنے اصحاب کی مجلس میں کبھی پاؤں پھیلا کر نہیں بیٹھتے تھے اور جو آپ کے سامنے آتا آپ سلام کرنے میں پہل فرماتے اور ملاقاتیوں سے مصافحہ فرماتے اور اکثر اوقات اپنے پاس آنے والے ملاقاتیوں کے لئے آپ اپنی چادر مبارک بچھا دیتے اور اپنے اصحاب کو ان کی کنیتوں اور اچھے ناموں سے پکارتے، کبھی کسی بات کرنے والے کی بات کو کاٹتے نہیں تھے، ہر شخص سے خوشروئی کے ساتھ مسکرا کر ملاقات فرماتے، مدینہ کے خدام اور نوکر چاکر برتنوں میں صبح کو پانی لے کر آتے تاکہ حضور ﷺ ان کے برتنوں میں دست مبارک ڈبو دیں اور پانی متبرک ہو جائے تو سخت جاڑے کے موسم میں بھی صبح کو حضور ﷺ ہر ایک کے برتن میں اپنا مقدس ہاتھ ڈال دیا کرتے تھے اور جاڑے کی سردی کے باوجود کسی کو محروم نہیں فرماتے تھے۔ (مشکوٰۃ، ص ۵۱۹، ۵۲۰)

آپ روزانہ اپنی ازواج مطہرات سے ملاقات فرماتے اور اپنی صاحبزادیوں کے

گھروں پر بھی رونق افروز ہو کر ان کی خبر گیری فرماتے اور اپنے نواسوں اور نواسیوں کو بھی اپنے پیار و شفقت سے بار بار نوازتے اور سب کی دلجوئی و دلداری فرماتے اور بچوں سے بھی گفتگو فرما کر ان کی بات چیت سے اپنا دل خوش کرتے اور ان کا بھی دل بہلاتے، اپنے پڑوسیوں کی بھی خبر گیری اور ان کے ساتھ انتہائی کریمانہ اور مشفقانہ برتاؤ فرماتے۔

میرے پیارے آقا ﷺ کے پیارے دیوانو! حضور اقدس ﷺ نے اپنے طرز عمل اور اپنی سیرت مقدسہ سے ایسے اسلامی معاشرے کی تکمیل فرمائی کہ اگر آج بھی دنیا والے آپ کی سیرت طیبہ پر عمل کرنے لگیں تو پوری دنیا میں امن و سکون اور محبت و رحمت کا دریا بہنے لگے اور سارے عالم سے جدال و قتال کا ماحول ختم ہو جائے اور دنیا امن و امان اور پیار و محبت کا گہوارہ بن جائے۔ آیئے اب اخلاقِ کریمانہ کی ایک اور خوبی "حیا" کے متعلق پڑھئے اور اپنے دل کو محبت رسول ﷺ سے لبریز کیجئے۔

حیا: حضور اقدس ﷺ کی "حیا" کے بارے میں اللہ رب العزت کا یہ فرمان سب سے بڑا شاہد ہے کہ "اِنَّ ذٰلِکُمْ کَانَ یُؤْذِی النَّبِیَّ فَیَسْتَحْیٖ مِنْکُمْ" بیشک تمہاری یہ بات نبی کو ایذا پہنچاتی ہے لیکن وہ تم لوگوں سے حیا کرتے ہیں۔

آپ کی شان حیا کی تصویر کھینچتے ہوئے ایک معزز صحابی حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ "آپ کنواری پردہ نشین عورت سے بھی کہیں زیادہ حیادار تھے"۔

(بخاری شریف جلد۱، ص ۵۰۳ باب صفۃ النبی ﷺ)

اس لئے ہر قبیح قول و فعل اور ہر قابل مذمت حرکات و سکنات سے عمر بھر ہمیشہ آپ کا دامن عصمت پاک و صاف ہی رہا اور پوری حیات مبارکہ میں وقار و مروت کے خلاف آپ سے کوئی عمل سرزد نہیں ہوا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ حضور ﷺ نہ فحش کلام تھے، نہ بیہودہ گو، نہ بازاروں میں شور مچانے والے تھے، برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیا کرتے تھے، بلکہ معاف فرما دیا کرتے تھے۔ (مشکوٰۃ، ص ۵۱۹)

اسی طرح ایفائے عہد یعنی وعدہ پورا کرنا یہ بھی آپ کی حیاتِ طیبہ کا ایک نمایاں گوشہ اور اخلاقِ حسنہ کا ایک عظیم جز ہے۔

وعدہ کی پابندی: ایفائے عہد اور وعدہ کی پابندی بھی اخلاق حسنہ کا نہایت ہی اہم جز ہے۔ اس خصوصیت میں بھی رسول عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خلق عظیم بے مثال ہی ہے۔

حضرت ابوالحمساء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ اعلان نبوت سے پہلے میں نے حضور ﷺ سے کچھ سامان خریدا اسی سلسلہ میں میری کچھ رقم آپ کے ذمہ باقی رہ گئی، میں نے آپ سے کہا کہ آپ یہیں ٹھہریئے میں ابھی ابھی گھر سے رقم لا کر اسی جگہ آپ کو دے دیتا ہوں۔ حضور ﷺ نے اسی جگہ ٹھہرے رہنے کا وعدہ فرما لیا، مگر میں گھر آ کر اپنا وعدہ بھول گیا، پھر تین دن کے بعد جب مجھے خیال آیا تو رقم لے کر اس جگہ پر پہنچتا ہوں تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضور ﷺ اسی جگہ ٹھہرے ہوئے میرا انتظار فرما رہے ہیں، مجھے دیکھ کر ذرا بھی آپ کی پیشانی پر بل نہیں آیا اور اس کے سوا آپ نے اور کچھ نہیں فرمایا کہ اے نوجوان! تم نے مجھے مشقت میں ڈال دیا کیوں کہ میں اپنے وعدے کے مطابق تین دن سے یہاں انتظار کر رہا ہوں۔ (شفاء شریف جلد ۱ ص ۴۷)

عدل: خدا کے مقدس رسول ﷺ تمام جہان میں سب سے زیادہ امین، سب سے بڑھ کر عادل اور پاک دامن و راست باز تھے۔ یہ وہ روشن حقیقت ہے کہ آپ کے بڑے بڑے دشمنوں نے بھی اس کا اعتراف کیا۔ چنانچہ اعلان نبوت سے قبل تمام اہل مکہ آپ کو ''صادق الوعد'' اور ''امین'' کے معزز لقب سے یاد کرتے تھے۔

حضرت ربیع بن خثیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ مکہ والوں کا اس بات پر اتفاق تھا کہ آپ اعلیٰ درجہ کے امین اور عادل ہیں، اس لئے اعلان نبوت سے پہلے اہل مکہ اپنے مقدمات اور جھگڑوں کا آپ سے فیصلہ کرایا کرتے تھے اور آپ کے تمام فیصلوں کو انتہائی احترام کے ساتھ بلا چون و چرا تسلیم کر لیتے تھے اور کہا کرتے کہ یہ امین کا فیصلہ ہے۔ (شفاء شریف جلد ۱ ص ۷۸، ۷۹)

آپ کس قدر بلند مرتبہ عادل تھے اس کے بارے میں بخاری شریف کی ایک روایت شاہد عدل ہے کہ قبیلۂ قریش کے خاندان بنی مخزوم کی ایک عورت نے چوری کی، اسلام میں چوری

کی سزا یہ ہے کہ اس کا دایاں ہاتھ پہنچوں سے کاٹ دیا جائے، قبیلۂ قریش کو اس واقعہ سے بڑی فکر دامن گیر ہو گئی کہ اگر ہمارے قبیلہ کی اس عورت کا ہاتھ کاٹ ڈالا گیا تو یہ ہماری خاندانی شرافت پر ایسا بدنما داغ ہو گا جو کبھی مٹ نہ سکے گا اور ہم لوگ تمام عرب کی نگاہوں میں ذلیل و خوار ہو جائیں گے، اس لئے ان لوگوں نے یہ طے کیا کہ بارگاہ رسالت میں کوئی زبردست سفارش پیش کر دی جائے تا کہ آپ اس عورت کا ہاتھ نہ کاٹیں۔ چنانچہ ان لوگوں نے حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو جو نگاہ نبوت میں انتہائی محبوب تھے، دباؤ ڈال کر اس بات کے لئے آمادہ کر لیا کہ وہ دربار رسالت میں سفارش کریں۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اشراف قریش کے اصرار سے متاثر ہو کر بارگاہ اقدس میں سفارش عرض کر دی، یہ سن کر پیشانی نبوت پر جلال کے آثار نمودار ہو گئے اور آپ نے نہایت ہی غضبناک لہجہ میں فرمایا کہ ''اَتَشْفَعُ فِیْ حَدٍّ مِّنْ حُدُوْدِ اللّٰہِ'' کہ اے اُسامہ! تو اللہ کی مقرر کی ہوئے سزاؤں میں سے ایک سزا کے بارے میں سفارش کرتا ہے۔ پھر اس کے بعد آپ نے کھڑے ہو کر ایک خطبہ دیا اور اس خطبہ میں یہ ارشاد فرمایا کہ ''یٰۤاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّمَا ضَلَّ مَنْ قَبْلَکُمْ اِنَّھُمْ کَانُوْا اِذَا سَرَقَ الشَّرِیْفُ تَرَکُوْہُ وَاِذَا سَرَقَ الضَّعِیْفُ فِیْھِمْ اَقَامُوْا عَلَیْہِ الْحُدُوْدَ وَاَیْمُ اللّٰہِ لَوْ اَنَّ فَاطِمَۃَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعَ مُحَمَّدٌ یَدَھَا'' اے لوگو! تم سے پہلے کے لوگ اس وجہ سے گمراہ ہو گئے کہ جب ان میں کوئی شریف چوری کرتا تھا تو اس کو چھوڑ دیتے تھے اور جب کوئی کمزور آدمی چوری کرتا تو اس پر سزائیں قائم کرتے تھے۔ خدا کی قسم! اگر محمد کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرے گی تو یقیناً محمد (ﷺ) اس کا ہاتھ کاٹ لے گا۔ (بخاری شریف جلد ۲ ص باب کراہیۃ الشفاعۃ فی الحدود)

میرے پیارے آقا ﷺ کے پیارے دیوانو! یہ تو عدلِ مصطفیٰ ﷺ کی ایک جھلک ہے ورنہ تو آپ کی حیاتِ طیبہ میں عدل و انصاف کے سیکڑوں واقعات ملتے ہیں۔

وقار: حضرت خارجہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ حضور نبی کریم ﷺ اپنی مجلسوں میں جس قدر وقار کے ساتھ رونق افروز رہتے تھے بڑے سے بڑے بادشاہوں کے دربار میں بھی اس کی مثال نہیں مل سکتی۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ

آپ کی مجلس حلم وحیا اور خیر وامانت کی مجلس ہوا کرتی تھی، آپ کی مجلس میں کبھی کوئی بلند آواز سے گفتگو نہیں کرسکتا تھا اور جب آپ کلام فرماتے تھے تو تمام اہل مجلس اس طرح سر جھکائے ہوئے ہمہ تن گوش بن کر آپ کا کلام سنتے تھے کہ گویا ان کے سروں پر چڑیاں بیٹھی ہوئی ہیں۔

حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نہایت ہی وقار کے ساتھ اس طرح ٹھہر ٹھہر کر گفتگو فرماتے کہ تھے کہ اگر کوئی شخص آپ کے جملوں کو گننا چاہتا تو وہ گن سکتا تھا۔

میرے پیارے آقا ﷺ کے پیارے دیوانو! اس سنت کو آج زندہ کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ ہمیں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی طرزِ حیات سے سبق حاصل کرنا چاہئے اور جب کبھی بڑوں، بزرگوں کی محفلوں میں جائیں تو ادب واحترام کا مکمل لحاظ کریں۔

غذا سے متعلق ہدایت: حضور ﷺ رات کو بھوکا سونے سے منع فرماتے تھے اس لئے کہ اس سے بوڑھاپا جلد آتا ہے اور کھانا کھا کر فوراً سوجانے سے بھی منع فرماتے، کم کھانے کی ہدایت دیتے اور فرماتے تھے کہ ایک تہائی معدہ کھانے کے لئے، ایک تہائی پانی کے لئے اور ایک تہائی خود معدہ کے لئے چھوڑنا چاہئے، پھلوں اور ترکاریوں کا استعمال ان کی مصلح چیزوں کے ساتھ فرماتے۔

میرے پیارے آقا ﷺ کے پیارے دیوانو! ان ہدایات پر عمل کرنے کی آج سخت ضرورت ہے۔ آج ہم میں سے اکثر لوگ خرابیِ معدہ کی شکایت کرتے ہیں۔ یقیناً اگر ایسے لوگ ان ہدایات پر عمل کریں تو زندگی بھر کبھی انہیں معدہ کی خرابی کی شکایت نہ ہوگی اور اس سے پتہ چلتا ہے کہ سائنس آج جو مشورے اور ہدایات دے رہی ہے حضور رحمت عالم ﷺ نے چودہ سو سال پہلے ہی ان جیسے سیکڑوں ہدایات اور پرحکمت ارشادات سے امتِ مسلمہ کو نوازا ہے۔

مرض اور مریض: متعدی امراض سے بچاؤ رکھتے اور تندرستوں کو ان سے بچنے کا حکم دیتے، ماہر طبیب سے علاج کرانے کا مشورہ دیتے اور پرہیز کرنے کی بھی ہدایت کرتے۔

عیادت: اگر کوئی صحابی بیمار ہوجاتے تو ان کی عیادت کے لئے تشریف لے جاتے، مریض کے قریب بیٹھ کر اس کو تسلی دیتے اور فرماتے "لَابَأسَ طُهُوْرٌ" یا "كَفَّارَةٌ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ"

مریض سے دریافت کرتے کہ کس چیز کے لئے دل چاہتا ہے اگر وہ چیز مضر نہ ہوتی تو اس کا انتظام فرمادیتے، ایک یہودی لڑکا آپ کی خدمت کیا کرتا تھا جب وہ بیمار ہوگیا تو آپ اس کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔

میرے پیارے آقا ﷺ کے پیارے دیوانو! اس سے یہ درس ملتا ہے کہ بڑوں کو چاہئے کہ چھوٹے جب بیمار ہوجائیں تو ان کی عیادت کریں۔ اس واقعہ سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نہ صرف صحابۂ کرام بلکہ اگر آپ سے وابستہ کوئی غیر مسلم بھی بیمار ہوجاتا تو اس کی عیادت فرماتے، اس سے بڑھ کر انسان دوستی کی مثال اور کیا ہوسکتی ہے؟

علاج: بیماری کی حالت میں اپنا علاج کراتے اور لوگوں کو بھی علاج کرانے کا حکم فرماتے کہ اے خدا کے بندو! دوا کیا کرو کیونکہ خدا نے ہر مرض کی دوا پیدا کی ہے سوائے بڑھاپے کے۔

میرے پیارے آقا ﷺ کے پیارے دیوانو! معلوم ہوا کہ علاج کرنا، کرانا **تَوَکُّل عَلَی اللّٰہ** کے خلاف نہیں ہے بلکہ بیماری کی صورت میں علاج کرانا سنت مصطفےٰ ﷺ ہے۔
اس حدیث پاک سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بڑھاپے کا کوئی علاج نہیں لہٰذا اللہ کے رسول ﷺ پر ایمان لانے والوں کو ان لوگوں کے فریب میں نہیں پڑنا چاہئے جو یہ دعوے کرتے ہیں کہ ہم بڑھاپے کو جوانی سے تبدیل کرسکتے ہیں۔

صدقہ وہدیہ: صدقہ کی چیز ہرگز استعمال نہ فرماتے البتہ تحفہ اور ہدیہ قبول فرماتے، مسلمان، یہودی، عیسائی کا تحفہ قبول فرماتے اور مشرکوں کا تحفہ قبول نہ فرماتے۔

میرے پیارے آقا ﷺ کے پیارے دیوانو! ہمیں بھی چاہئے کہ دشمنان خدا ورسول (جل جلالہ و ﷺ) سے دوستی نہ رکھیں اور ان کے تحفے، تحائف بھی قبول نہ کریں۔

☆☆☆☆

حضور ﷺ کی مرغوب غذائیں

میرے پیارے آقا ﷺ کے پیارے دیوانو! ہم رسولِ اعظم ﷺ سے محبت کا دعویٰ کرتے ہیں جب کہ تقاضائے محبت یہ ہے کہ ہم ہراس شئی سے محبت کریں جو ہمارے آقا ﷺ کو محبوب تھی۔ ویسے تو سرکارِ دو عالم ﷺ کی عادت کریمہ تھی کہ آپ کو جو بھی حلال غذائیں میسر آجاتیں آپ اللہ عزوجل کا شکرادا کرتے ہوئے تناول فرمالیتے تھے۔جن اشیا کا آپ نے غذائیات میں استعمال فرمایاہے، پڑھیے اورسنت رسول پرعمل کیجئے۔

گندم اور جو کی روٹی: حضور ﷺ نے زیادہ تر گندم (گیہوں) کے موٹے آٹے اور جو کی روٹی کھائی ہے اورمیدہ کی روٹی کبھی نہ کھائی۔طبی نقطۂ نظر سے بھی روٹی جسم کے لئے لازمی خوراک ہے۔حضور ﷺ نے گیہوں کے آٹے کو چھانے بغیر استعمال کرنے کو ترجیح دی ہے کیوں کہ اس سے پیٹ پرگرانی محسوس نہیں ہوتی۔آپ روٹی صرف اتنی مقدار میں تناول فرمایا کرتے تھے جس قدر راشد ضرورت ہوتی ہے، لذتِ نفس کے لئے نہیں تناول فرماتے۔حضرت مسروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں حضرتِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس حاضر ہوا تو انہوں نے میرے لئے کھانا منگوایا اور فرمایا میں پیٹ بھر کر کھانا کھاتی ہوں تو رو دیتی ہوں۔ میں نے پوچھا آپ ایسا کیوں کرتی ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا میں اُس حال کو یاد کرتی ہوں جس میں نبی پاک ﷺ نے اس دنیا سے پردہ فرمایا۔اللہ کی قسم آپ نے ایک دن میں دو مرتبہ نہ روٹی سیر ہو کر کھائی نہ گوشت۔(ترمذی)

اسی طرح حضرتِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے انہوں نے فرمایا ’’مَا شَبِعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مِنْ خُبْزِ الشَّعِیْرِ یَوْمَیْنِ مُتَتَابِعَیْنِ حَتّٰی قُبِضَ‘‘ رسول اللہ ﷺ نے وصالِ مبارک تک کبھی دو دن متواتر جو کی روٹی پیٹ بھر کر نہیں کھائی۔ (ترمذی)

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ؎

کل جہاں ملک اور جَو کی روٹی غذا　　اس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام

چاول: روٹی کے علاوہ حضور ﷺ چاول بھی غذا میں استعمال فرمایا کرتے تھے۔چاول بھی گیہوں کی طرح ایک غذائی جنس ہے۔حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو ’’ثفل‘‘ پسند تھا۔حضرت عبداللہ کہتے ہیں کہ ثفل ہنڈیا میں کھانے کے بقیہ حصہ کو کہتے ہیں۔

بکرے کا گوشت: حضور نبی اکرم نورمجسم ﷺ نے گوشت کو پسند بھی فرمایا ہے اور اکثر اوقات اسے استعمال بھی فرمایا ہے۔روایتوں میں ہے کہ آپ بھنا ہوا گوشت اور شوربے والا گوشت شوق سے تناول فرمایا کرتے۔لہٰذا کھانے میں گوشت کا استعمال نبی کریم ﷺ کی سنتِ مبارکہ ہے۔حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا ’’اُتِیَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ بِخُبْزٍ وَّ لَحْمٍ وَّ ھُوَ فِی الْمَسْجِدِ فَاَکَلَ وَ اَکَلْنَا مَعَہٗ ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰی وَ صَلَّیْنَا مَعَہٗ‘‘ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں گوشت اور روٹیاں لائی گئیں جب کہ آپ مسجد میں تھے آپ نے تناول فرمایا اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ کھائیں پھر آپ نے کھڑے ہو کر نماز پڑھائی اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھی۔(ابن ماجہ)

حضرت عمرو بن امیہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو بکری کی دستی کاٹ کر کھاتے دیکھا جو آپ کے دستِ مبارک میں تھی۔اتنے میں اذان ہوئی تو آپ نے اسے اور وہ چھری جس سے آپ اسے کاٹ رہے تھے وہیں پر رکھ دیا اور نماز ادا فرمائی۔(مشکوٰۃ)

مرغ کا گوشت: حضور ﷺ نے مرغ کا گوشت بھی تناول فرمایا ہے اسی لئے دیسی مرغ کا گوشت کھانا سرکارِ رحمت ﷺ کی سنتِ مبارکہ ہے۔مرغ کے گوشت میں غذائیت کی مقدار بہت زیادہ ہے۔عقل کو بڑھاتا ہے، فہم وفراست کو تیز کرتا ہے اور دماغ کو چست بناتا ہے، جسم کے لئے مقوی ہے۔اکثر بزرگانِ دین نے بھی اسے سنت سمجھ کر استعمال کیا ہے۔حضرت زہدم جرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ’’کُنَّا عِنْدَ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فَاُتِیَ بِلَحْمِ دُجَاجٍ فَتَنَحّٰی رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ فَقَالَ مَا لَکَ قَالَ اِنِّیْ رَاَیْتُھَا تَاکُلُ شَیْئًا نَتْنًا فَحَلَفْتُ اَنْ لَّا اٰکُلَھَا قَالَ اُدْنُ فَاِنِّیْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَأْکُلُ لَحْمَ الدُّجَاجِ‘‘

ہم حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تھے کہ آپ کے پاس مرغ کا گوشت لایا گیا۔ حاضرین میں سے ایک آدمی دور ہٹ گیا۔ حضرت موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تجھے کیا ہوا؟ اس نے کہا: میں نے اس کو گندی چیز کھاتے ہوئے دیکھا تو میں نے قسم کھائی کہ اسے نہیں کھاؤں گا۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ قریب ہو جاؤ بے شک میں نے رسول اللہ ﷺ کو مرغ کا گوشت کھاتے ہوئے دیکھا ہے۔ (جامع ترمذی)

مچھلی: حضور نبی اکرم ﷺ نے مچھلی بھی تناول فرمایا ہے۔ مچھلی زود ہضم اور مقوی ہوتی ہے۔ مچھلی تازہ کھانی چاہئے، لاغر اور کمزور حضرات کے لئے بہت عمدہ غذا ہے، مرضِ سِل اور ذیابطیس میں فائدہ مند ہے۔ مچھلی میں پروٹین کی مقدار بہت زیادہ پائی جاتی ہے اس لئے یہ گوشت کا بڑا اچھا بدل ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "مَا مِنْ دَابَّةِ الْبَحْرِ اِلَّا وَ قَدْ ذَكَّاهَا اللّٰهُ لِبَنِیْ اٰدَمَ" سمندر میں کوئی جانور نہیں مگر اس کو اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کے لئے ذبح فرمادیا ہے۔ (دار قطنی)

پنیر: پنیر دودھ کو پھاڑ کر بنایا جاتا ہے، اس میں روغنی اجزا بکثرت ہوتے ہیں، اس کا طبی مزاج بہت زیادہ سرد ہے، یہ معدہ، گردہ اور انتڑیوں کے لئے بہت مفید ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے اسے بھی پسند فرمایا ہے لہٰذا اسے بطورِ سنت استعمال میں لانا چاہئے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا "اُتِیَ النَّبِیُّ ﷺ بِجَبْنَةٍ فِیْ تَبُوْكٍ فَدَعَا بِالسِّكِّیْنِ فَسَمّٰی وَ قَطَعَ" تبوک کے مقام پر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پنیر پیش کیا گیا۔ آپ نے چھری منگوائی اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر اسے کاٹا۔ (ابوداؤد شریف)

حریرہ: حریرہ گھی، آٹا، چینی اور دودھ ملا کر بنایا جاتا ہے۔ یہ کمزور آدمی کے لئے مفید ہوتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اسے پسند فرمایا ہے۔ خصوصاً آپ نے اسے بخار میں استعمال کرنے کے لئے تجویز فرمایا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں "كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا اَخَذَ اَهْلَهُ الْوَعْكُ اَمَرَ بِالْحَسَاءِ فَصُنِعَ ثُمَّ اَمَرَهُمْ فَحَسُوْا مِنْهُ وَ كَانَ يَقُوْلُ اِنَّهُ لَيَرْتُوْ فُؤَادَ الْحَزِيْنِ وَ يَسْرُوْ عَنْ فُؤَادِ الْحَزِيْنِ وَ يَسْرُوْ عَنْ فُؤَادِ

السَّقِيْمِ كَمَا تَسْرُوْ اِحْدَاكُنَّ الْوَسْخَ بِالْمَاءِ عَنْ وَّجْهِهَا" رسول اللہ ﷺ کے گھر والوں میں سے جب کسی کو بخار چڑھ جاتا تو حریرہ کا حکم فرماتے جو بنایا جاتا تا پھر انہیں گھونٹ گھونٹ پینے کا حکم فرماتے اور فرمایا کرتے یہ غمگین دل میں طاقت پہنچاتا اور مریض کے دل سے تنگی دور کرتا ہے جیسے تم میں سے کوئی پانی کے ساتھ اپنے چہرے کا میل دور کرتی ہے۔ (ترمذی شریف)

کدو شریف: حضور نبی اکرم ﷺ گوشت اور مچھلی کے علاوہ سبزیاں بھی تناول فرمایا کرتے تھے، سبزیوں میں آپ سب سے زیادہ کدو پسند فرماتے تھے طبی نقطۂ نظر سے کدو میں کئی فوائد ہیں عقل کی زیادتی، دماغ کا اعتدال یہ ساری خوبیاں کدو میں موجود ہیں۔ بخار کی حالت میں کدو کے بڑے بڑے ٹکڑے ہاتھوں اور پیروں کی تلیوں پر ملنے سے بخار میں کمی ہو جاتی ہے، اکثر بزرگان دین نے کدو کو سنت سمجھ کر استعمال کیا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں "كَانَ النَّبِیُّ ﷺ يُعْجِبُهُ الدُّبَّاءُ فَاُتِیَ بِطَعَامٍ اَوْ دُعِیَ لَهٗ فَجَعَلْتُ اَتَتَبَّعُهٗ فَاَضَعُهٗ بَيْنَ يَدَيْهِ لِمَا اَعْلَمُ اَنَّهٗ يُحِبُّهٗ" نبی پاک ﷺ کدو پسند فرماتے تھے پس جب آپ کے لئے کھانا لایا گیا یا آپ کو کھانے کے لئے بلایا گیا تو میں تلاش کر کے کدو آپ کے سامنے رکھتا تھا کیونکہ مجھے معلوم تھا کہ اسے آپ پسند فرماتے ہیں۔ (ترمذی شریف)

اسی طرح حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں "رَأَيْتُ النَّبِیَّ ﷺ يَتَتَبَّعُ الدُّبَّاءَ حَوَالَی الْقَصْعَةِ فَلَنْ اَزَلْ اُحِبُّ الدُّبَّاءَ مِن يَّوْمِئِذٍ" میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ پیالے کے کناروں سے کدو تلاش کر رہے ہیں اسی دن سے میں ہمیشہ کدو پسند کرتا تھا۔

مذکورہ بالا احادیث میں نبی کریم ﷺ کا کدو پسند کرنا اور صحابہ کا نبی کریم ﷺ کی مرغوب غذا کو اپنے لئے مرغوب بنالینا بالکل واضح ہے اور کیوں نہ ہو کہ جب کوئی شخص کسی سے محبت کرتا ہے تو اس کی ہر محبوب چیز سے محبت کرنے لگتا ہے۔ آج بھی حضور ﷺ سے محبت کا دعویٰ اسی وقت سچ ہو سکتا ہے جب ہم ان کی ہر ادا کو سنت سمجھ کر اپنالیں۔

ثرید: روٹی کو شوربے میں پکانا یا گوشت کے شوربے میں توڑ کر بھگونا تاکہ اچھی طرح سے گل جائے، ''روٹی کا ثرید'' کہلاتا ہے۔ ایک ثرید چھوہارے، گھی اور پنیر کو ملا کر تیار کیا جاتا ہے اور کبھی کبھی اس میں شوربا بھی ملا دیا جاتا ہے اسے حَیس کا ثرید کہتے ہیں۔ ایسا ثرید بہت لذیذ ہوتا ہے اور اس کو کھانے سے جسم میں طاقت بھی پیدا ہوتی ہے۔ ثرید آپ کو بہت پسند تھا اور بارہا اسے آپ تناول فرماتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: **كَانَ اَحَبَّ الطَّعَامِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ الثَّرِيْدُ مِنَ الْخُبْزِ وَ الثَّرِيْدُ مِنَ الْحَيْسِ**'' رسول اللہ ﷺ کو تمام کھانوں سے روٹی کا ثرید اور حَیس کا ثرید سب سے زیادہ محبوب تھا۔

سرکہ: سرکہ گنے کا رس، چقندر، جامن، انگور، منقہ، میوہ، گندم، جو اور دوسرے پھلوں سے تیار ہوتا ہے۔ سرکہ ٹھنڈک اور حرارت کا ایک حسین امتزاج ہے، طبیعت میں فرحت پیدا کرتا ہے، غذا کو ہضم کرتا ہے اور پیٹ کے کیڑے مار دیتا ہے اس لئے اس کا استعمال ہر لحاظ سے فائدہ مند ہے۔ سرکہ کے بہت سے فوائد ہیں اسی لئے نبی اکرم ﷺ نے سرکہ کو خود بھی استعمال فرمایا اور لوگوں کو بھی استعمال کرنے کا حکم فرمایا حتیٰ کہ آپ نے اسے سالن سے تشبیہ دیا ہے۔ چنانچہ حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا''**اَعِنْدَكِ شَیْءٌ قُلْتُ لَا اِلَّا خُبْزٌ يَابِسٌ وَ خَلٌّ فَقَالَ هَاتِىْ مَا اَقْفَرَ بَيْتٌ مِّنْ اُدُمٍ فِيْهِ خَلٌّ**'' کیا تمہارے پاس کوئی چیز ہے؟ میں نے عرض کیا کہ سوکھی روٹی اور سرکہ کے سوا کچھ نہیں ہے۔ فرمایا لے آؤ، وہ گھر سالن سے خالی نہیں جس میں سرکہ ہو۔ (ترمذی)

اسی طرح حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے گھر والوں سے سالن مانگا، عرض کیا گیا کہ ہمارے پاس صرف سرکہ ہے۔ آپ نے وہی منگوایا اور اسی کے ساتھ کھانے لگے اور فرماتے تھے ''**نِعْمَ الْاِدَامُ الْخَلُّ نِعْمَ الْاِدَامُ الْخَلُّ**''، سرکہ اچھا سالن ہے، سرکہ اچھا سالن ہے۔ (مسلم)

کھجور: کھجور عرب میں بکثرت پایا جاتا ہے۔ یہ پھل حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت پسند تھا

اور آپ نے اسے بکثرت استعمال فرمایا ہے۔ کھجور صالح خون پیدا کرتا ہے، معدہ اور جگر کو قوی کرتا ہے، بدن کو فربہ کرتا ہے لہٰذا کھجور کا غذا میں بکثرت استعمال حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے۔ اس کے فضائل وفوائد میں احادیث بھی مروی ہیں چنانچہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے انہوں نے کہا ''**سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ مَنْ تَصَبَّحَ بِسَبْعِ تَمَرَاتٍ عَجْوَة لَمْ يَضُرُّهُ ذٰلِكَ الْيَوْمَ سَمٌّ وَّ لَا سِحْرٌ**'' جو صبح کے وقت سات عجوہ کھجوریں کھائے تو اس روز اسے کوئی زہر یا جادو نقصان نہیں پہنچائے گا۔ (مسلم شریف)

اسی طرح ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں ''**كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَاتِيْنِىْ فَيَقُوْلُ اَ عِنْدَكِ غِذَاءٌ فَاَقُوْلُ لَا قَالَتْ فَيَقُوْلُ اِنِّىْ صَائِمٌ قَالَتْ فَاَتَانَا يَوْمًا فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّهُ اُهْدِيَتْ لَنَا هَدِيَّةٌ قَالَ وَ مَا هِىَ قُلْتُ حَيْسٌ قَالَ اَمَّا اِنِّىْ اَصْبَحْتُ صَائِمًا قَالَتْ ثُمَّ اَكَلَ**'' نبی پاک ﷺ میرے پاس تشریف لاتے اور فرماتے کیا تمہارے پاس اس وقت کھانا ہے؟ میں عرض کرتی نہیں تو آپ فرماتے میں نے روزے کی نیت کر لی۔ پھر ایک دن آپ ہمارے یہاں تشریف لائے، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں کہیں سے تحفہ آیا ہے تو آپ نے فرمایا وہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا: کھجور کا حلوہ۔ آپ نے فرمایا: میں صبح سے روزہ دار ہوں پھر حلوہ تناول فرمایا۔

شہد: شہد ایک قسم کی مکھی سے حاصل ہوتا ہے۔ وہ پھلوں کا رس چوس کر ایک چھتے کی صورت میں شہد جمع کر دیتی ہے اور پھر اس چھتے سے شہد نکال کر استعمال میں لایا جاتا ہے۔ اللہ عزوجل نے قرآنِ مقدس میں شہد کے حوالے سے فرمایا: **وَ اَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِىْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّ مِنَ الشَّجَرِ وَ مِمَّا يَعْرِشُوْنَ ۝ ثُمَّ كُلِىْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِىْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ؕ يَخْرُجُ مِنْ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝** اور تمہارے رب نے شہد کی مکھی کو الہام کیا کہ پہاڑوں میں گھر بنا اور درختوں میں اور چھتوں میں پھر ہر قسم کے پھل میں سے کھا اور اپنے رب کی راہیں چل کہ تیرے لئے نرم و آسان ہیں۔ اس کے پیٹ سے ایک پینے کی چیز رنگ برنگ نکلتی ہے، جس میں

لوگوں کی تندرستی ہے۔ بے شک اس میں نشانی ہے دھیان کرنے والوں کو۔ (سورۂ نحل: ۶۸۔۶۹)

شہد غذا بھی ہے اور دوا بھی۔ اس کا مزاج گرم خشک ہے اس لئے بلغمی امراض اور پیٹ کے ریاحی امراض کے لئے بہت مفید ہے، کھانسی کے لئے خاص طور پر فائدہ مند ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے بھی بہت پسند فرمایا اور جب بھی آپ کو میسر آتا آپ تناول فرماتے۔ شہد میں اللہ عزوجل نے خصوصی فوائد رکھے ہیں اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اسے تناول فرمایا اور دوسروں کو بھی اسے استعمال کرنے کا حکم فرمایا۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے آپ نے فرمایا ’’كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُحِبُّ الْحَلْوَاءَ وَ الْعَسَلَ‘‘ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میٹھی چیز اور شہد پسند فرمایا کرتے تھے۔ (بخاری شریف)

مدارج النبوہ میں ہے کہ حضور ﷺ عام طور پر علی الصبح شہد میں پانی ملا کر نوش فرمایا کرتے تھے پھر جب کچھ وقت گزر جاتا اور بھوک محسوس ہونے لگتی تو جو میسر آتا تناول فرما لیتے۔

انجیر: انجیر ایک درخت کا پھل ہے، یہ بہت ہی نازک ہوتا ہے، پکنے کے بعد درخت کی شاخوں سے خود بخود گر جاتا ہے، بہت سے لوگ اسے سکھا کر محفوظ کر لیتے ہیں، یہ پھل بہت ہی فائدہ مند ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے بھی پسند فرمایا ہے اور اس کے فوائد بھی بیان فرمائے ہیں۔ مندرجہ ذیل روایت میں اس کے فوائد مذکور ہیں۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں کہیں سے انجیر کا بھرا ہوا تھال آیا، آپ نے فرمایا کہ کھاؤ۔ ہم نے اس میں سے کچھ کھایا۔ پھر ارشاد فرمایا اگر کوئی کہے کہ کوئی پھل جنت سے زمین پر آ سکتا ہے تو میں کہوں گا کہ یہی وہ پھل ہے جو جنت کا ہے۔ اس میں سے کھاؤ کیوں کہ یہ بواسیر اور جوڑوں کے درد میں مفید ہے۔ (کنز العمال)

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیارے دیوانو! جن غذاؤں کا اوپر ذکر ہوا ان کے علاوہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خرگوش کا گوشت، گھی، مکھن، زیتون کا تیل، ککڑی، خربوزہ، تربوزہ، انگور، کشمش، پیلو، چقندر اور میتھی وغیرہ کو پسند فرمایا ہے۔ ہمیں بھی ان غذاؤں کو سنت سمجھ کر استعمال میں لانا چاہئے کہ اس سے ہمیں دنیوی فوائد بھی میسر آئیں گے اور سنت رسول پر عمل کرنے کا ثواب بھی ملے گا۔ ان شاء اللہ

☆☆☆

نبوی دعائیں

ذیل میں ہم کچھ ایسی دعائیں تحریر کرتے ہیں جو احادیث کی کتابوں میں موجود ہیں ان دعاؤں کو یاد کریں اور دارین کی بھلائیاں حاصل کریں۔

دنیا و آخرت کی بھلائی کیلئے: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر یہ دعا کرتے تھے ’’اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ‘‘ (بخاری و مسلم)

جو شخص اس دعا کو اپنا معمول بنائے گا انشاء اللہ اسے دنیا و آخرت میں بھلائی میسر آئے گی۔

ہر بلا سے نجات کے لئے: حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص صبح و شام کو تین مرتبہ یہ دعا پڑھے تو اس کو دنیا کی کوئی چیز نقصان نہیں پہنچائے گی ’’بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَ لَا فِی السَّمَآءِ وَ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ‘‘

بے چینی کے وقت کی دعا: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کو جب کوئی بے چینی اور پریشانی لاحق ہوا کرتی تھی تو اس وقت آپ اس دعا کا ورد فرماتے تھے ’’لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِیْمُ الْحَکِیْمُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ رَبُّ الْعَرْشِ الْکَرِیْمِ‘‘

شفاءِ امراض کیلئے: روایت ہے کہ حضرت عبدالعزیز بن صُہیب اور حضرت ثابت بُنانی رضی اللہ عنہما دونوں حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ثابت بُنانی نے عرض کیا کہ اے ابو حمزہ (انس) میں بیمار ہو گیا ہوں، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کیا میں اس دعا سے تمہارے مرض کا جھاڑ پھونک نہ کر دوں جس دعا سے حضور ﷺ مریضوں پر شفا کے لئے دم فرمایا کرتے تھے۔ حضرت ثابت بُنانی نے کہا کیوں نہیں؟ اس کے بعد حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ دعا پڑھی ’’اَللّٰهُمَّ رَبَّ النَّاسِ مُذْهِبَ الْبَأْسِ اِشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ لَا شَافِیَ اِلَّا اَنْتَ شِفَاءً لَّا یُغَادِرُ سَقَماً‘‘

مصیبت پر نِعْمَ الْبَدَلُ ملنے کی دعا: حضرت اُمّ المومنین بی بی اُمّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے حضور اقدس ﷺ سے یہ سُنا تھا کہ کسی مسلمان کو کوئی مصیبت پہنچے تو وہ "اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اَللّٰھُمَّ اجِرْنِیْ فِیْ مُصِیْبَتِیْ وَ اخْلُفْ لِیْ خَیْراً مِّنْھَا" پڑھ لے تو اللہ تعالیٰ اس مسلمان کو اس کی ضائع شدہ چیز سے بہتر چیز عطا فرمائے گا۔

قرض ادا ہونے کی دعا: حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کیا میں تم کو ایک ایسا کلام نہ تعلیم کر دوں کہ جب تم اس کو پڑھو تو اللہ تعالیٰ تمہاری فکر کو دفع فرمادے اور تمہارے قرض کو ادا کر دے۔ حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کیوں نہیں یا رسول اللہ ﷺ ضرور تعلیم فرمائیے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم روزانہ صبح و شام یہ دعا پڑھ لیا کرو:

"اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْھَمِّ وَ الْحُزْنِ وَ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْعَجْزِ وَ الْکَسْلِ وَ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْجُبْنِ وَ الْبُخْلِ وَ اَعُوْذُبِکَ مِنْ غَلَبَۃِ الدَّیْنِ وَ قَھْرِ الرِّجَالِ"

تونگری و خوشحالی: جو شخص دولت مند اور تونگر ہونا چاہے وہ بعد نماز فجر روزانہ پچیس مرتبہ "اِذَاجَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ o وَ رَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجاً o فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَ اسْتَغْفِرْہُ o اِنَّہٗ کَانَ تَوَّاباً" بحضور قلب پڑھا کرے۔
انشاء اللہ چند ہی روز میں مشکل آسان ہوگی اور مفلس مالا مال ہوتا چلا جائے گا۔

کھانا کھانے کے بعد کی دعا: کھانا کھانے کے بعد یہ دعا پڑھے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَھَدٰنَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ .

جب کوئی نعمت ملے تو یہ دعا پڑھے: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ بِنِعْمَتِہٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ .

سونے کی دعا: "اَللّٰھُمَّ بِاسْمِکَ اَمُوْتُ وَاَحْیٰی."

سو کر اٹھو تو یہ دعا پڑھو: "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْہِ النُّشُوْرُ"

جب نیا لباس پہنے تو یہ دعا پڑھے: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ کَسَانِیْ مَا اُوَارِیْ بِہٖ عَوْرَتِیْ وَاَتَجَمَّلُ بِہٖ فِیْ حَیَاتِیْ.

سفر کی دعا: حضرت عبداللہ بن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر پر جاتے وقت اونٹ پر سوار ہوتے تو تین بار "اللہ اکبر" کہتے اس کے بعد فرماتے سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا ھٰذَا وَمَا کُنَّا لَہٗ مُقْرِنِیْنَ o اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ فِیْ سَفَرِنَا ھٰذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوٰی وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضٰی . اَللّٰھُمَّ ھَوِّنْ عَلَیْنَا ھٰذَا السَّفَرَ وَاطْوِ عَنَّا بُعْدَہٗ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِی السَّفَرِ وَالْخَلِیْفَۃُ فِی الْاَھْلِ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ وَّعْثَاءِ السَّفَرِ وَکَاٰبَۃِ الْمَنْظَرِ وَسُوْءِ الْمُنْقَلَبِ فِی الْاَھْلِ وَالْمَالِ وَالْوَلَدِ .

اور جب سفر سے واپس ہو تو یہ دعا پڑھے۔ اٰئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ . (مسلم)

❁❁❁

رسالت ونبوت

نبی کا لغوی معنی: ''نبی'' کا لفظ یا تو ''نَبَاوَۃٌ'' سے بنا ہے جس کا معنی ہوتا ہے بلندی مرتبہ اور یا یہ لفظ بنا ہے ''نَبَأٌ'' سے جس کا معنی ہوتا ہے خبر دینا، ظاہر کرنا یا یہ لفظ بنا ہے ''نَبَاۃٌ'' سے جس کا معنی ہوتا ہے مخفی آواز۔

پہلے معنی کے لحاظ سے نبی کو ''نبی'' اس لئے کہتے ہیں کہ وہ تمام مخلوق سے بلند مرتبہ رکھتا ہے۔ دوسرے معنی کے لحاظ سے اس لئے کہ وہ حق بات کو ظاہر کرتا ہے اور غیبی خبریں دیتا ہے اور تیسرے معنی کے لحاظ سے اس لئے کہ وہ وحی کو سنتا ہے جو آواز دوسروں پر مخفی ہوتی ہے۔ اسی طرح ایک احتمال یہ بھی ہے کہ یہ لفظ اصل میں ''نَبِیْءٌ'' ہے تو اس وقت معنی ہوتا ہے راستہ۔ اس صورت میں نبی کو نبی کہنے کی وجہ یہ ہوگی کہ وہ اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے درمیان واسطہ ہوتا ہے جس طرح راستہ منزل مقصود تک پہنچنے کا ذریعہ ہوتا ہے اسی طرح انبیائے کرام علیہم السلام رب تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے اور منزل مراد کو پانے کا ذریعہ اور واسطہ ہوتے ہیں۔

رسول اور نبی: ''رسول'' کے معنی ہیں خدا کے یہاں سے بندوں کے پاس خدا کا پیغام لانے والا۔ ''نبی'' وہ آدمی ہے جس کے پاس وحی یعنی خدا کا پیغام آیا لوگوں کو خدا کا راستہ بتانے کے لئے۔

کیا عقیدہ رکھیں؟: مسلمانوں کے لئے جس طرح ذات وصفاتِ الٰہی کا جاننا ضروری ہے اسی طرح یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ نبی اور رسول کے بارے میں کیسا عقیدہ رکھنا چاہئے تاکہ کفر وبدعقیدگی سے محفوظ رہیں۔

وحی نبوت انبیا کے لئے خاص ہے، جو اسے کسی غیر نبی کے لئے مانے کافر ہے۔ نبی کو خواب میں جو چیز بتائی جائے وہ بھی وحی ہے، اس کے جھوٹے ہونے کا احتمال نہیں۔ نبوت کسبی (کچھ کر کے حاصل کی جانے والی چیز) نہیں کہ آدمی عبادت وریاضت کے ذریعہ سے حاصل کر سکے بلکہ محض عطائے الٰہی ہے کہ وہ جسے چاہتا ہے اپنے فضل سے دیتا ہے۔ ہاں دیتا اسی کو ہے

جسے اس منصبِ عظیم کے قابل بناتا ہے، جو قبل حصولِ نبوت تمام اخلاقِ رذیلہ (بری عادتوں) سے پاک اور تمام اخلاقِ فاضلہ (عمدہ خصلتوں) سے مزین ہو کر جملہ مدارجِ ولایت طے کر چکا ہوتا ہے اور اپنے نسب وجسم وقول وفعل وحرکات وسکنات میں ہر ایسی بات سے مُنزَّہ (پاک) ہوتا ہے جو باعثِ نفرت ہو۔ اسے عقلِ کامل عطا کی جاتی ہے جو اوروں کی عقل سے بدر جہا زائد ہے، کسی حکیم اور کسی فلسفی کی عقل اس کے لاکھویں حصہ تک نہیں پہنچ سکتی۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: **اَللّٰهُ يَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَلَتَهٗ**'' اللہ خوب جانتا ہے جہاں اپنی رسالت رکھے۔ دوسرے مقام پر فرماتا ہے: **وَاللّٰهُ يَختص برحمته مَنْ يَّشَآءُ وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ** ۝ اور اللہ اپنی رحمت سے خاص کرتا ہے جسے چاہے اور اللہ بڑا فضل والا ہے۔ (سورۂ بقرہ:۱۰۵)

جو اسے اس طرح مانے کہ آدمی اپنے کسب وریاضت سے منصبِ نبوت تک پہنچ سکتا ہے، کافر ہے۔ جو شخص نبی سے نبوت کا زوال (چلا جانا) جائز جانے، کافر ہے۔

عصمتِ انبیا: نبی کا معصوم ہونا ضروری ہے اور یہ عصمت نبی اور ملک (فرشتہ) کا خاصہ ہے کہ نبی اور فرشتہ کے سوا کوئی معصوم نہیں۔ اماموں کو انبیا کی طرح معصوم سمجھنا گمراہی اور بد دینی ہے۔ عصمتِ انبیا کے یہ معنی ہیں کہ ان کے لئے حفظِ الٰہی کا وعدہ ہو گیا ہے بخلاف ائمہ واکابر اولیا کے کہ اللہ عزوجل انہیں محفوظ رکھتا ہے، ان سے گناہ نہیں ہوتا مگر ہو تو شرعاً محال بھی نہیں۔ انبیا علیہم السلام شرک وکفر اور ہر ایسے امر سے جو خلق (مخلوق) کے لئے باعثِ نفرت ہو جیسے کذب وخیانت وجہل وغیرہا صفاتِ ذمیمہ (برُی) سے نیز ایسے افعال سے جو وجاہت اور مُروت کے خلاف ہیں قبل نبوت اور بعد نبوت بالاجماع معصوم ہیں اور کبائر سے بھی مطلقاً معصوم ہیں اور حق یہ ہے کہ تعمد اًصغائر سے بھی قبل نبوت اور بعد نبوت معصوم ہیں۔ ان کے جسم کا برص وجزام وغیرہ ایسے امراض سے جن سے تنفر (نفرت) ہوتا ہے پاک جاننا ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انبیا علیہم السلام پر بندوں کے لئے جتنے احکام نازل فرمائے انہوں نے وہ سب پہنچا دئے۔ جو یہ کہے کہ کسی حکم کو کسی نبی نے چھپا رکھا تقیہ یعنی خوف کی وجہ سے یا اور کسی وجہ سے نہ پہنچایا وہ کافر ہے۔

علمِ غیب: اللہ عزوجل نے انبیا علیہم السلام کو اپنے غیوب پر اطلاع دی۔ زمین و آسمان کا ہر ذرہ نبی کے پیشِ نظر ہے۔ مگر یہ علم غیب جو ان کو ہے اللہ کی عطا سے ہے لہٰذا ان کا علم عطائی ہوا اور علم عطائی اللہ عزوجل کے لئے محال ہے کہ اس کی کوئی صفت، کوئی کمال کسی کا دیا ہوا نہیں ہوسکتا بلکہ ذاتی ہے۔ جو لوگ انبیا بلکہ سید الانبیا ﷺ سے مطلق علم غیب کی نفی کرتے ہیں وہ قرآنِ عظیم کی اس آیت کے مصداق ہیں ''اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْکِتَابِ وَ تَکْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ'' یعنی قرآن عظیم کی بعض باتیں مانتے ہیں اور بعض کے ساتھ کفر کرتے ہیں کہ آیتِ نفی دیکھتے ہیں اور ان آیتوں سے جن میں انبیا علیہم السلام کو علوم غیب عطا کیا جانا بیان کیا گیا ہے انکار کرتے ہیں حالاں کہ نفی و اثبات دونوں حق ہیں کہ نفی علم ذاتی کی ہے کہ یہ خاصۂ الوہیت ہے، اثبات عطائی کا ہے کہ یہ انبیا ہی کی شایانِ شان ہے اور منافی الوہیت ہے۔

یہ کہنا کہ ہر ذرہ کا علم نبی کے لئے مانا جائے تو خالق و مخلوق کی مساوات (برابری) لازم آئے گی باطل محض ہے کہ مساوات تو جب لازم آئے گی کہ اللہ عزوجل کے لئے بھی اتنا ہی علم ثابت کیا جائے اور یہ نہ کہے گا مگر کافر۔ انبیا علیہم السلام غیب کی خبریں دینے کے لئے آتے ہی ہیں کہ جنت و نار و حشر و نشر و عذاب و ثواب غیب نہیں تو اور کیا ہیں، ان کا منصب ہی یہ ہے کہ وہ باتیں ارشاد فرمائیں جن تک عقل و حواس کی رسائی نہیں اور اسی کا نام غیب ہے۔ اولیا کو بھی غیب عطائی ہوتا ہے مگر بواسطۂ انبیا کے۔

انبیا کی فضیلت: انبیائے کرام تمام مخلوق یہاں تک کہ رسل ملائکہ سے افضل ہیں۔ ولی کتنا ہی بڑے مرتبہ والا ہو کسی نبی کے برابر نہیں ہوسکتا۔ جو کسی غیر نبی کو نبی سے افضل یا برابر بتائے کافر ہے۔ نبی کی اطاعت فرض عین بلکہ اصلِ تمام فرائض ہے، کسی نبی کی ادنیٰ توہین یا تکذیب (جھٹلانا) کفر ہے۔

تعدادِ انبیا: انبیا کی کوئی تعداد مُعیّن کرنا جائز نہیں کہ خبریں (احادیث) اس باب میں مختلف ہیں اور تعداد مُعیّن پر ایمان رکھنے میں کسی نبی کو نبوت سے خارج ماننے یا غیر نبی کو نبی جاننے کا احتمال ہے اور یہ دونوں باتیں کفر ہیں لہٰذا یہ اعتقاد چاہئے کہ اللہ کے ہر نبی پر ہمارا ایمان

ہے۔ حضرتِ آدم علیہ السلام سے ہمارے حضور سید عالم ﷺ تک اللہ تعالیٰ نے بہت سے نبی بھیجے، بعض کا صریح ذکر قرآن مجید میں ہے اور بعض کا نہیں۔ جن کے اسمائے طیبہ بالتصریح قرآن مجید میں ہیں وہ یہ ہیں: حضرت آدم علیہ السلام، حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسماعیل علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام، حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت یوسف علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت ہارون علیہ السلام، حضرت شعیب علیہ السلام، حضرت لوط علیہ السلام، حضرت ہود علیہ السلام، حضرت داؤد علیہ السلام، حضرت سلیمان علیہ السلام، حضرت ایوب علیہ السلام، حضرت الیاس علیہ السلام، حضرت الیسع علیہ السلام، حضرت زکریا علیہ السلام، حضرت یحییٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت یونس علیہ السلام، حضرت ادریس علیہ السلام، حضرت ذوالکفل علیہ السلام، حضرت صالح علیہ السلام، حضور سید المرسلین محمد رسول اللہ ﷺ۔ سب سے پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام ہوئے اور سب میں پہلے رسول جو کفار پر بھیجے گئے حضرت نوح علیہ السلام ہیں۔

درجاتِ انبیا: نبیوں کے مختلف درجات ہیں، بعض کو بعض پر فضیلت ہے اور سب میں افضل ہمارے آقا و مولیٰ سید المرسلین ﷺ ہیں۔ حضور کے بعد سب سے بڑا مرتبہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا ہے پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کا۔ ان حضرات کو مرسلین اولوالعزم کہتے ہیں اور یہ پانچوں حضرات باقی تمام انبیا و مرسلین انس و ملک و جن و جمیع مخلوقات الٰہی سے افضل ہیں۔ جس طرح حضور ﷺ تمام رسولوں کے سردار اور سب سے افضل ہیں بلاتشبیہ حضور کے صدقے میں حضور کی امت تمام امتوں سے افضل ہے۔

انبیا اللہ عزوجل کے حضور عظیم وجاہت و عزت والے ہیں، ان کو اللہ تعالیٰ کے نزدیک معاذ اللہ چوڑے چمار کی مثل کہنا کھلی گستاخی اور کلمۂ کفر ہے۔

حیاتِ انبیا: انبیا علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں اسی طرح بحیاتِ حقیقی زندہ ہیں جیسے دنیا میں تھے۔ کھاتے پیتے ہیں، جہاں چاہیں آتے جاتے ہیں۔ وعدۂ الٰہیہ کے لئے ایک آن کو ان پر

موت طاری ہوئی پھر بدستور زندہ ہوگئے۔ حدیث شریف میں ہے "اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاْکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ فَنَبِیُّ اللّٰہِ حَیٌّ یُرْزَقُ" بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام فرمادیا کہ وہ انبیا کے جسموں کو کھائے تو اللہ کے نبی زندہ ہیں روزی دئے جاتے ہیں۔ (مشکوٰۃ)

ان کی حیات شہدا سے بہت ارفع و اعلیٰ ہے۔ شہید کا ترکہ تقسیم ہوگا، اس کی بی بی بعد عدت نکاح کرسکتی ہے بخلاف انبیا علیہم السلام کے کہ وہاں یہ جائز نہیں۔

ضروری نوٹ: انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے جو لغزشیں واقع ہوئی ہیں ان کا ذکر تلاوتِ قرآن اور روایتِ حدیث کے سوا حرام اور سخت حرام ہے۔ اوروں کو ان سرکاروں میں لب کشائی کی کیا مجال، مولیٰ عزوجل ان کا مالک ہے جس محل پر جس طرح چاہے تعبیر فرمائے، وہ اس کے پیارے بندے ہیں، اپنے رب کے لئے جس قدر چاہیں تواضع فرمائیں، دوسرا ان کلمات کو سند نہیں بنا سکتا اور خود ان کا اطلاق کرے گا تو مردودِ بارگاہ ہوگا۔

پھر ان کے یہ افعال جن کو لغزش سے تعبیر کیا جائے ہزار ہا حکم و مصالح پر مبنی، ہزار ہا فوائد و برکات کے مثمر ہوتے ہیں۔ ایک لغزشِ آدم علیہ السلام کو دیکھئے اگر وہ نہ ہوتی جنت سے نہ اترتے، دنیا آباد نہ ہوتی، نہ کتابیں اترتیں، نہ رسول آتے، نہ جہاد ہوتے، لاکھوں کروڑوں مثوبات کے دروازے بند رہتے، ان سب کا فتح باب ایک لغزشِ آدم کا نتیجۂ مبارکہ و ثمرۂ طیبہ ہے۔ بالجملہ انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کی لغزشیں مَن و تو کس شمار میں ہیں صدیقین کی حسنات سے افضل و اعلیٰ ہیں۔ حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّاٰتُ الْمُقَرَّبِیْنَ.

عقائد مخصوصہ بخاتم الانبیا ﷺ: سب سے پہلے مرتبۂ نبوت حضور ﷺ کو ملا، روزِ میثاق تمام انبیا سے حضور پر ایمان لانے اور حضور کی نصرت کرنے کا عہد لیا گیا اور اسی شرط پر یہ منصب اعظم ان کو دیا گیا۔ حضور نبی الانبیا ہیں اور تمام انبیائے کرام حضور ﷺ کے امتی ہیں، سب نے اپنے اپنے عہد کریم میں حضور ﷺ کی نیابت میں کام کیا۔ اللہ عزوجل نے حضور ﷺ کو اپنی ذات کا مظہر بنایا اور حضور کے نور سے تمام عالم کو منور فرمایا۔ اور انبیا کی بعثت خاص کسی ایک قوم کی طرف ہوئی، حضور اقدس ﷺ تمام مخلوق انسان و جن بلکہ ملائکہ حیوانات، جمادات سب کی طرف

مبعوث ہوئے۔ جس طرح انسان کے ذمہ حضور ﷺ کی اطاعت فرض ہے یوں ہی ہر مخلوق پر حضور ﷺ کی فرمانبرداری ضروری ہے۔ حضور اقدس ﷺ ملائکہ وانس وجن وحور وغلمان وحیوانات و جمادات و نباتات غرض تمام عالم کے لئے رحمت ہیں اور مسلمانوں پر تو نہایت ہی مہربان۔ فرمانِ خداوندی ہے "وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ" اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہاں کے لئے۔ (سورۂ انبیا:۱۰۷)

دوسرے مقام پر "لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ" بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے، تمہارے بھلائی کے نہایت چاہنے والے، مسلمانوں پر کمال مہربان مہربان۔ (سورۂ توبہ:۱۲۸)

حضور ﷺ کا کمال: حضور ﷺ افضل جمیع مخلوق الٰہی ہیں کہ اوروں کو فرداً فرداً جو کمالات عطا ہوئے حضور میں وہ سب جمع کر دئے گئے اور ان کے علاوہ حضور کو وہ کمالات ملے جن میں کسی کا حصہ نہیں بلکہ اوروں کو جو کچھ ملا حضور کے طفیل میں حضور کے دستِ اقدس سے ملا اور کوئی کمال اس لئے کمال ہوا کہ حضور کی صفت ہے اور حضور اپنے رب کے کرم سے اپنے نفس ذات میں کامل و اکمل ہیں۔ حضور کا کمال کسی وصف سے نہیں بلکہ اس وصف کا کمال ہے کہ کامل کی صفت بن کر خود کمال کامل و مکمل ہوگیا کہ جس میں پایا جائے اس کو کامل بنا دے۔ محال ہے کہ کوئی حضور کا مثل ہو، جو کسی صفتِ خاصہ میں کسی کو حضور کا مثل بتائے گمراہ یا کافر ہے۔

حضور ﷺ کو اللہ عزوجل نے مرتبۂ محبوبیت کبریٰ سے سرفراز فرمایا کہ تمام خلق جو یائے رضائے مولیٰ ہے اور اللہ عزوجل طالب رضائے مصطفیٰ ﷺ۔ حضور ﷺ کے خصائص سے معراج ہے کہ مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک اور وہاں سے ساتویں آسمان اور کرسی و عرش تک بلکہ بالائے عرش رات کے ایک خفیف حصہ میں مع جسم تشریف لے گئے اور وہ قرب حاصل ہوا کہ کسی بشر و مَلک کو کبھی نہ حاصل ہوا، نہ ہوگا اور جمالِ الٰہی بچشم سر دیکھا اور کلام الٰہی بلا واسطہ سنا اور تمام ملکوت السماوات والارض کو بالتفصیل ذرّہ ذرّہ ملاحظہ فرمایا۔

حضور ﷺ کی شفاعت: قیامت کے دن مرتبۂ شفاعتِ کبریٰ حضور ﷺ کے خصائص سے ہے کہ جب تک حضور فتحِ بابِ شفاعت نہ فرمائیں گے کسی کو مجالِ شفاعت نہ ہوگی بلکہ حقیقۃً جتنے شفاعت کرنے والے ہیں حضور کے دربار میں شفاعت لائیں گے اور اللہ عزوجل کے حضور مخلوقات میں صرف حضور شفیع ہیں اور یہ شفاعت کبریٰ مومن، کافر، مطیع، عاصی سب کے لئے ہے کہ وہ انتظار حساب جو سخت جانگداز ہوگا جس کے لئے لوگ تمنائیں کریں کہ کاش جہنم میں پھینک دئے جاتے اور اس انتظار سے نجات پاتے، اس بلا سے چھٹکارا کفار کو بھی حضور کی بدولت ملے گا جس پر اولین و آخرین، موافقین ومخالفین، مومنین وکافرین سب حضور ﷺ کی حمد کریں گے۔ اسی کا نام مقامِ محمود ہے۔ یہ بات ذہن نشیں ہو کہ منصب شفاعت حضور ﷺ کو دیا جا چکا، آپ خود ہی ارشاد فرماتے ہیں "اُعْطِیْتُ الشَّفَاعَۃَ" مجھے مرتبۂ شفاعت عطا کیا جا چکا ہے۔

حضور ﷺ کا اختیار: حضور اقدس ﷺ اللہ عزوجل کے نائب مطلق ہیں، تمام جہان حضور کے تحت تصرف کر دیا گیا، جو چاہیں کریں، جسے جو چاہیں دیں، جس سے جو چاہیں واپس لیں۔ تمام جہان میں ان کے حکم کا پھیرنے والا کوئی نہیں، تمام جہان ان کا محکوم ہے اور وہ اپنے رب کے سوا کسی کے محکوم نہیں۔ تمام آدمیوں کے مالک ہیں، جو انہیں اپنا مالک نہ جانے، حلاوتِ ایمان سے محروم ہے۔ تمام زمین ان کی ملکیت ہے، تمام جنت ان کی جاگیر ہے، ملکوت السماوات والارض حضور کے زیر فرمان، جنت ونار کی کنجیاں دستِ اقدس میں دے دی گئیں، رزق وخیر اور ہر قسم کی عطائیں حضور ہی کے دربار سے تقسیم ہوتی ہیں، دنیا وآخرت حضور کی عطا کا ایک حصہ ہے، احکامِ تشریعیہ حضور کے قبضہ میں کر دئے گئے کہ جس پر جو چاہیں حرام فرما دیں اور جس کے لئے جو چاہیں حلال کر دیں اور جو فرض چاہیں معاف فرما دیں۔ (بہارِ شریعت، حصہ اول)

ختم نبوت: اللہ عزوجل نے قرآنِ مقدس میں ارشاد فرمایا: **مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَ لٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ؕ وَ کَانَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا ○** محمد تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔ (احزاب: ۴۰)

اس آیت میں اللہ عزوجل نے اپنے محبوب مکرم ﷺ کا اسم گرامی لے کر فرمایا کہ محمد (فداہ ابی وامی) اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور خاتم النبیین ہیں یعنی انبیا کے سلسلہ کو ختم کرنے والے ہیں۔ جب مولا کریم جو "بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْم" ہے اس نے فرمایا کہ محمد مصطفیٰ نبیوں کو ختم کرنے والے آخری نبی ہیں تو حضور کے بعد جس نے کسی کو نبی مانا اس نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تکذیب کی اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے کسی ارشاد کو جھٹلاتا ہے وہ مسلمان نہیں رہ سکتا۔ اسی لئے ساری امتِ محمدیہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضور ﷺ خاتم النبیین ہیں یعنی اللہ عزوجل نے سلسلۂ نبوت حضور ﷺ پر ختم کر دیا کہ حضور کے زمانے میں یا بعد کوئی نیا نبی نہیں ہو سکتا۔ جو شخص حضور ﷺ کے زمانے میں یا حضور ﷺ کے بعد کسی کو نبوت ملنا مانے یا جائز جانے کافر ہے۔ بہر حال حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ وصف "ختم نبوت" باتفاقِ امت دین کے بنیادی عقائد میں سے ایک عقیدہ ہے۔ لہٰذا جو کوئی اس کا منکر ہوگا وہ واجب القتل ہوگا۔ اس کی نظیر خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قائم فرمائی کہ آپ نے مسیلمہ کذاب اور اس کے ماننے والے مرتدین کا قتل عام کرایا تاکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ناموسِ رسالت محفوظ ہو جائے۔

☆☆☆☆☆

امت پر حضور ﷺ کے حقوق

میرے پیارے آقا ﷺ کے پیارے دیوانو! تاریخ کا مطالعہ کریں تو اس بات کا اندازہ ہوگا کہ اللہ کے پیارے رسول ﷺ نے ہم گنہ گاروں کے لئے کتنی مشقتیں برداشت کیں ہیں۔ جب آپ نے فاران کی چوٹی سے کلمۂ حق کا اعلان فرمایا تو وہی عرب جو آج تک آپ کو امین و صادق کے نام سے یاد کرتے تھے اور کچھ لمحہ پہلے ہی انہوں نے آپ کی ہر بات کی تصدیق کرنے کا دعویٰ کیا تھا وہی اہل مکہ آپ کو گالیاں دینے لگے اور اس دن کے بعد جیسے انہوں نے آپ کو تکلیف پہنچانا اپنا شیوہ سمجھ لیا تھا۔ آپ کے راستوں میں کانٹے بچھائے جاتے، آپ حالتِ سجدہ میں ہوتے تو آپ کی پشت مبارک پر اوجھڑی رکھ دی جاتی۔ طائف میں جب آپ نے دعوتِ حق پیش کیا تو آپ پر سنگ باری کی گئی جس سے آپ کے قدمہائے مبارک لہو لہان ہو گئے۔

مگر سرکار دو عالم ﷺ نے ان سب مصیبتوں کو برداشت کرتے ہوئے اقوامِ عالم کو راہِ حق کی دعوت پیش کرتے رہے، انہیں ایک معبودِ برحق کی عبادت کی طرف بلاتے رہے، انہیں دینِ حنیف، دینِ ابراہیم، دینِ اسلام کی پیروی کرنے کی تاکید کرتے رہے۔ آج ہمیں جو ایمان کی دولت میسر آئی، خدا کی معرفت حاصل ہوئی، معبودِ برحق کی عبادت کا سلیقہ ملا، راہِ حق کا پتہ ملا، زندگی گزارنے کے قواعد و ضوابط ملے، قرآن ملا، قرآن کے احکام کو سمجھنے کا سلیقہ ملا، اللہ کے اوامر و نواہی کا پتہ چلا، حلال و حرام کی تمیز سمجھ میں آئی، ہمیں آج جو زندگی ملی، لذتِ بندگی ملی حتّٰی کہ ہماری ہر ہر سانس پر سرکارِ دو عالم ﷺ کا احسان ہے کیوں کہ آپ ہی کے صدقہ و طفیل دنیا و مافیہا کی تخلیق ہوئی ہے۔

جب اس قدر ہم پر آپ کے احسانات ہیں تو ہم امت پر بھی آپ کے کچھ حقوق ہوں گے۔ ان حقوق کو حضرت علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے شفا شریف میں بہت ہی مفصل طور پر بیان فرمایا۔ ہم مختصراً تحریر کر رہے ہیں۔ امت پر حضور ﷺ کے آٹھ حقوق ہیں۔

ایمان بالرسول: حضور رحمت عالم ﷺ کی نبوت و رسالت اور جو کچھ آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے ہیں ان تمام پر ایمان لانا اور دل سے انہیں سچا ماننا ہر امتی پر فرض عین ہے۔ رسول پر ایمان لائے بغیر کوئی شخص ہرگز مسلمان نہیں ہوسکتا۔ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے "وَ مَنۡ لَّمۡ یُؤۡمِنۡ بِاللّٰہِ وَ رَسُوۡلِہٖ فَاِنَّاۤ اَعۡتَدۡنَا لِلۡکٰفِرِیۡنَ سَعِیۡرًا" جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہ لایا تو یقیناً ہم نے کافروں کے لئے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے۔ (سورۂ فتح)

اس آیت میں اس بات کی مکمل طور پر وضاحت ہے کہ جو لوگ رسول کی رسالت پر ایمان نہیں لائیں گے وہ اگرچہ پوری زندگی خدا کی توحید کا اقرار کرتے رہیں مگر وہ کافر اور جہنمی ہی رہیں گے اس لئے کہ بغیر ایمان بالرسالت کے ایمان بالتوحید معتبر ہی نہیں۔

اتباعِ سنت: حضور رحمت عالم ﷺ کی پیروی اور آپ کی سنتوں کو اپنانا ہر امتی کی ذمہ داری اور فریضہ ہے کیوں کہ سرکار رحمت عالم ﷺ کی سنتوں پر عمل دارین میں فلاح و نجات کا سبب ہے۔ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا "قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ وَ یَغۡفِرۡ لَکُمۡ ذُنُوۡبَکُمۡ وَ اللّٰہُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ" اے محبوب! تم فرما دو کہ لوگو! اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (آلِ عمران: ۳۱)

اس آیت میں سرکار دو عالم ﷺ کی اتباع و پیروی کو محبت خداوندی کی دلیل قرار دی گئی ہے، گویا اتباعِ رسول کے بغیر اگر کوئی شخص محبت خدا کا دعویٰ کرے تو وہ اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے۔ اسی طرح دوسرے مقام پر فرمایا گیا "لَقَدۡ کَانَ لَکُمۡ فِیۡ رَسُوۡلِ اللّٰہِ اُسۡوَۃٌ حَسَنَۃٌ لِّمَنۡ کَانَ یَرۡجُوا اللّٰہَ وَ الۡیَوۡمَ الۡاٰخِرَ" بے شک تمہیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے اس کے لئے کہ اللہ اور پچھلے دن کی امید رکھتا ہو۔ (سورۂ الاحزاب: ۲۱)

مذکورہ آیت میں سنتِ رسول ﷺ پر عمل کرنے کو ان لوگوں کے لئے بہترین راہ بتائی گئی جو اللہ کی بارگاہ کا قرب چاہتے ہیں اور آخرت کے دن کامیابی چاہتے ہیں۔ چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ جو لوگ جس قدر سنتِ رسول کے پابند رہے وہ لوگ دنیا و آخرت میں اسی قدر

کامیاب وکامران رہے۔

صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کون نہیں جانتا؟ آپ جیسا کامیاب وکامران انسان مل ہی نہیں سکتا۔آپ کو یہ کامیابی وکامرانی فقط اتباعِ سنتِ رسول کی بنیاد پر میسر آئی۔آپ اس قدر سنت رسول کی پیروی کیا کرتے کہ آپ کی زندگی کا ہر لمحہ محبوب کی اداؤں کے سانچے میں ڈھلا ہوا ہوتا۔آپ کی اتباعِ سنت کی ایک مثال جو بخاری شریف میں مذکور ہے ملاحظہ کریں اور اندازہ لگائیں کہ آپ کس قدر متبع سنت تھے۔

صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی وفات سے صرف چند گھنٹے پہلے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دریافت کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے کفن مبارک میں کتنے کپڑے تھے اور آپ کی وفات کس دن ہوئی؟ اس سوال کی وجہ یہ تھی کہ آپ کی یہ انتہائی تمنا تھی کہ زندگی کے تمام لمحات میں تو میں نے اپنے تمام معاملات میں حضور اکرم ﷺ کی مبارک سنتوں کی مکمل طور پر اتباع کی ہے، مرنے کے بعد کفن اور وفات کے دن بھی مجھے آپ کی اتباعِ سنت نصیب ہو جائے۔

اطاعتِ رسول ﷺ: نبی اکرم ﷺ کا حکم ماننا آپ کی اطاعت ہے۔اطاعتِ رسول ﷺ بھی ہر امتی کے لئے لازم وضروری ہے۔حضور نبی اکرم ﷺ جس بات کا حکم فرمادیں بال کے کروڑویں حصے کے برابر بھی اس کی خلاف ورزی کا تصور نہ کریں کیوں کہ آپ کی اطاعت اور آپ کے احکام کے آگے سرِ تسلیم خم کر دینا ہر امتی پر فرض عین ہے۔اطاعتِ رسول کا حکم فرماتے ہوئے قرآن مقدس میں اللہ عزوجل نے فرمایا ’’یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ‘‘ اے ایمان والو! حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا۔ (سورۂ نسا:۵۸)

دوسرے مقام پر ارشاد ہوا ’’وَ مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ‘‘ جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اس نے اللہ کا حکم مانا۔ (سورۂ نسا:۷۹)

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا ’’وَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓىٕكَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَ الصِّدِّیْقِیْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِیْنَ وَ حَسُنَ

اُولٰٓىٕكَ رَفِیْقًا‘‘ اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے تو اسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیا اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔ (سورۂ نسا:۶۹)

قرآن مقدس کی مذکورہ بالا آیتوں میں اس بات کی مکمل طور پر وضاحت ہے کہ اطاعتِ رسول کے بغیر ایمان کا تصور کیا ہی نہیں کیا جا سکتا اور اطاعتِ رسول کرنے والوں ہی کے لئے ایسے ایسے بلند درجات ہیں کہ وہ حضرات انبیا وصدیقین اور شہدا وصالحین کے ساتھ رہیں گے۔اس بات کی مزید وضاحت اس حدیث سے ہوتی ہے جیسا کہ سرکارِ دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا ’’لَا یُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى یَكُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِّمَا جِئْتُ بِهٖ‘‘ تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن کامل نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کا دل میرے لائے ہوئے فرامین کا فرمانبردار نہ ہو جائے۔ (بخاری شریف)

صحابۂ کرام کس طرح اطاعتِ رسول کیا کرتے تھے اس کا اندازہ حضرتِ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس روایت سے ہو جائے گا۔آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ سونے کی انگوٹھی پہنے ہوئے ہے۔آپ نے اس کے ہاتھ سے انگوٹھی نکال کر پھینک دی اور فرمایا کہ کیا تم میں سے کوئی چاہتا ہے کہ آگ کے انگارہ کو اپنے ہاتھ میں ڈالے؟ حضور ﷺ کے تشریف لے جانے کے بعد لوگوں نے اس شخص سے کہا کہ تو اپنی انگوٹھی کو اٹھا لے (اور اس کو بیچ کر) اس سے نفع اٹھا تو اس نے جواب دیا کہ خدا کی قسم جب رسول اللہ ﷺ نے اس انگوٹھی کو پھینک دیا تو اب میں اس انگوٹھی کو کبھی بھی نہیں اٹھا سکتا۔ (مشکوٰۃ شریف)

محبت رسول ﷺ: امتی کا یہ بھی فریضہ ہے کہ نبی اکرم نورِ مجسم کی محبت اس کے دل میں سارے جہاں سے بڑھ کر ہو اور دنیا کی محبوب چیزیں اپنے نبی کی محبت پر قربان کردے۔محبت رسول کے حوالے سے قرآنِ مقدس فرما رہا ہے ’’قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِیْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَاۤ اَحَبَّ اِلَیْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِیْ سَبِیْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى یَاْتِیَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَ اللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ‘‘ تم فرماؤ اگر تمہارے باپ اور

تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا کنبہ اور تمہاری کمائی کے مال اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے پسندیدہ مکان یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو راستہ دیکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا۔ (سورۂ توبہ:۲۴)

اس آیت میں اس بات کی صراحت ہے کہ محبت رسول اسی طرح فرض ہے جس طرح محبت خدا فرض ہے، حتیٰ کہ دنیا کی کسی چیز کی محبت ایک مومن کے دل میں اللہ اور اس کے رسول کی محبت سے زیادہ نہیں ہونی چاہئے۔ اس کی مزید وضاحت اس حدیث سے ہو جاتی ہے۔ سرورِ کونین ﷺ نے ارشاد فرمایا ''لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَ النَّاسِ اَجْمَعِیْنَ'' تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن کامل نہیں ہو سکتا جب تک کہ میری محبت اس کے دل میں اس کے باپ، اس کے بیٹے اور تمام لوگوں کی محبت سے زیادہ نہ ہو جائے۔ (بخاری شریف)

آیت اور حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک مومن کے لئے ضروری ہے کہ دنیا کی ساری چیزوں سے بڑھ کر اپنے دل میں خدا اور اس کے رسول ﷺ کی محبت کو جگہ دے کیوں کہ وہی اصل ایمان ہے۔

محمد کی محبت دینِ حق کی شرطِ اول ہے — اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

ہم اگر صحابۂ کرام کی زندگی کا مطالعہ کریں تو ان کے دل میں کس قدر جذبۂ محبت تھا اس کا ہمیں اندازہ ہو جائے گا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غارِ ثور میں اپنی جان کی پروا کئے بغیر سانپ کے سوراخ پر اپنی ایڑی رکھ دی اور جب سانپ نے کاٹنا شروع کیا تو اس خیال سے کہ اگر پیر ہٹاؤں تو نبی کریم ﷺ کی نیند میں خلل واقع ہو جائے گا آپ نے اپنا پیر نہ ہٹایا، آپ نے نبیٔ کریم ﷺ کی ایک آواز پر اپنے گھر کا پورا سامان لا کر آپ کے قدموں میں ڈال دیا اور خود ٹاٹ لپیٹ کر ببول کے کانٹوں کا بٹن بنا لیا۔

اسی طرح حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے محبت رسول میں نماز کی قربانی دے دی مگر عشقِ رسول قربان ہو یہ آپ نے گوارا نہ کیا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔

مولیٰ علی نے واری تری نیند پر نماز — وہ بھی نماز عصر جو اعلیٰ خطر کی ہے
ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں — اصل الاصول بندگی اس تاج ور کی ہے

تعظیم رسول ﷺ: تعظیم رسول ﷺ امتِ مسلمہ کا ایک ایسا فریضہ ہے کہ اس میں اگر ذرہ برابر کوتاہی ہو جائے تو ایمان رخصت ہو جائے گا۔ ہر امتی پر فرض ہے کہ سرورِ عالم ﷺ اور آپ سے تعلق رکھنے والی ساری چیزوں کی تعظیم و تکریم کرے اور ہرگز ہرگز کبھی آپ کی شانِ اقدس میں کوئی ایسا لفظ اپنی زبان سے نہ نکالے جس میں آپ کی توہین ہو ورنہ وہ دائرۂ ایمان سے خارج ہو جائے گا اور اسے خبر تک نہ ہوگی۔

تعظیم رسول ﷺ کا حکم دیتے ہوئے قرآن مقدس میں فرمایا گیا: اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا o لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُ وَ تُسَبِّحُوْهُ بُکْرَةً وَّ اَصِیْلًا o بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناظر اور خوشی اور ڈر سناتا تا کہ اے لوگو! تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح و شام اللہ کی پاکی بولو۔ (سورۂ فتح:۹)

مذکورہ آیت میں غور کریں تو اس بات کا اندازہ ہوگا کہ تعظیم رسول کے لئے اللہ نے کسی وقت کا تعین نہ فرمایا لیکن تسبیح کے لئے صبح و شام کا تعین فرما دیا گو آیت کا خلاصہ یہ ہوگا کہ جہاں تک تم سے ممکن ہو اللہ کی حمد و ثنا کرو اور تسبیح و تہلیل کرو لیکن تعظیم رسول ہر وقت، ہر لحہ، ہر آن ضروری ہے۔ دوسری آیت میں قرآن مقدس تعظیم رسول کا سلیقہ سکھاتے ہوئے فرماتا ہے ''یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ کَجَهْرِ بَعْضِکُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُکُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ'' اے ایمان والو! اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے نبی کی آواز سے اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے عمل اکارت نہ ہو

جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔ (سورۂ حجرات:۲)

اس آیت میں مسلمانوں کو نبی اکرم نورِ مجسم ﷺ کی آواز سے اپنی آواز کو بلند کرنے اور آپ کے سامنے بلند آواز سے گفتگو کرنے سے منع فرمایا گیا اور یہ کہا گیا کہ یہ ایسے اعمال ہیں کہ ان کی وجہ سے انسان کے اعمال برباد ہو جاتے ہیں اور اسے خبر تک نہیں ہوتی۔

ایک آیت میں تو یہاں تک فرمایا گیا کہ تعظیم رسول میں کامیابی کا راز پوشیدہ ہے۔ چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے ”فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَ عَزَّرُوْهُ وَ نَصَرُوْهُ وَ اتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ“ تو وہ جو اس پر ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں اور اسے مدد دیں اور اس نور کی پیروی کریں جو اس کے ساتھ اترا وہی بامراد ہوئے۔ (اعراف:۱۵۷)

مدح رسول ﷺ: سرکارِ دوعالم ﷺ کی مدح وثنا، آپ کے محاسن کا ذکر کرنا اور آپ کے فضائل و کمالات علی الاعلان بیان کرنا بھی ہر امتی پر لازم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مقدس میں فرمایا ”وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ“ اور ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر بلند کر دیا۔ (الم نشرح:۴)

قرآن مقدس میں متعدد مقامات پر سرکارِ دوعالم ﷺ کی مدح وثنا میں آیتیں موجود ہیں جس سے اس بات کا ثبوت بھی ملتا ہے کہ خود اللہ عزوجل نے بھی رسول اکرم نورِ مجسم ﷺ کی مدح وثنا فرمایا ہے۔

یوں تو قرآں ہے ہدایت کی کتاب   پر کسی کا تذکرہ مقصود ہے

دورِ صحابہ میں حضرت حسان بن ثابت، حضرت عبداللہ بن رواحہ اور حضرت کعب بن زہیر وغیرہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سرکارِ دوعالم ﷺ کی مدح وثنا اشعار کی شکل میں کیا کرتے تھے اور خود نبی اکرم ﷺ اسے سماعت فرماتے اور ان حضرات کو انعام واکرام اور دعاؤں سے نوازتے۔ آج ہم بھی اگر نعتِ رسول پڑھیں گے، آپ کے محاسن کا تذکرہ کریں گے تو یقیناً اللہ کے پیارے رسول ﷺ اپنے لمبے لمبے ہاتھوں سے ہمیں بھی انعام واکرام سے نوازیں گے۔

درود شریف: نبی اکرم ﷺ پر درود شریف پڑھنا اور صلوٰۃ وسلام کے گلدستے آپ کی بارگاہ میں پیش کرنا بھی مسلمانوں پر حضور ﷺ کا حق بنتا ہے۔ درود شریف کے حوالے سے حکم فرماتے

ہوئے اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا ”اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِکَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا“ بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے نبی پر اے ایمان والو! ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔ (احزاب:۵۶)

اس آیت میں اللہ عزوجل نے اس بات کا ذکر فرمایا کہ اللہ بھی اپنے نبی پر درود بھیجتا ہے، اس کے فرشتے بھی نبی پر درود بھیجتے ہیں۔ پھر ایمان والو کو یہ حکم فرمارہا ہے کہ تم بھی میرے نبی پر درود وسلام کا نذرانہ پیش کرو۔ پتہ چلا کہ درود شریف پڑھنا کوئی بدعت نہیں بلکہ یہ خود اللہ عزوجل کی سنت ہے۔ فضائل درود وسلام پر بے شمار کتابیں تصنیف کی گئیں، ایک اہم کتاب دلائل الخیرات شریف بھی ہے۔

دلائل الخیرات شریف کا پورا نام ”**دلائل الخیرات و شوارق الانوار فی ذکر الصلوٰۃ علی النبی المختار علیه الصلوٰۃ و السلام**“ ہے، اس کی تالیف کا سبب ایک نہایت ہی ایمان افروز واقعہ ہے۔

حضرت شیخ جزولی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مریدین کے ہمراہ سفر کرتے ہوئے شہر فاس کے ایک گاؤں میں پہنچے، دورانِ سفر ہی نماز ظہر کا وقت ہو گیا۔ پانی کی تلاش میں وقت تنگ ہوتا جا رہا تھا بالآخر ایک کنواں ملا لیکن مشکل یہ پیش آ گئی کہ پانی نکالنے کے لئے ڈول، رسی کچھ نہ تھا۔ آپ پریشان کھڑے سوچ رہے تھے کہ پانی حاصل کرنے کی کیا تدبیر کی جائے کہ اچانک ایک آٹھ نو سال کی بچی کی آواز سنائی دی ”آپ کون ہیں اور اس قدر کیوں پریشان ہیں؟“ فرمایا میں شیخ جزولی ہوں، سخت پریشان ہوں نماز کا وقت تنگ ہو رہا ہے، سب کو وضو کرنا ہے، بیٹی! ہماری مدد کرو اور ڈول اور رسی لادو تاکہ ہم پانی نکال کر وضو کر لیں۔ بچی دوڑی ہوئی قریب آئی، بولی آپ تو بہت بڑے شیخ اور اللہ کے ولی ہیں، میں نے آپ کی نیکیوں کا بہت چرچا سنا ہے۔ حیرت ہے کہ ایک معمولی ضرورت آپ پوری نہیں کر پارہے ہیں۔ بچی کنویں کے قریب گئی وراس میں تھوک دیا۔ آناً فاناً کنواں چشمہ بن گیا، پانی اوپر تک آکر بہنے لگا۔ حضرت شیخ پسینہ میں شرابور ہو گئے، غلام انگشت بدنداں رہ گئے، جیسے تیسے سب نے اپنے آپ کو سنبھالا۔ شیخ نے بچی کو اللہ کا

واسطہ دیتے ہوئے کہا تھوڑی دیر یہاں ٹھہرو ہم نماز پڑھ لیں پھر تم سے کچھ بات کرنی ہے۔ سب نے وضو کیا، نماز پڑھی، خوب پانی سے سیراب ہوئے۔

فارغ ہو کر حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ بچی کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے بیٹی! اللہ تمہیں جزائے خیر دے کہ تم نے نماز قضا ہونے کے گناہ سے ہمیں بچا کر ہم پر بڑا احسان کیا ہے۔ میں تمہیں اللہ اور رسول کا واسطہ دیتا ہوں کہ تم مجھے یہ بتا دو کہ اس عمر میں تمہیں یہ بلند مرتبہ و مقام کس عمل سے حاصل ہوا؟ بچی شرمندہ ہو کر بولی: ایسا نہ کہئے میرے پاس تو کوئی مرتبہ ہے نہ مقام، میں تو بکریاں چرانے والی ایک دیہاتی لڑکی ہوں، ہاں یہ صدقہ اس آقا ﷺ پر بکثرت درود شریف پڑھنے کا ہے جس کے دامن رحمت میں صرف انسانوں ہی کو نہیں وحشی جانوروں کو بھی پناہ نصیب ہوتی ہے۔ میں سارا دن بکریاں چراتے ہوئے اپنے اسی آقا ﷺ پر درود شریف پڑھتی رہتی ہوں۔ انہوں نے بھی ایک موقع پر کنویں میں لعابِ مبارک ڈال کر اس سے اپنے غلاموں کو سیراب کیا تھا میں نے انہیں کی سنت پر عمل کیا اور ان ہی کے دریائے رحمت سے آپ سب سیراب ہوئے ہیں۔

حضرت شیخ جزولی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی واقعہ سے متاثر ہو کر اپنے مجرب درود شریف کتابی شکل میں جمع کرنے کا فیصلہ کیا اور دلائل الخیرات شریف کی صورت میں ہمیں یہ خزانہ بخشا۔ آپ نے اس بچی کا بتایا ہوا درود شریف بھی اسی کتاب کے ساتویں جز میں شامل کیا ہے، اسے صلوٰۃ البیر کہا جاتا ہے۔ مختصر لیکن بے حد مؤثر و مفید ہے "اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً دَائِمَۃً مَّقْبُوْلَۃً تُؤَدِّیْ بِھَا عَنَّا حَقَّہُ الْعَظِیْمَ"

اے اللہ ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ اور آپ کی آل پر ایسا درود بھیج جو ہمیشہ باقی رہے اور مقبول ہو کہ ادا فرما دے تو اس کے سبب ہماری طرف سے اس کے حق عظیم کو۔

ہم ذیل میں کچھ اور الفاظ درود نقل کرتے ہیں تا کہ غلامان رسول علیہ الصلوۃ والسلام اپنے آقا پر درود و سلام نچھاور کر کے دارین کی سعادتوں سے بہرہ ور ہو سکیں۔

چند الفاظِ درود مع فضائل

درودِ رضویہ اور اس کے فضائل و فوائد:

صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الاُمِّیِّ وَاٰلِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
صَلٰوۃً وَّسَلَاماً عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ

اس کے چالیس فائدے ہیں جو صحیح اور معتبر حدیثوں سے ثابت ہیں۔ یہاں مشتے نمونہ چند ذکر کئے جاتے ہیں۔ جو شخص رسول اللہ ﷺ سے محبت رکھے گا، جو ان کی عظمت تمام جہان سے زیادہ دل میں رکھے گا، جو ان کی شان گھٹانے والوں سے، ان کے ذکر پاک مٹانے والوں سے دور رہے گا دل سے بیزار ہوگا۔ ایسا کوئی مسلمان اس درود شریف کو پڑھے گا۔ اللہ تعالیٰ تین ہزار نعمتیں اس پر اتارتا رہے گا۔

☆ اس پر دو ہزار بار اپنا سلام بھیجے گا۔
☆ پانچ ہزار نیکیاں اس کے نامۂ اعمال میں لکھ دے گا۔
☆ اس کے پانچ ہزار گناہ معاف فرمائے گا۔
☆ قیامت میں رسول اللہ ﷺ اس سے مصافحہ کریں گے۔
☆ اس کے ماتھے پر یہ لکھ دے گا کہ یہ منافق نہیں۔
☆ اس کے ماتھے پر تحریر فرما دے گا کہ یہ دوزخ سے آزاد ہے۔
☆ اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن شہیدوں کے ساتھ رکھے گا۔
☆ اس کے مال میں ترقی دے گا۔
☆ اس کی اولاد اور اولاد کی اولاد میں برکت دے گا۔
☆ دشمنوں پر غلبہ دے گا۔
☆ دلوں میں اس کی محبت رکھے گا۔
☆ کسی دن خواب میں برکت زیارت اقدس سے مشرف ہوگا۔

☆ ایمان پر خاتمہ ہوگا۔

☆ قیامت میں رسول اللہ ﷺ کی شفاعت اس کے لئے واجب ہوگی۔

☆ اللہ عزوجل اس سے ایسا راضی ہوگا کہ کبھی اس سے ناراض نہ ہوگا۔

اس درود شریف کی تمام سنیوں کے لئے اجازت فرمائی ہے۔ بشرطیکہ بدمذہبوں سے بچیں۔

درود رضویہ پڑھنے کا طریقہ: اس درود مقبول کو اکثر حضرات درود جمعہ بھی کہتے ہیں۔ بعد نماز جمعہ مدینہ منورہ کی جانب منہ کر کے دست بستہ کھڑے ہو کر سو بار پڑھے، بہتر ہے دو چار دس بیس حضرات مل کر پڑھیں۔ یہ ایک درود دس کے برابر ہے اور ہر درود کا ثواب دس گنا ہے گویا جو اس درود کو ایک بار پڑھے۔ سو درود کا ثواب پائے اسی طرح دس افراد مل کر ایک ایک بار پڑھیں تو ہر ایک فرد ایک ہزار کا ثواب پائے ایک ہزار گناہ مٹیں، ایک ہزار نیکیاں ملیں، ایک ہزار بار اس پر رحمت ہو۔ یہ تو صرف ایک بار پڑھنے کا ثمرہ ہے اسی طرح ہر ایک نے سو سو بار پڑھا تو کتنا اجر ملے گا۔

جن حضرات تک یہ چیز پہنچے انہیں چاہیئے کہ اپنے دوست واحباب رشتہ داروں اور نماز جمعہ پڑھنے والے ہمراہیوں کو بھی اس طرف توجہ دلائیں تاکہ درود پڑھنے والوں کی بھی جماعت کثیر ہو جایا کرے کیونکہ جتنے زیادہ افراد شامل ہوں گے ان کا دس گنا ثواب ہر ایک کو ملے گا۔ اور جو توجہ دلائے گا اس کو ان سب کا دس گنا ہو کر اس تنہا کو ثواب ملے گا اور پڑھنے والوں کے ثواب سے کچھ کم نہ ہوگا۔

اس کو یوں سمجھئے کہ دس افراد نے شامل ہو کر ایک ایک بار پڑھا تو ہر ایک کو ایک ہزار کا ثواب ملا۔ اور جس نے دوسروں کو توجہ دلائی اس کو ان سب کا دس گنا ہو کر دس ہزار کا ثواب ملے گا۔ مولیٰ تعالیٰ توفیق بخشے۔ آمین

جب درود ختم کرے تو دعا کے لئے جس طرح ہاتھ اٹھائے جاتے ہیں اٹھا کر دعائے شجرہ منظوم، امام یا کوئی ایک فرد پڑھے اور سب آمین کہیں۔ اس کے بعد فاتحہ پڑھ کر حضور سید

عالم ﷺ وصحابۂ کرام ودیگر بزرگان دین کی روح کو ثواب بخشیں اس کے بعد مناجات منظوم پڑھیں اور اپنے لئے دعا کریں۔ ساتھ میں تمام سنی مسلمانوں کے لئے بھی ایمان پر خاتمہ اور بخشش کی دعا کریں۔

مدینہ منورہ کا رخ یہاں سے مغرب اور شمال کے درمیان پڑتا ہے۔ اس لئے قبلہ سے داہنے ہاتھ ترچھے ہو کر کھڑے ہوں تو آپ کا رُخ مدینہ منورہ کی جانب ہو جائے گا۔

درود شفاء شریف: "اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ طِبِّ الْقُلُوْبِ وَدَوَآئِهَا وَعَافِيَةِ الْاَبْدَانِ وَشِفَآئِهَا وَنُوْرِ الْاَبْصَارِ وَ ضِيَآئِهَا وَعَلٰٓى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلِّمْ"

ترجمہ: "یا اللہ درود بھیج ہمارے سردار حضرت محمد ﷺ پر جو دلوں کے طبیب اور ان کی دوا ہیں اور جسم کی عافیت اور ان کی شفا ہیں اور آنکھوں کا نور ان کی چمک ہیں اور آپ کی آل واصحاب پر درود وسلام بھیج۔" (جواہر البحار ج۳، ص۴۰)

اس درود کو پڑھنے سے جسمانی وروحانی بیماریوں سے شفاء حاصل ہوتی ہے۔

صلوٰۃ حل المشکلات: "اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ قَدْ ضَاقَتْ حِيْلَتِيْ اَدْرِكْنِيْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ" "یا اللہ ہمارے سردار حضرت محمد ﷺ پر درود وسلام اور برکتیں بھیج، یارسول اللہ ﷺ دستگیری کیجئے میرا حیلہ اور کوشش تنگ آچکے ہیں۔"

مفتیٔ دمشق حامد آفندی رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ سخت مشکلات میں گرفتار ہو گئے، وہاں کا وزیر ان کا سخت دشمن ہو گیا، وہ رات کو نہایت درجہ کرب وبلا میں تھے کہ آنکھ لگ گئی، نبیٔ اکرم ﷺ تشریف لائے، تسلی دی اور یہ درود شریف سکھایا کہ جب تو اس کو پڑھے گا، اللہ کریم تیری مشکل حل فرمادے گا، آنکھ کھل گئی، یہ درود شریف پڑھا تو مشکل حل ہو گئی۔

اکابرین ملت نے اکثر مشکلات میں اس کو پڑھا ہے، فتاویٰ شامی کے مؤلف علامہ سید ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ کے ثبت میں اس کی باضابطہ سند موجود ہے۔ (افضل الصلوت ص۱۵۴)

پڑھنے کا طریقہ: اس کے پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ عشاء کی نماز کے بعد تازہ وضو کر کے دو رکعت نماز نفل پڑھے، پہلی رکعت میں الحمد شریف کے بعد سورۂ قل یٰایھا

الکافرون اور دوسری رکعت میں بعد الحمد سورۂ اخلاص پڑھے، فارغ ہوکر قبلہ رو ایسی جگہ بیٹھے جہاں سو جانا ہو اور صدق دل سے توبہ کرتے ہوئے ایک ہزار بار اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الْعَظِیْمَ پڑھے، اس کے بعد دوزانو مؤدبانہ بیٹھ کر یہ تصور باندھ لے کہ رسول کریم ﷺ کے حضور میں حاضر ہوں اور عرض کر رہا ہوں، سو بار، دو سو بار، تین سو بار غرضیکہ پڑھتا جائے جب نیند کا غلبہ ہو تو اسی جگہ دائیں کروٹ پر قبلہ کی طرف منہ کرکے سو جائے۔ جب پچھلی رات جاگے تو پھر اسی جگہ مؤدبانہ بیٹھ کر صبح کی نماز تک درود شریف پڑھتا رہے، پڑھتے وقت اپنی حاجت یا حل مشکلات کا تصور رکھے، ان شاء اللہ تعالیٰ ایک رات میں یا تین راتوں میں مراد بر آئے گی، آخری رات جمعہ کی ہو تو بہتر ہے۔

زیارتِ روضۂ رسول: جس طرح مذکورہ تمام باتیں ایک امتی پر رسول ﷺ کے حقوق ہیں اسی طرح سرکارِ کونین ﷺ کے روضہ کی زیارت کرنا اور آپ کی بارگاہ میں حاضری دینا بھی ایک مسلمان پر رسول ﷺ کا حق ہے۔ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے "وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ جَآءُوْکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰہَ وَ اسْتَغْفَرَ لَھُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا" اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب! تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائیں تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا اور مہربان پائیں۔ (سورۂ نسا:۶۴)

نبی اکرم ﷺ نے بھی اپنے روضے کی زیارت کرنے والوں کے فضائل بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا "مَنْ زَارَ قَبْرِیْ وَجَبَتْ لَہٗ شَفَاعَتِیْ" جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگئی۔ (بیہقی)

دوسرے مقام پر فرمایا "مَنْ زَارَنِیْ بَعْدَ مَمَاتِیْ فَکَاَنَّمَا زَارَنِیْ فِیْ حَیَاتِیْ وَ مَنْ مَّاتَ بِاَحَدِ الْحَرَمَیْنِ بُعِثَ مِنَ الْاٰمِنِیْنَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ" جس نے میری وفات کے بعد میری زیارت کی اس نے گویا میری حیات میں میری زیارت کی اور جو حرمین شریفین میں سے ایک میں مر گیا وہ قیامت کے دن امن والوں کی جماعت میں اٹھایا جائے گا۔ (دارقطنی)

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں "مَنْ حَجَّ الْبَیْتَ وَ لَمْ یَزُرْنِیْ فَقَدْ جَفَانِیْ" جس نے بیت اللہ کا حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے مجھ پر ظلم کیا۔ (کامل ابن عدی)

میرے پیارے آقا ﷺ کے پیارے دیوانو! وہ نبی جو ہماری خاطر رات رات بھر رویا کرتے تھے اور ہماری بخشش کے لئے گریہ وزاری کیا کرتے تھے، وہ نبی جنہوں نے اپنی پاکیزہ حیات کے لمحات امت کی خیر خواہی میں گزار دی، وہ نبی جنہوں نے ہم گنہ گاروں کے لئے کتنے مصائب و آلام برداشت کئے ہم پر بھی ان کے مذکورہ بالا آٹھ حقوق ہیں۔ ہمیں اس بات کی بھرپور کوشش کرنی چاہئے کہ کسی صورت میں ان آٹھوں حقوق میں کسی قسم کی کوتاہی نہ ہونے پائے۔ اللہ عزوجل ہم تمام کو مومن کامل اور عاشقِ صادق رہ کر زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے اور حقوق اللہ، حقوق الرسول اور حقوق العباد کی ادائیگی کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور آخری دم اپنے پیارے حبیب ﷺ کے دیار میں دو گز زمین عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم علیہ افضل الصلوٰۃ و التسلیم

❁❁❁

محسنِ انسانیت ﷺ کا عالم انسانیت کے نام عالمی پیغام

اب آیئے! حجۃ الوداع کے موقع پر اللہ کے رسول ﷺ نے بنی نوع انسانیت کے لئے جو پر مغز اور علم وحکمت سے لبریز مصلحانہ خطاب فرمایا تھا اسے ملاحظہ کریں، آپ کا یہ خطاب در حقیقت ایک بین الاقوامی خطاب تھا۔

اے لوگو! تمہاری جانیں اور تمہارے اموال تم پر عزت وحرمت والے ہیں۔ یہاں تک کہ تم اپنے رب سے ملاقات کرو۔ یہ اس طرح ہے جس طرح تمہارا آج کا دن حرمت والا ہے، جس طرح تمہارا یہ مہینہ حرمت والا ہے اور جس طرح تمہارا یہ شہر حرمت والا ہے۔ بیشک تم اپنے رب سے ملاقات کروگے، وہ تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں پوچھے گا۔

سنو! اللہ کا پیغام میں نے پہنچادیا اور جس شخص کے پاس کسی نے امانت رکھی ہو اس پر لازم ہے کہ وہ اس امانت کو اس کے مالک تک پہنچادے۔ سارا سود معاف ہے لیکن تمہارے لئے اصل زر ہے، نہ تم کسی پر ظلم کرو نہ تم پر کوئی ظلم کرے۔

اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرمادیا ہے کہ کوئی سود نہیں، سب سے پہلے جس ربا کو میں کالعدم کرتا ہوں وہ عباس بن عبد المطلب کا سود ہے یہ سب کا سب معاف ہے، زمانۂ جاہلیت کی ہر چیز کو میں کالعدم قرار دیتا ہوں اور تمام خونوں میں سے جو خون میں معاف کررہا ہوں وہ عبد المطلب کے بیٹے حارث کے بیٹے ربیعہ کا خون ہے جو اس وقت بنو سعد کے ہاں شیر خوار بچہ تھا اور ہذیل قبیلہ نے اس کو قتل کردیا۔

اے لوگو! شیطان اس بات سے مایوس ہوگیا ہے کہ اس زمین میں کبھی اس کی عبادت کی جائے گی، لیکن اسے یہ توقع ہے کہ وہ چھوٹے چھوٹے گناہ کرانے میں کامیاب ہوجائے گا، اس لئے تم اس چھوٹے چھوٹے اعمال سے ہوشیار رہنا۔

پھر فرمایا کہ جس روز اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کو پیدا کیا، سال کو بارہ مہینوں میں تقسیم کیا ان میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں (ذی قعدہ، ذی الحجہ، محرم اور رجب) ان مہینوں

میں جنگ وجدال جائز نہیں۔

کفار اپنے اغراض کے پیش نظر ان مہینوں میں ردو بدل کرلیا کرتے تھے۔

اے لوگو! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو! میں تمہیں عورتوں کے ساتھ بھلائی کی وصیت کرتا ہوں کیوں کہ وہ تمہارے زیردست ہیں، وہ اپنے بارے میں کسی اختیار کی مالک نہیں اور یہ تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے امانت ہیں اور اللہ کے نام کے ساتھ وہ تم پر حلال ہوئی ہیں تمہارے ان کے ذمہ حقوق ہیں اور ان کے تم پر بھی حقوق ہیں، تمہارا ان پر یہ حق ہے کہ وہ تمہارے بستر کی حرمت کو برقرار رکھیں۔

اور ان پر یہ لازم ہے کہ وہ کھلی بے حیائی کا ارتکاب نہ کریں اور اگر ان سے بے حیائی کی کوئی حرکت سرزد ہو پھر اللہ تعالیٰ نے تمہیں اجازت دی ہے کہ تم ان کو اپنی خواب گاہوں سے دور کردو اور انہیں بطور سزا تم مار سکتے ہو، لیکن جو ضرب شدید نہ ہو اور اگر وہ باز آجائیں تو پھر تم پر لازم ہے کہ تم ان کے خورد ونوش اور لباس کا عمدگی سے انتظام کرو۔

بیشک میں نے اللہ کا پیغام تم کو پہنچادیا ہے اور میں تم میں ایسی دو چیزیں چھوڑ کر جارہا ہوں کہ اگر تم ان کو مضبوطی سے پکڑے رہوگے تو ہرگز گمراہ نہ ہوگے۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب (قرآن کریم) اور اس کے نبی ﷺ کی سنت۔

اے لوگو! میری بات غور سے سنو اور اس کو سمجھو تمہیں یہ چیز معلوم ہونی چاہئے کہ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور سارے مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں کسی آدمی کے لئے جائز نہیں کہ اپنے بھائی کے مال سے اس کی رضامندی کے بغیر کوئی چیز لے پس تم اپنے آپ پر ظلم نہ کرنا۔

جان لو! کہ دل ان تینوں باتوں پر حسد وعناد نہیں کرتے، کسی عمل کو صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کرنا، حاکم وقت کو از راہ خیر خواہی نصیحت کرنا، مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ شامل رہنا اور بے شک ان کی دعوت ان لوگوں کو بھی گھیرے ہوئے ہے جو ان کے علاوہ ہیں، جس کی

نیت طلب دنیا ہو اللہ تعالیٰ اس کے فقر و افلاس کو اس کی آنکھوں کے سامنے عیاں کر دیتا ہے اور اس کے پیشہ کی آمدنی منتشر ہو جاتی ہے اور نہیں حاصل ہوتا اس کو اس سے مگر اتنا جو اس کی تقدیر میں لکھ دیا گیا ہے اور جس کی نیت آخرت میں کامیابی حاصل کرنا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل کو غنی کر دیتا ہے اور اس کا پیشہ اس کے لئے کافی ہو جاتا ہے اور دنیا اس کے پاس آتی ہے اس حال میں وہ اپنا ناک گھسیٹ کر آتی ہے۔

اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم کرے جس نے میری بات کو سنا اور دوسروں تک پہنچایا۔ بسا اوقات وہ آدمی جو فقہ کا جاننے والا ہے وہ خود فقیہ نہیں ہوتا اور بسا اوقات حامل فقہ کسی ایسے شخص کو بات پہنچاتا ہے جو اس سے زیادہ فقیہ ہوتا ہے۔

تمہارے غلام، تمہارے غلام جو تم خود کھاتے ہو ان سے ان کو کھلاؤ جو تم خود پہنتے ہو ان سے ان کو پہناؤ، اگر ان سے کوئی ایسی غلطی ہو جائے جس کو تم معاف کرنا پسند نہیں کرتے تو ان کو فروخت کر دو۔

اے اللہ کے بندو! ان کو سزا نہ دو، میں پڑوسی کے بارے میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں (یہ جملہ سرکار دو عالم ﷺ نے اتنی بار دہرایا کہ ہمیں یہ اندیشہ لاحق ہو گیا کہ حضور ﷺ پڑوسی کو وارث نہ بنا دیں)

اے لوگو! اللہ نے ہر حقدار کو اس کا حق دے دیا ہے، اس لئے کسی شخص کے لئے جائز نہیں کہ اپنے کسی وارث کے لئے وصیت کرے، بیٹا بستر والے کا ہوتا ہے یعنی خاوند کا اور بدکار کے لئے پتھر، جو شخص اپنے آپ کو اپنے باپ کے بغیر کسی طرف منسوب کرتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور سارے لوگوں کی لعنت ہو۔

نہ قبول کرے گا اللہ تعالیٰ اس سے کوئی بدلہ اور کوئی مال، جو چیز کسی سے مانگ لو اسے واپس کرو، عطیہ ضرور واپس ہونا چاہئے اور قرضہ لازمی طور پر اسے ادا کرنا چاہئے اور جو ضامن ہو اس پر اس کی ضمانت ضروری ہے۔

تم سے میرے بارے میں دریافت کیا جائے گا، تم کیا جواب دو گے؟ انہوں نے کہا ہم گواہی دیں گے کہ آپ نے اللہ کا پیغام پہنچایا، اس کو ادا کیا اور خلوص کی حد کر دی۔

میرے پیارے آقا ﷺ کے پیارے دیوانو! ۹/ذی الحجہ ۱۰ھ کو میدانِ عرفات میں اللہ کے رسول ﷺ کا بیان فرمودہ یہ وہ عظیم خطبہ ہے جس میں آپ نے انسانوں کے تقریباً تمام اہم حقوق و فرائض کا ذکر فرمایا۔ یہ وہ مقدس خطبہ ہے جس میں آپ نے انسانوں کے معاشرتی، معاشی، تعلیمی، اقتصادی ترقیوں کی جانب رہنمائی فرمائی۔ ہر بری اور غلط رسم اور مہلک عادات و اعمال کی سخت مذمت فرمائی۔ اس خطبہ کو بار بار پڑھیں اور اپنی اور اپنے معاشر کی اصلاح و سدھار کی فکر کریں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہم سب کو اپنے حبیب ﷺ کے فرامین و ارشادات پر استقامت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

آئینۂ سیرتِ مصطفےٰ ﷺ

والد: حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

والدہ: حضرت آمنہ بنتِ وہب رضی اللہ تعالیٰ عنھا

ولادت پاک: حضور رحمت عالم ﷺ کی ولادت مشہور قول کے مطابق واقعۂ اصحاب فیل کے ۵۵/روز بعد ۱۲/ربیع الاول مطابق ۲۰/اپریل ۵۷۱ء کو بروز پیر مکہ مکرمہ میں صبح صادق کے وقت ہوئی۔

نسب شریف: سیدنا محمد بن عبد اللہ بن عبد المُطّلِب بن ھاشم بن عبد مُناف بن قُصی بن کِلاب بن مُرّۃ بن کَعب بن لُوَیّ بن غالب بن فِہر بن مَالک بن نَضربن کِنَانہ بن خُزَیمہ بن مُدرِکہ بن اِلیَاس بن مُضَر بن نَزار بن مُعِد بن عَدنَان۔

حیات مصطفےٰ ﷺ کے چند اہم واقعات ایک نظر میں

نمبر شمار	اہم واقعات	تاریخ
۱	حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات	ولادت مصطفےٰ ﷺ سے ۶ /ماہ قبل بنوعدی بن نجار میں
۲	حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات	حضور ﷺ کی عمر مبارک جب ۶/سال کی ہوئی۔
۳	حضرت عبدالمطلب کی وفات	عمر مبارک جب ۸/سال ہوئی۔
۴	شام کا پہلا سفر	۱۲/سال کی عمر میں۔
۵	جنگ فجار میں شرکت	۱۴/سال کی عمر میں۔
۶	حلف الفضول	حربِ فجار سے واپسی کے بعد۔
۷	شام کا دوسرا سفر	۲۵/سال کی عمر میں۔
۸	اہل مکہ نے آپ کو صادق وامین کا لقب دیا	۲۵/سال کی عمر شریف کے بعد۔
۹	نسطورا راہب کا واقعہ	شہر بصرہ میں شام کے دوسرے سفر میں۔
۱۰	حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح	۲۵/سال کی عمر شریف میں۔
۱۱	تعمیر کعبہ کے موقع پر حجر اسود کا مسئلہ	۳۵/سال کی عمر میں۔

نمبر شمار	اہم واقعات	تاریخ
۱۲	غار حرا میں صبح وشام عبادت	۳۷/سال کی عمر شریف میں۔
۱۳	بعثت اور وحی کی ابتدا	۴۰/سال کی عمر شریف میں۔
۱۴	تبلیغ اسلام کی ابتدا	۱ سنہ اعلانِ نبوت میں بعد نزول آیات سورۂ مدثر۔
۱۵	خفیہ دعوت اسلام	۱ سنہ تا ۳ سنہ اعلانِ نبوت۔
۱۶	اعلانیہ تبلیغ کی ابتدا	۴ سنہ اعلان نبوت۔
۱۷	ہجرت حبشہ کا حکم	۵ سنہ اعلان نبوت
۱۸	امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایمان لانا	۶ سنہ اعلان نبوت
۱۹	فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایمان لانا	۶ سنہ اعلان نبوت
۲۰	شعب ابی طالب میں محصوری	۷ سنہ تا ۱۰ سنہ اعلان نبوت
۲۱	مشفق چچا ابوطالب کا انتقال	۱۰ سنہ اعلان نبوت
۲۲	حضرت خدیجۃ الکبریٰ کا انتقال	۱۰ سنہ اعلان نبوت
۲۳	طائف میں تبلیغ اسلام	۱۰ سنہ اعلان نبوت
۲۴	معراج مصطفےٰ ﷺ	۱۰ سنہ اعلان نبوت
۲۵	پنج وقتہ نمازوں کی فرضیت	۱۰ سنہ اعلان نبوت (سفرِ معراج میں)
۲۶	پہلی بیعتِ عقبہ	۱۲ سنہ اعلان نبوت
۲۷	دوسری بیعتِ عقبہ	۱۳ سنہ اعلان نبوت
۲۸	مکہ سے ہجرتِ مصطفےٰ ﷺ	۲۷/صفر المظفر ۱۳ سنہ اعلان نبوت
۲۹	غار ثور سے روانگی	بروز پیر ۱/ربیع الاول ۱۳ سنہ اعلان نبوت
۳۰	قبا میں آمد	بروز پیر ۸/ربیع الاول ۱۳ سنہ اعلان نبوت
۳۱	سب سے پہلا جمعہ	بنوسالم میں ۱۲/ربیع الاول ۱۳ سنہ اعلان نبوت
۳۲	مدینہ منورہ میں آمد	بروز جمعہ ۱۲/ربیع الاول ۱۳ سنہ اعلان نبوت ۲۳ ستمبر ۶۲۲ سنہء
۳۳	تعمیر مسجد نبوی	۱ سنہ ھ
۳۴	اذان کی ابتدا	۱ سنہ ھ
۳۵	عقد مواخات	مسجد نبوی کی تعمیر کے وقت ۱ سنہ ھ

نمبر	واقعہ	تاریخ
۳۶	حضرت سلمان فارسی مسلمان ہوئے	۱ھ
۳۷	روزوں اور زکوٰۃ کی فرضیت کا حکم	رمضان ۲ھ
۳۸	عیدگاہ میں پہلی نماز عید الفطر کی ادائیگی	شوال ۲ھ
۳۹	جہاد کی اجازت	۱۲/صفر المظفر ۲ھ
۴۰	غزوۂ بدر	۱۷/رمضان شریف ۲ھ
۴۱	تحویل قبلہ	۲ھ
۴۲	صدقۂ فطر کا حکم	۲ھ
۴۳	قصاص ودیت کے قوانین کا نفاذ	۲ھ
۴۴	غزوۂ احد	شوال المکرّم ۳ھ
۴۵	احکام وقوانین میراث	۳ھ
۴۶	مشرک عورتوں سے نکاح کی حرمت	۳ھ
۴۷	بیر معونہ کا واقعہ	صفر المظفر ۴ھ
۴۸	حرمت شراب کا حکم	۴ھ یا ۶ھ
۴۹	غزوۂ بدر الصغریٰ	۴ھ
۵۰	حجاب کی فرضیت	۵ھ
۵۱	غزوۂ خندق	ذوالقعدہ ۵ھ
۵۲	زنا کی تہمت اور لعان وظہار کے احکام	۵ھ
۵۳	آیت تیمّم کا نزول	۵ھ
۵۴	واقعۂ افک	۵ھ
۵۵	غزوۂ حدیبیہ	ذوالقعدہ ۶ھ
۵۶	بیعت رضوان	ذوالقعدہ ۶ھ
۵۷	فرضیت حج کا حکم	۶ھ
۵۸	سلاطین عالم کو اسلام کی دعوت	محرم الحرام ۷ھ
۵۹	غزوۂ خیبر	محرم الحرام ۷ھ

نمبر	واقعہ	تاریخ
۶۰	حرمت متعہ کا حکم	بموقع غزوۂ خیبر ۷ھ
۶۱	فتح مکہ	رمضان المبارک ۸ھ
۶۲	غزوۂ حنین	شوال المکرّم ۸ھ
۶۳	چوری پر قطع ید کی سزا	۸ھ
۶۴	شراب نوشی، جوابازی کی حرمت کا قطعی حکم	۸ھ
۶۵	غزوۂ تبوک	ماہ رجب المرجب ۹ھ
۶۶	سود کی حرمت کا حکم	۹ھ
۶۷	حجۃ الوداع	۱۰ھ
۶۸	مرض وصال کا آغاز	بروز دوشنبہ ۲۹/محرم الحرام ۱۱ھ
۶۹	وصال حبیب خدا ﷺ	بروز پیر ۱۲/ربیع الاول ۱۱ھ
۷۰	تکفین وتدفین	بروز بدھ ۱۴/ربیع الاول ۱۱ھ

حضور ﷺ کے خطوط سلاطینِ عالم کے نام (محرم ۷ھ)

نمبر شمار	قاصدِ رسول اللہ ﷺ	نامِ حکمران	ملک کا نام
۱	عمرو بن امیّہ ضمری	نجاشی	حبشہ
۲	حضرتِ دحیہ بن خلیفہ کلبی	ہرقل	روم
۳	حضرتِ عبداللہ بن حزافہ	خسرو پرویز بن ہرمز	ایران
۴	حضرتِ حاطب بن ابی بلتعہ	مقوقس	مصر
۵	حضرت سلیط بن عمرو عامری	ہوزہ بن علی حنفی	یمامہ
۶	حضرت شجاع بن وہب	حارث بن ابی شمر غسّانی	دمشق
۷	حضرتِ علاء بن حضرمی	منذر بن ساوی	بحرین
۸	حضرتِ عمرو بن عاص	جیفر بن جلندی بن عامر	عمان

اولادِ حبیبِ خدا ﷺ

نمبر شمار	اسمِ زوجہ مطہرہ	اسمِ فرزند/صاحبزادی	ولادت	وفات
۱	حضرتِ خدیجۃ الکبریٰ	حضرتِ قاسم	قبلِ اعلانِ نبوت	بچپن ہی میں
	// //	حضرتِ زینب	قبلِ اعلانِ نبوت	۸ھ
	// //	حضرتِ رقیہ	قبلِ اعلانِ نبوت	۲ھ
	// //	حضرتِ عبداللہ	قبلِ اعلانِ نبوت	بچپن ہی میں
	// //	حضرتِ ام کلثوم	قبلِ اعلانِ نبوت	شعبان ۹ھ
	// //	حضرتِ فاطمہ	قبل یا بعد اعلانِ نبوت	۳/رمضان ۱۱ھ
۲	حضرتِ ماریہ قبطیہ	حضرتِ ابراہیم	ذوالحجہ ۸ھ	ربیع الاول ۱۰ھ

نوٹ: حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور رحمتِ عالم ﷺ کی باندی تھیں۔

حضور رحمۃ للعٰلمین ﷺ کی ازواجِ مطہرات

نمبر شمار	زوجۂ مطہرہ	سالِ نکاح	عمرِ نبی اکرم ﷺ	عمرِ زوجہ	معیتِ مصطفےٰ ﷺ	سنِ وصال	کل عمر	مزار	کیفیت بوقت نکاح
۱	حضرت خدیجہ	۲۵ سنہ ولادت	۲۵ سال	۴۰ سال	تقریباً ۲۵ سال	رمضان ۱۰ سنہ اعلان نبوت	۶۵ سال	مکہ معظمہ	ان کی دو شادیاں پہلے ہو چکی تھیں
۲	حضرت سودہ	۱۰ سنہ اعلان نبوت	۵۰ سال	۵۰ سال	۱۴ سال	۲۳ھ یا شوال ۵۴ھ	۱۰۶/۷۶ سال	مدینہ منورہ	بیوہ تھیں
۳	حضرت عائشہ	شوال ۲ھ	۵۴ سال	۹ سال	۹ سال	۱۷ رمضان ۵۷ھ یا ۵۸ھ	۶۴/۶۳ سال	مدینہ منورہ	حضور ﷺ کو سب سے زیادہ محبوب تھیں
۴	حضرت حفصہ	شعبان ۳ھ	۵۵ سال	۲۰ سال	۸ سال	جمادی الاولیٰ ۴۵ھ	۶۰ یا ۶۳ سال	مدینہ منورہ	بیوہ تھیں
۵	حضرت زینب بنت خزیمہ	شعبان ۳ھ	۵۵ سال	۳۰ سال	۳ ماہ	۳ھ	۳۰ سال	مدینہ منورہ	بیوہ تھیں
۶	حضرت ام سلمہ	شوال ۴ھ	۵۶ سال	۲۶ سال	۷ سال	۵۹ھ	۸۰ سال	مدینہ منورہ	بیوہ تھیں
۷	حضرت زینب بنت جحش	۵ھ	۵۷ سال	۳۶ سال	۶ سال	۲۰ھ	۵۱ سال	مدینہ منورہ	مطلقہ تھیں
۸	حضرت جویریہ	شعبان ۵ھ	۵۷ سال	۲۰ سال	۶ سال	ربیع الاول ۵۶ھ	۷۱ سال	مدینہ منورہ	قیدی ہو کر آئی تھیں
۹	حضرت ام حبیبہ	۶ھ	۵۷ سال	۳۶ سال	۶ سال	۴۴ھ	۷۲ سال	مدینہ منورہ	یہ ابوسفیان کی بیٹی تھیں
۱۰	حضرت صفیہ	محرم ۷ھ	۵۹ سال	۱۷ سال	پونے چار سال	۵۰ھ	۶۰ سال	مدینہ منورہ	بیوہ تھیں
۱۱	حضرت میمونہ	۷ھ	۵۹ سال	۳۶ سال	پونے چار سال	۵۱ھ	۸۰ سال	مدینہ منورہ	بیوہ تھیں

غزواتِ مصطفٰے ﷺ

غزوہ کسے کہتے ہیں؟: میرے پیارے آقا ﷺ کے پیارے دیوانو! اصطلاح میں غزوہ اس جہاد کو کہتے ہیں جس میں حضور رحمۃ للعالمین ﷺ بنفسِ نفیس شرکت فرمائے ہوں جنگ ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو اور وہ اسلامی جنگیں جو حضور ﷺ کی ظاہری حیاتِ طیّبہ میں لڑی گئیں لیکن ان میں آپ ﷺ نے شرکت نہ فرمائی ہو بلکہ کسی صحابی کو ان کا امیر بنا کر روانہ فرمایا ہو تو وہ سریہ کہلاتی ہیں۔ غزوہ کی جمع غزوات اور سریہ کی سرایا ہے۔

سرایا اور غزوات دونوں کی تعداد کے بارے میں مؤرخین نے اختلاف کیا ہے۔ غزوات کی سب سے کم تعداد ''انیس'' اور سب سے زیادہ ''ستائیس'' بیان کی گئی ہے جبکہ سرایا کی سب سے کم تعداد ''سینتالیس'' اور زیادہ سے زیادہ ''چھپن'' بتائی گئی ہے۔

نمبر شمار	غزوہ کا نام	تعدادِ مجاہدین	تعداد دشمنانِ اسلام	تاریخ
۱	ابواء	٦٠	قریشی قافلہ	صفر ۲ ھ
۲	بواط	۲۰۰	۱۰۰ (تجارتی قافلہ)	ربیع الاول ۲ ھ
۳	سفوان	۷۰	کُرز فہری اور اس کے ہمنوا	ربیع الاول ۲ ھ
۴	ذی العُشیرہ	۱۵۰	تجارتی کارواں	جمادی الاخریٰ ۲ ھ
۵	بدر الکبریٰ	۳۱۳	۱۰۰۰	۱۷ر رمضان ۲ ھ
٦	بنو قینقاع	متعدد صحابہ کرام	۷۰۰	شوال ۲ ھ
۷	سویق	۲۰۰	۲۰۰	ذی الحجہ ۲ ھ
۸	بنو سلیم	۲۰۰	بنو غطفان و سلیم	محرّم ۳ ھ
۹	غطفان	۴۵۰	بنو ثعلبہ و محارب	ربیع الاول ۳ ھ
۱۰	احد	۱۰۰۰	۳۰۰۰	٦ر شوال، ۳ ھ

۱۱	حمراء الاسد	۵۴۰	۲۹۷۰	۷ر شوال، ۳ ھ
۱۲	بنو نضیر	متعدد صحابۂ کرام	بنو نضیر	ربیع الاول ۴ ھ
۱۳	بدر صغریٰ	۱۵۱۰	۲۰۵۰	ذی قعدہ ۴ ھ
۱۴	ذات الرقاع	۴۰۰	بنو ثعلبہ و انمار	۱۰ر محرّم ۵ ھ
۱۵	دَوْمَۃُ الجَندَل	۱۰۰۰	دَوْمَۃُ الجَندَل کے باشندے	ربیع الاول ۵ ھ
۱٦	مریسیع (بنی مصطلق)	۷۰۰	تقریباً ۸۰۰	۳ر شعبان، ۵ ھ
۱۷	خندق	۳۰۰۰	۱۰۰۰۰	شوال یا ذی قعدہ ۵ ھ
۱۸	بنو قریظہ	متعدد صحابۂ کرام	مذکورہ قبیلہ	ذوالحجہ ۵ ھ
۱۹	بنی لحیان	۲۰۰	مذکورہ قبیلہ	ربیع الاول ٦ ھ
۲۰	ذی قروہ	۵۰۰	بنو غطفان	ربیع الآخر ٦ ھ
۲۱	حدیبیہ	۱۴۰۰	اہلِ مکہ	ذی قعدہ ٦ ھ
۲۲	خیبر	۱٦۰۰	۱۰۰۰۰	محرّم ۷ ھ
۲۳	وادی القریٰ	۱۳۸۲	یہودی باشندے	محرّم ۷ ھ
۲۴	فتحِ مکہ	۱۰۰۰۰	قریش مکہ	رمضان ۸ ھ
۲۵	حنین	۱۲۰۰۰	بنو ہوازن و ثقیف	شوال ۸ ھ
۲٦	طائف	۱۲۰۰۰	بنو ثقیف و ہوازن	شوال ۸ ھ
۲۷	تبوک	۳۰۰۰۰	رومی و عربی	رجب ۹ ھ

عیدِ میلاد کا ثبوت اور منانے کا طریقہ

میرے پیارے آقا ﷺ کے پیارے دیوانو! اللہ عزوجل نے ہم کو بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے۔ جن کو ہم شمار نہیں کر سکتے ، اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا ''وَاِنۡ تَعُدُّوۡا نِعۡمَةَ اللّٰهِ لَا تُحۡصُوۡهَا'' اللہ عزوجل نے جن نعمتوں سے ہمیں نوازا ہے ان کی کئی قسمیں ہیں، کچھ نعمتیں ہر آن ہمارے ساتھ ہوتی ہیں، مثلا سانس کہ ہر سانس میں اللہ عزوجل کی دو نعمتیں ہیں، باہر نکلنے والی سانس اندر نہ جائے تب بھی ہماری زندگی کی آخری سانس ہے اور اگر اندر جانے والی سانس باہر نہ نکل پائے تب بھی وہ ہماری زندگی کی آخری سانس ہوگی۔ لہٰذا ہر سانس پر ہمیں اللہ عزوجل کا دو شکر بجالانا چاہئے۔

اللہ نے ہمیں آنکھ عطا فرمایا، کان عطا فرمایا، زبان دی، قوتِ گویائی بخشی، یہ تمام چیزیں اللہ عزوجل کی نعمت ہیں مگر کسی نعمت کو عطا فرمانے کے بعد اس نے انسانوں پر احسان نہیں جتلایا ہاں! ایک نعمت ایسی ہے کہ جب اس نے ہم کو عطا فرمایا تو ارشاد فرمایا ''لَقَدۡ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ اِذۡ بَعَثَ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡ اَنۡفُسِهِمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيۡهِمۡ وَ يُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَ الۡحِكۡمَةَ وَ اِنۡ كَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ لَفِىۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ'' اللہ کی عطا کردہ تمام نعمتوں میں سب سے عظیم نعمت سرکارِ دوعالم ﷺ کی بعثتِ مبارکہ ہے کیوں کہ دیگر نعمتیں صرف دنیا کی حد تک محدود ہیں مگر سرکارِ دوعالم ﷺ کی بعثت کے فوائد دنیا میں تو حاصل ہوتے ہی ہیں آخرت میں بھی اس کے ثمرات ظاہر ہوں گے۔ (سورۂ آل عمران:۱۶۴)

جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری عظیم نعمت ہے تو دیکھیں کہ پروردگار نعمت کے چرچہ کا حکم دے رہا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے '' وَاَمَّا بِنِعۡمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثۡ'' اور اپنے رب کی نعمتوں کا خوب خوب چرچا کرو۔ عید میلاد النبی دراصل تحدیث نعمت الٰہیہ ہے۔

سرکارِ دوعالم ﷺ نے بھٹکے ہوئے انسانوں کو خدا کی معرفت کرائی، برائیوں کے عمیق غار سے نکال کر قربِ الٰہی کی دولت سے سرفراز فرمایا، ان کے دل سے حسد، بغض، کینہ کی بیماریاں نکال کر محبت الٰہی سے معمور فرمادیا۔ ان کے درمیان رائج طرح طرح کی غلط رسموں کو ختم فرما کر ایک خوبصورت معاشرے کی تشکیل فرمائی اور اتنے عظیم رسول کہ اگر مومنین حرج و پریشانی میں پڑ جائیں تو تکلیف رسول کو ہوتی ہے۔ جیسا کہ اللہ عزوجل نے ایک مقام پر ارشاد فرمایا ہے ''لَقَدۡ جَآءَكُمۡ رَسُوۡلٌ مِّنۡ اَنۡفُسِكُمۡ عَزِيۡزٌ عَلَيۡهِ مَا عَنِتُّمۡ حَرِيۡصٌ عَلَيۡكُمۡ بِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ رَءُوۡفٌ رَّحِيۡمٌ'' بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقّت میں پڑنا گراں ہے، تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے، مسلمانوں پر کمالِ مہربان۔ (سورۂ توبہ:۱۲۸)

جب سرکارِ دوعالم ﷺ کے اتنے سارے احسانات ہیں ہم گنہ گاروں پر تو کیوں نہ ہم آپ کی ولادت کے دن آپ پر صلوٰۃ وسلام، آپ کے اخلاق کریمانہ اور آپ کے شمائل و خصائل کو لوگوں کے درمیان بیان کریں۔

سنت الٰہیہ: میرے پیارے آقا ﷺ کے پیارے دیوانو! سب سے پہلے جو محفلِ میلاد النبی ﷺ منعقد ہوئی اس کے حوالے سے قرآنِ مقدس ارشاد فرماتا ہے: وَ اِذۡ اَخَذَ اللّٰهُ مِيۡثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَاۤ اٰتَيۡتُكُمۡ مِّنۡ كِتٰبٍ وَّ حِكۡمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمۡ رَسُوۡلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمۡ لَتُؤۡمِنُنَّ بِهٖ وَ لَتَنۡصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقۡرَرۡتُمۡ وَ اَخَذۡتُمۡ عَلٰى ذٰلِكُمۡ اِصۡرِىۡ قَالُوۡۤا اَقۡرَرۡنَا قَالَ فَاشۡهَدُوۡا وَ اَنَا مَعَكُمۡ مِّنَ الشّٰهِدِيۡنَ۝ اور یاد کرو اس وقت کو جب اللہ نے تمام انبیا سے عہد لیا کہ جب میں تمہیں کتاب وحکمت دے کر بھیجوں اس کے بعد تمہارے پاس وہ رسول آجائے جو تم پر نازل شدہ چیز کی تصدیق کرے تو تمہیں ان پر ضرور ایمان لانا ہوگا اور ان کا معاون بننا

ہوگا۔فرمایا کیا تم اقرار کرتے ہو؟ سب نے کہا کہ ہم نے اس کا اقرار کیا۔فرمایا گواہ ہو جاؤ اور
میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔ (آل عمران:۸۱)

مذکورہ اجتماع میں حاضرین و سامعین سب انبیائے کرام تھے، اس محفل کا موضوع
فضائل وشمائل نبوی تھا۔اللہ عزوجل نے تمام انبیا سے نبی اکرم ﷺ پر ایمان لانے اور (اشاعتِ
دین میں) آپ کی مدد کرنے کا عہد لیا۔گویا ذکر مصطفیٰ ﷺ کے لئے محفل منعقد کرنا اللہ عزوجل
کی سنت ہے اور سب سے پہلی محفل اللہ عزوجل نے منعقد فرمائی۔

ایک مقام پر ارشادِ ربانی ہے"اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ
اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا" بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب
بتانے والے (نبی) پر اے ایمان والو ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔ (سورۂ احزاب:۵۶)

گویا نبی پاک ﷺ پر درود وسلام پیش کرنا یہ اللہ عزوجل کی سنت ہے اور اس کے فرشتے
بھی اس کام میں مشغول رہتے ہیں۔

صحابۂ کرام میلاد کیسے مناتے؟: سرکارِ دوعالم ﷺ کی ولادت پر خوشی منانا یہ کوئی بدعت
نہیں بلکہ خود صحابہ کرام علیہم الرضوان نے ولادت رسول ﷺ کی خوشی منائی ہے۔صحابۂ کرام علیہم
الرضوان میلادِ پاک کی خوشی میں ہر پیر کو روزہ رکھتے تھے اور فرمایا کرتے کہ یہ پیر کا دن کتنا پیارا
دن ہے کہ اس دن ساری کائنات کے آقا ومولیٰ ﷺ تشریف لائے۔

ایک صحابی جن کا نام کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے یہ اسلام لانے سے قبل یہودی
تھے اور توریت شریف جو اللہ نے حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمائی تھی اس کے بہت
بڑے عالم اور حافظ تھے۔ان کے مسلمان ہونے کے بعد صحابۂ کرام علیہم الرضوان ان کے پاس
تشریف لے جاتے اور ان سے کہتے کہ بھائی کعب ہمیں توریت شریف کی وہ آیتیں سناؤ جن
میں آقائے دوجہاں ﷺ کی ولادت کا تذکرہ اللہ عزوجل نے فرمایا ہے تو حضرت کعب احبار رضی
اللہ تعالیٰ عنہ صحابہ کرام کو اپنے گھر بٹھا کر توریت کھول کر وہ آیاتِ کریمہ سنایا کرتے جن میں اللہ
تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان بیان فرمائی ہے۔صحابہ کرام علیہم الرضوان جب اللہ

کے پیارے حبیب ﷺ کا میلاد شریف سنتے تو اللہ عزوجل کی حمد وثنا اور حضور نبی اکرم ﷺ پر درود و
سلام کا نذرانہ پیش کرنے لگتے۔(مشکوٰۃ، باب فضائل سید المرسلین)

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اکرم نور مجسم ﷺ
اپنے حجرۂ انور سے باہر تشریف لائے، صحابہ کو بیٹھے ہوئے دیکھ کر فرمایا۔**ما اجلسکم؟** آج
کیسے بیٹھے ہو؟ انہوں نے عرض کیا ہم بیٹھ کر اس رب کریم کا ذکر کر رہے ہیں جس نے فقط اپنے
فضل وکرم سے دین اسلام قبول کرنے کی ہدایت دی اور اپنا پیارا حبیب ہمیں عطا فرمایا۔

آپ نے ان کے یہ کلمات سن کر ارشاد فرمایا"ان اللہ عزوجل یباھی بکم الملٰئکۃ"
تمہارے اس عمل پر اللہ عزوجل اپنے فرشتوں پر فخر فرما رہا ہے۔

اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ کچھ صحابہ بیٹھ کر مختلف انبیا
علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کا ذکر کر رہے تھے، ایک نے کہا: حضرت ابراہیم خلیل اللہ تھے، دوسرے نے
حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر کیا اور کہا وہ اللہ کے کلیم تھے، تیسرے نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے
بارے میں کہا وہ کلمۃ اللہ تھے۔کسی نے کہا حضرت آدم علیہ السلام صفی اللہ تھے، اتنے میں حضور
تشریف لائے اور فرمایا جو کچھ تم نے کہا میں نے سن لیا اور یہ سب حق ہے اور میرے بارے میں سن
لو"اَلاَ وَاَنَا حَبِیْبُ اللّٰہِ وَلاَ فَخْرَ" میں اللہ کا حبیب ہوں اور اس پر فخر نہیں۔

واضح ہوا کہ رسولِ گرامی وقار ﷺ کی ولادت کے ذکر کو پڑھنا، سننا اور لوگوں کو جمع کر
کے انہیں سنانا یہ بدعت نہیں بلکہ صحابۂ کرام کی سنت ہے۔

اور سرکارِ دوعالم ﷺ نے فرمایا"اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّھِمُ اقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ" میرے صحابہ
ستاروں کی طرح ہیں، ان میں سے جس کسی کی اقتدا کرو گے ہدایت پر رہو گے۔لہٰذا سرکارِ
دوعالم ﷺ کی میلاد منانے میں کسی قسم کی کوئی خرابی نہیں بلکہ صحابہ کی بھی سنت ہے۔

میلاد النبی کی حقیقت: سب سے پہلے یہ بات ذہن نشین کرلیں اہل اسلام کے نزدیک
محفل میلاد یا جشن میلاد سے مراد فقط حضور رحمت عالم ﷺ کے ذکر پاک کے لئے اجتماع کرنا
، جس میں آپ کی حیات طیبہ، کمالات ودرجات کا بیان، آپ کی صورت میں اللہ رب العزت

کی عظیم نعمت کا ذکر کرنا ،ولادت کے موضوع پر عجائبات کا تذکرہ ،خوشی میں جلوس نکالنا، مسلمانوں کو دین اسلام کی تعلیمات سے آگاہ کرنا اور نعت خوانی وصدقہ وخیرات کرنا وغیرہ۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ میلا د رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حقیقت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اِنَّ اَصْلَ الْمَوْلِدِ هُوَ اِجْتِمَاعُ النَّاسِ وَ قِرَاءَةُ مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ وَ رِوَايَةِ الْاَخْبَارِ الْوَارِدَةِ فِیْ مَبْدَءِ اَمْرِ النَّبِیِّ ﷺ وَ مَا وَقَعَ فِیْ مَوْلِدِهٖ مِنَ الْاٰيَاتِ ثُمَّ يُمَدُّ لَهُمْ سِمَاطٌ يَّاْكُلُوْنَهٗ وَ يَنْصَرِفُوْنَ مِنْ غَيْرِ زِيَادَةٍ عَلٰى ذٰلِكَ مِنَ الْبِدَعِ الْحَسَنَةِ الَّتِیْ يثاب عَلَيْهَا صَاحِبُهَا لِمَا فِيْهِ مِنْ تَعْظِيْمِ قَدْرِ النَّبِیِّ ﷺ وَ اِظْهَارِ الْفَرَحِ وَ الْاِسْتِبْشَارِ بِمَوْلِدِهِ الشَّرِيْفِ ﷺ۔ محفل میلاد کی اصل یہ ہے کہ لوگ اکٹھے ہو کر تلاوت قرآن کریں اور ان احادیث کو بیان کریں اور سنیں جن میں آپ کی ولادت مبارکہ کا تذکرہ ہے اور پھر شیرینی تقسیم کی جائے۔ یہ اچھے اعمال ہیں،ان پر اجر ہے کیوں کہ اس میں رسالت مآب ﷺ کی قدر ومنزلت اور آپ کی آمد پر اظہارِ خوشی ہے۔(حسن المقصد فی عمل المولد للفتاویٰ،۲/۱۸۹)

اسی طرح اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی مولانا نقی علی خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

محفلِ میلاد کی حقیقت یہ ہے کہ ایک شخص یا چند آدمی شریک ہو کر خلوصِ عقیدت و محبت حضرت رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ کی ولادتِ اقدس کی خوشی اور اس نعمت عظمیٰ اعظم نعم الٰہیہ کے شکر میں ذکر شریف کے لئے مجلس منعقد کریں اور حالاتِ ولادتِ با سعادت ورضاعت وکیفیت نزول وحی وحصولِ مرتبۂ رسالت واحوالِ معراج وہجرت و ارہاصات ومعجزات واخلاق وعادات آنحضرت ﷺ اور اور حضور کی بڑائی اور عظمت جو خدا تعالیٰ نے عنایت فرمائی اور حضور کی تعظیم وتوقیر کی تاکید اور وہ خاص معاملات وفضائل و کمالات جن سے حضرت احدیت جل جلالہ نے اپنے حبیب ﷺ کو مخصوص اور تمام مخلوق

سے ممتاز فرمایا اور اسی قسم کے حالات وواقعات احادیث وآثار صحابہ وکتب معتبرہ سے مجمع میں بیان کئے جائیں اور اثنائے بیان میں کتاب خوان و واعظ درود پڑھتا جائے اور سامعین وحاضرین بھی درود پڑھیں۔ بعدازاں ماحضر (شیرینی وغیرہ) تقسیم کریں۔ یہ سب امور مستحسن ومہذب ہیں اور ان کی خوبی دلائل قاطعہ وبراہین ساطعہ سے ثابت۔

(اذاقة الاثام لمانعي عمل المولد و القيام: ۳۹)

سرکارِ دوعالم ﷺ کی ولادت کی خوشی میں ہمیں اپنے گھروں میں چراغاں کرنا،اگر اللہ عزوجل نے صاحب حیثیت بنایا ہے تو اپنے اور اپنے اہل وعیال کے لئے نئے کپڑے سلانا، ولادت کی رات شب بیداری اور نوافل وذکر میں گزارنا، ذکر ودرود کی محفلیں منعقد کرنا،لوگوں کو جمع کر کے سرکارِ دوعالم ﷺ کے فضائل وکمالات اور وقت ولادت ظہور پذیر ہونے والے عجائبات کا ذکر کرنا، صبح صادق کے وقت کھڑے ہو کر صلوٰۃ وسلام پڑھنا، ولادت کے دن روزہ رکھنا، صبح کو غسل کرنا، سرمہ لگانا، عطر لگانا، غریبوں، یتیموں، مسکینوں پر فراخ دلی سے خرچ کرنا، آپس میں ایک دوسرے کو مبارکباد پیش کرنا وغیرہ وغیرہ یہ سارے اعمال مستحب اور مستحسن ہیں کہ ان کے کرنے میں ثواب ہی ثواب ہے۔

بعض لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ بارہ ربیع الاول کے موقع پر طرح طرح کے خرافات کرتے ہیں، کچھ لوگ پٹاخے پھوڑتے ہیں، شور وغوغا کرتے ہیں۔ یہ سراسر گناہ کے کام ہیں۔ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا "اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ" فضول خرچی کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں۔ لہٰذا ایسے کاموں سے پرہیز کرنا ہوگا جو اللہ عزوجل کے غضب کا باعث بنے۔

عید میلاد منانے کا فائدہ: میرے پیارے آقا ﷺ کے پیارے دیوانو! رحمت عالم ﷺ کی میلاد منانے کے بے شمار فوائد اہل علم نے کتابوں میں تحریر کیا ہے ہم یہاں بخاری شریف کی ایک روایت تحریر کرتے ہیں۔

مشہور دشمن رسول ابولہب جو سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا تھا اس کو آپ کی ولادت کی اتنی خوشی ہوئی تھی کہ اس نے اپنی وہ لونڈی جس نے اسے مژدہ سنایا تھا فوراً آزاد کردیا۔

مروی ہے کہ جب اس کی لونڈی ثویبہ نے آ کر اس کو بتایا کہ تمھارے مرحوم بھائی عبداللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے گھر خدا نے فرزند عطا فرمایا ہے تو اس عالم مسرت میں لونڈی سے کہا کہ ”جا میں تجھے آزاد کرتا ہوں“۔

مرنے کے بعد حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابولہب کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ جہنم میں تمہارا کیا حال ہے......؟ بولا میں نے ثوبیہ کو جو محمد (ﷺ) کی ولادت کا مژدہ سن کر آزاد کر دیا تھا۔اس کی وجہ سے دوشنبہ کے دن میرے عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے۔ (بخاری)

غور کا مقام ہے کہ ایک کافر حضور رحمت عالم ﷺ کی خوشی مناتا ہے تو اس کے عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے اگر مسلمان حضور نور مجسم ﷺ کی ولادت کی خوشی میں عید میلاد النبی کے جلسے اور جلوس قائم کریں تو ان کو کتنا ثواب ملے گا۔

☆☆☆

لاکھوں سلام

مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام
شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام

شہر یار ارم تاجدار حرم
نوبہار شفاعت پہ لاکھوں سلام

دور و نزدیک کے سننے والے وہ کان
کانِ لعل کرامت پہ لاکھوں سلام

جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا
اس جبین سعادت پہ لاکھوں سلام

جس طرف اٹھ گئی دم میں دم آ گیا
اس نگاہ عنایت پہ لاکھوں سلام

پتلی پتلی گلِ قدس کی پتیاں
ان لبوں کی نزاکت پہ لاکھوں سلام

وہ زباں جس کو سب کن کی کنجی کہیں
اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام

کل جہاں مِلک اور جو کی روٹی غذا
اس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام

جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند
اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

غوث اعظم امام التقیٰ والنقیٰ
جلوۂ شان قدرت پہ لاکھوں سلام

شافعی مالک احمد امامِ حنیف
چار باغ امامت پہ لاکھوں سلام

کاش محشر میں جب ان کی آمد ہو اور
بھیجیں سب ان کی شوکت پہ لاکھوں سلام

مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضؔا
مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام